مؤلفہ امام المحدثین حافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

شمائلِ ترمذی

مع اردو شرح

خصائل نبوی ﷺ

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان

طبع اوّل : ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ
باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : احمد پرنٹنگ کارپوریشن، کراچی
مصحح : مولانا انوار الحق قاسمی صاحب

ملنے کے پتے:
دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱
ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی ۱۴
مکتبہ دارالعلوم دارالعلوم کراچی ۱۴
ادارۃ القرآن ویسٹ سٹریٹ لسبیلہ کراچی ۵

فہرست مضامین خصائلِ نبوی اُردو شرح شمائل ترمذیؒ

مضمون	صفحہ
تمہید	۷
باب ۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان	۹
باب ۲ حضورؐ کی مُہرِ نبوت کا ذکر	۲۵
حضرت سعدؓ کی موت سے عرش کا جھومنا	۲۷
حضرت سلمانؓ کے اسلام لانے کا عجیب قصہ	۲۹
باب ۳ حضورؐ کے سر کے بالوں کا ذکر	۳۶
باب ۴ حضورؐ کا بالوں میں کنگھی فرمانا	۳۹
باب ۵ حضورؐ کے سفید بال آجانے کا ذکر	۴۱
باب ۶ حضورؐ کے خضاب کا ذکر	۴۵
باب ۷ حضورؐ کے سُرمہ ڈالنے کا بیان	۴۷
ایک محدثؒ کا معمول چارسو نفل روزانہ اور تیسرے دن کا روزہ	۴۸
باب ۸ حضورؐ کے لباس کا ذکر	۴۹
موت سے خوف اور حدیث کیساتھ عشق کا عجیب قصہ	۵۲
حضرات صوفیہ کے معمولات لباس کے بارے میں	۵۵
باب ۹ حضورؐ کے گذارہ کا بیان۔	۵۷
باب ۱۰ حضورؐ کے موزہ کا بیان	۶۰

مضمون	صفحہ
باب ۱۱ حضورؐ کے نعلین شریف یعنی جوتہ کا ذکر	۶۱
باب ۱۲ حضورؐ کی انگوٹھی کا ذکر	۶۵
کسریٰ و قیصر وغیرہ بادشاہوں کے نام حضورؐ کے خطوط۔	۶۷
باب ۱۳ حضورؐ کے انگوٹھی پہننے کی کیفیت	۷۷
باب ۱۴ حضورؐ کی تلوار کا ذکر	۸۲
باب ۱۵ حضورؐ کی زرہ کا ذکر	۸۴
باب ۱۶ حضورؐ کی خود کا بیان	۸۶
باب ۱۷ حضورؐ کے عمامہ کا ذکر	۸۸
فرشتوں کا حضرت حنظلہؓ کو غسلِ میت دینا	۹۱
باب ۱۸ حضورؐ کی لنگی کا ذکر	//
کیا حضورؐ نے پاجامہ پہنا	۹۲
باب ۱۹ حضورؐ کی رفتار کا ذکر	۹۴
باب ۲۰ حضورؐ کے سر مبارک پر کپڑا رکھنے کا ذکر	۹۶
باب ۲۱ حضورؐ کی نشست کا ذکر	//
باب ۲۲ حضورؐ کے تکیہ کا ذکر	۹۹
کبیرہ گناہوں کا بیان	۱۰۰
باب ۲۳ حضورؐ کا کسی چیز پر ٹیک لگانا	۱۰۳

مضمون	صفحہ
حضورؐ کا وصال کے قریب وعظ اور کہا سنا معاف کرانا	۱۰۴
بابؔ ۲۴ حضورؐ کے کھانا تناول فرمانے کا ذکر	۱۰۷
کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا	۱۰۸
بابؔ ۲۵ حضورؐ کی روٹی کا ذکر	۱۱۰
حضورؐ کے زمانے میں چھلنیوں کا دستور نہ تھا	۱۱۲
بابؔ ۲۶ حضورؐ کے سالن کا ذکر	۱۱۴
(اس باب میں بعض پرندوں کے کھانے کا بھی ذکر ہے)	۱۱۶
کھانے میں برکت کے واقعات	۱۲۵
بابؔ ۲۷ حضورؐ کا کھانے کے وقت وضو فرمانا	۱۲۶
بابؔ ۲۸ ان دعاؤں کا ذکر جو حضورؐ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد پڑھتے تھے۔	۱۲۸
بابؔ ۲۹ حضورؐ کے پیالہ کا ذکر	۱۴۱
بابؔ ۳۰ حضورؐ کے پھل نوش فرمانے کا ذکر	۱۴۲
بابؔ ۳۱ حضورؐ کے پینے کی چیزوں کا ذکر	۱۴۶
بابؔ ۳۲ حضورؐ کے پینے کے طرز کا ذکر	۱۴۸
بابؔ ۳۳ حضورؐ کی خوشبو کا ذکر	۱۵۳
بابؔ ۳۴ حضورؐ کی گفتگو کا ذکر	۱۵۷
بابؔ ۳۵ حضورؐ کی ہنسی کا ذکر	۱۶۰
بابؔ ۳۶ حضورؐ کے مزاح اور دل لگی فرمانے کا ذکر	۱۶۶

مضمون	صفحہ
دل لگی ناجائز بھی ہے اور مستحب بھی ہے۔	۱۶۶
حضورؐ کی حضرت زاہر کے ساتھ دل لگی۔	۱۶۹
بابؔ ۳۷ حضورؐ کے اشعار کا ذکر	۱۷۲
حنین کی لڑائی کا قصہ	۱۷۶
عمرۃ القضاء	۱۸۰
حضورؐ کی مجلس میں دین و دنیا ہر قسم کے تذکرے	۱۸۱
بابؔ ۳۸: حضورؐ کا قصہ گوئی فرمانا	۱۸۴
حدیث الخرافہ	۱۸۶
گیارہ عورتوں کی کہانی (حدیث اُم زرع)	۱۹۱
بابؔ ۳۹ حضورؐ کے سونے اور آرام فرمانے کا ذکر	۱۹۳
حضورؐ کا معمول دائیں کروٹ پر سونا تھا	۱۹۴
دنیا کی مثال خواب کی سی ہے	۱۹۵
بابؔ ۴۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کا ذکر	۱۹۹
قیامت میں اعمال کا وزن اور سب سے اول نماز کا مطالبہ	۲۰۰
عبادت کن کن وجوہ سے کی جاتی ہے	۲۰۱
مجاہدات اور طاقت سے زیادہ عمل کی ممانعت	۲۰۳
نماز کے وقت کی صحبت سے اولاد نافرمان پیدا ہوتی ہے۔	۲۰۴
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے تراویح	

مضمون	صفحہ
کی نفی صحیح نہیں	۲۱۰
امام مالک کے نزدیک تراویح ۳۶ رکعت ہیں	۲۱۱
باقی ائمہ کے نزدیک ۲۰ رکعت	〃
حنفیہ کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں	۲۱۳
حضورؐ کا تہجد میں ایک ہی آیت کو بار بار پڑھنا	۲۱۶
نماز کی سنتوں کا ذکر	۲۲۰
حضرت علیؓ کی حدیث اشراق اور چاشت کی نماز	۲۲۲
بابؔ ۴۱ چاشت کی نماز کا بیان	۲۲۴
حضورؐ کی چاشت کی نماز میں مختلف روایات کی تطبیق	۲۲۶
زوال کے وقت چار رکعات کی حدیث	۲۲۷
بابؔ ۴۲ حضورؐ کا نوافل مکان پر پڑھنا	۲۲۹
بابؔ ۴۳ حضورؐ کے روزوں کا ذکر۔	۲۳۰
روزے کی حکمت اور انبیاء علیہم السلام کے مختلف معمولات	〃
حضورؐ کا شعبان میں کثرت سے روزے رکھنا	۲۳۴
ہر ماہ میں تین روزوں کی مختلف روایات	۲۳۷
اعمال کی پیشی میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق	۲۳۹

مضمون	صفحہ
عاشورہ کا روزہ اور اس کی خصوصیات	۲۴۰
اعمال میں اعتدال کی تاکید اور عبداللہ بن عمرو کا قصہ	۲۴۳
بابؔ ۴۴ حضورؐ کی قراۃ کی کیفیت	۲۴۵
قرآن شریف کا آواز سے اور آہستہ پڑھنا	۲۴۷
بابؔ ۴۵ حضورؐ کے رونے کا ذکر	۲۵۰
رونا کتنی طرح سے ہوتا ہے	〃
حضورؐ کی صاحبزادی ام کلثومؓ کی وفات	۲۵۵
بابؔ ۴۶ حضورؐ کے بسترے کا بیان	۲۵۷
حضورؐ کا عمدہ بسترہ کو رد کر دینا	۲۵۸
بابؔ ۴۷ حضورؐ کی تواضع کا بیان	۲۵۹
حضورؐ کا صحابہؓ کے ساتھ کام میں شریک رہنا۔	〃
حضورؐ کا کفار کی عیادت کرنا	۲۶۱
حضورؐ کے معمولات مکان پر اور باہر مجلس میں	〃
اپنی حفاظت اور احتیاط پر تنبیہ	۲۶۸
حضورؐ کی تنبیہ اخلاق کی عمدگی پر	۲۷۰
بابؔ ۴۸ حضورؐ کی عادات کا ذکر	۲۷۴
حضرت صدیق اکبرؓ پھر حضرت عمرؓ حضورؐ کے زمانہ میں بھی افضل صحابہؓ شمار ہوتے تھے	۲۷۷

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حضورؐ کے پسینہ سے زیادہ کوئی خوشبودار چیز نہ تھی	۲۷۸	کی شدت سے باہر تشریف لانا	۳۰۹
حضورؐ کا کسی خادم پر ناراض نہ ہونا	//	صحابہؓ کا ایک لڑائی میں پتے کھانا	۳۱۴
حضورؐ کے حلم کا امتحان ایک یہودی کی طرف سے	۲۸۲	باب ۵۳ حضورؐ کی عمر شریف کا ذکر	۳۲۱
حضرت بلالؓ کا قصہ حضورؐ کے اخراجات میں	۲۹۱	باب ۵۴ حضورؐ کے وصال کا بیان	۳۲۴
حضورؐ کی عادت شریفہ ہدیہ قبول فرمانے میں	۲۹۲	حضورؐ کے وصال کے بعد تجہیز و تکفین وغیرہ امور میں حضرت ابوبکرؓ کے علوم	۳۲۸
باب ۴۹ حضورؐ کی حیاء کا ذکر	//	حضورؐ کا اصرار کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں اور عورتوں پر تنبیہ	۳۳۴
باب ۵۰ حضورؐ کا سینگی استعمال فرمانا	۲۹۶	وصال کا جانکاہ حادثہ اور صدیق اکبرؓ کا استقلال	۳۳۸
علاج توکل کے منافی نہیں		باب ۵۵ حضورؐ کی میراث کا ذکر	۳۴۱
باب ۵۱ حضورؐ کے بعض ناموں کا ذکر	۳۰۱	حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کا نزاع اور حضرت عمرؓ کی تقریر	۳۴۴
باب ۵۲ حضورؐ کے گذر اوقات کا ذکر	۳۰۵	باب ۵۶ حضورؐ کی زیارت خواب میں	
دو دو ماہ تک گھر میں آگ نہ جلنا	۳۰۶		
پیٹ پر پتھر باندھنا	۳۰۷		
حضورؐ کا اور حضرات شیخینؓ کا بھوک	۳۰۹		

تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا بندہ ناچیز کو اواخر ۱۳۴۳ھ میں بامتثال حکم اقدس آقائی ومولائی حضرت الحاج مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ بذل المجہود فی حل ابی داؤد کی طباعت کے لئے متفرق طور پر چند روز شہر دہلی میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میرے ایک کرم فرما جناب محترم محمد عثمان خان صاحب زاد مجدہم نے شمائل ترمذی کے مختصر سے ترجمہ کا حکم کیا میں اپنی نااہلیت کا معترف اور ہرگز بھی اس کا اہل نہیں تھا۔ اور اسی وجہ سے اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی کبھی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ لیکن ممدوح نے اپنے حسن ظن کی بناء پر میری کسی معذرت کو بھی قبول نہ کیا۔ میں اپنے عجز وقصور کی وجہ سے ہرگز بھی امتثال نہ کرتا، مگر چونکہ موصوف کے میرے والد ماجد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ سے خصوصی مراسم تھے اور بمقتضائے حدیث (ان من ابر البر صلۃ الرجل اھل ود ابیہ بعد ان یولی رواہ مسلم) ترجمہ:۔ بہترین صلہ رحمی والد کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک ہے، اس لئے مجھے اس کے بغیر چارہ کار ہی نہ ہوا کہ اپنی حیثیت کے موافق مختصر سا ترجمہ لکھ کر پیش کروں اور ناظرین سے اپنے اقرار عجز کے بعد عرض کروں کہ ان اوراق کی پریشانی عبارت اور الفاظ کی غرابت مضامین کی پراگندگی کے تسامح فرماتے ہوئے اصل مقصد اور آقائے عالم سید البشر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علیہ الف الف صلوٰت وتحیات کے اخلاق، اوصاف، عادات، معمولات کی طرف متوجہ فرمائیں کہ عقلمند شخص بدنما برقعہ کی وجہ سے حسین چہرہ سے بے توجہی نہیں کرتا اور سمجھدار آدمی بدمزہ چھلکے کی وجہ سے لذیذ گودے کو نہیں پھینکتا۔ اس ترجمہ میں چند امور کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا ہے:۔

۱۔ اکثر مضامین اکابر قدماء کے کلام سے لئے گئے ہیں اور خودرائی وغیرہ سے احتراز کیا گیا۔

۲۔ جمع الوسائل ملا علی قاری حنفی کی مناوی شیخ عبدالرؤف مصری کی مواہب لدنیہ شیخ ابراہیم

بیجوری کی تہذیب التہذیب حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی اس رسالہ کا زیادہ تر ماخذ رہی ہے۔

۳۔ ترجمہ چونکہ عوام کے لئے کیا گیا اس لئے مطلب خیز ترجمہ کیا گیا۔ لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی گئی۔

۴۔ ترجمہ سے زائد امور بطورِ فائدہ کے ذکر کئے گئے اور ان کے شروع میں ف کا لفظ بھی لکھ دیا۔

۵۔ اکثر جگہ ترجمہ سے زائد امور جو ربط کے لئے بڑھائے گئے وہ (قوس) میں لکھے گئے۔

۶۔ احادیث کا اگر بظاہر آپس میں تعارض معلوم ہوا تو اس کو مختصر طور سے رفع کیا گیا۔

۷۔ اختلاف مذاہب کا بھی مختصر طور پر کہیں کہیں ذکر کیا گیا۔ مذہب حنفیہ کو اکثر جگہ خاص طور سے ذکر کیا ہے کہ قرب و جوار کے باشندے اکثر حنفی ہیں۔

۸۔ حنفیہ کے قول کی دلیل بھی کہیں کہیں حسب ضرورت مختصر طور سے ذکر کر دی گئی۔

۹۔ جس جگہ حدیث میں کسی غزوہ یا قصہ کی طرف اشارہ تھا، فائدہ میں اس قصہ کو مختصر طور سے ذکر کر دیا گیا۔

۱۰۔ جس حدیث کی باب سے مناسبت خفی تھی اس کو بھی واضح کیا گیا۔

۱۱۔ جو مضامین اختصار کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کئے گئے، اکثر جگہ ان کتب کا حوالہ لکھ دیا، جہاں وہ مفصل مل سکتے ہیں، تا کہ شائقین کو تلاش میں سہولت رہے۔

۱۲۔ ان سب امور میں اختصار کو نہایت مدِ نظر رکھا گیا کہ پڑھنے والوں کی طبائع طول سے اکتا نہ جائیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

زکریا عفی عنہ کاندھلوی

مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، وارد حال دہلی

۸ رجمادی الاخری سنہ ۱۳۴۴ھ جمعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی قَالَ الشیخ الحافظ ابو عیسی محمد

ابن عیسٰی بن سورۃ الترمذی

باب ۱

ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلیہ مبارک کا بیان

(فائدہ) مصنفؒ نے اس باب میں وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں، جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک کو کما حقہٗ تعبیر کر دینا یہ ناممکن ہے نور مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے۔ لیکن اپنی ہمت و وسعت کے موافق حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو ضبط فرمایا جس کا کچھ بیان یہ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت پر نہایت ہی بڑا احسان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالاتِ ظاہری حسن و جمال کی بھی امت تک تبلیغ فرمائی۔ کہ یہ منم و خیال یار سے کے لئے معین و مددگار ہوتا ہے۔ نامراد عاشق جب وصال سے محروم ہوتا ہے تو محبوب کے گھر بار اور خط و خال کو یاد کر کے اپنے کو تسلی دیا کرتا ہے اور عادات و حالات ہی سے دل بہلایا کرتا ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے چار سو احادیث لے کر اس رسالہ کو مرتب فرمایا اور ان چار سو احادیث کو چھپن بابوں پر تقسیم فرما کر اس باب اول میں چودہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) اخبرنا ابو رجاء قتیبۃ بن سعید (۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

عن مالك بن انس عن ربيعة بن ابي عبد الرحمٰن عن انس بن مالك انه سمعه يقول كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لانبے قد کے تھے نہ پستہ قد (جس کو ٹھنگنا کہتے ہیں، بلکہ آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا) اور نیز رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے چونہ کی طرح، نہ بالکل گندم گوں کہ سانولا پن آجائے (بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پر نور اور کچھ ملاحت لئے ہوئے تھے) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا) چالیس برس کی عمر ہو جانے پر حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو نبی بنایا اور پھر دس برس مکہ مکرمہ میں رہے (اس میں کلام ہے جیسا کہ فوائد میں آتا ہے)

اس مدت کے درمیان میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھی نازل ہوتی رہی۔ اس کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور ساٹھ سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کے سر اور آپ کی داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے (اس کا مفصل بیان باب فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے گا۔)

(ف) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا لیکن میانہ پن کے ساتھ کسی قدر طول کی طرف کو مائل۔ چنانچہ ہند بن ابی ہالہ وغیرہ سے روایت میں اس کی تصریح ہے ان دونوں روایتوں پر اس حدیث سے اشکال ہوتا ہے جس میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جماعت میں کھڑے ہوتے تو سب سے زیادہ بلند نظر آتے لیکن یہ درازی قد کی وجہ سے نہ تھا بلکہ معجزہ کے طور پر تھا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کمالاتِ معنویہ میں کوئی بلند مرتبہ نہیں ہے اسی طرح صورت ظاہری میں بھی کوئی بلند محسوس نہ ہو، نیز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام دس برس اس حدیث میں ذکر ہوا ہے اور

اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ساٹھ سال کی ذکر کی گئی ہے لیکن یہ روایت ان سب روایات کے خلاف ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تیرہ برس بتلایا گیا ہے اور تریسٹھ سال کی عمر ذکر کی گئی بعض روایات میں پینسٹھ سال کی عمر آئی ہے چنانچہ اواخر کتاب میں تینوں روایتیں آنے والی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تریسٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں دو طرح جمع فرمایا ہے۔ اوّل یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور تین سال بعد رسالت ملی۔ اس کے دس سال بعد مکہ مکرمہ میں قیام ہوا اس بناء پر اس حدیث میں ان تین سال کا ذکر چھوٹ گیا جو نبوت اور رسالت کے درمیان تھے۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ عموماً اعداد میں کسر کو شمار نہیں کیا جایا کرتا اسی بناء پر حضرت انسؓ کی روایت میں دونوں جگہ دہائیاں ذکر کر دیں اور کسر کو چھوڑ دیا اور پینسٹھ سال والی روایات میں سنہ ولادت اور سنہ وفات کو مستقل شمار کیا گیا۔ غرض سب روایات کا حاصل ایک ہی ہے اور چونکہ حضورؐ کی عمر شریف اصح قول کے موافق تریسٹھ سال کی ہوئی۔ اس لئے باقی روایات کو بھی اسی طرف راجع کیا جائے گا۔

(۲) حدثنا حُمَيد بن مسعدة البصري حدثنا عبد الوهاب الثقفي عن حميد عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً وَلَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ وَكَانَ شَعْرُهٗ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ اَسْمَرَ اللَّوْنِ اِذَا مَشٰى يَتَكَفَّأُ۔

(۲) دوسری روایت بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھگنے، نہایت خوبصورت معتدل بدن والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا۔ نیز آپؐ گندمی رنگ کے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے۔

ف۔ اس حدیث میں خود حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ مبارک کو گندمی فرماتے ہیں۔ پہلی روایت بھی حضرت انسؓ کی تھی۔ اس میں اس کی نفی کی گئی تھی وہاں ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا، دونوں میں کچھ تعارض نہیں حاصل دونوں روایتوں کا

یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بالکل گندمی نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے روشنی اور حسن میں کچھ کمی آوے بلکہ وہ چمک دمک اور خوبروئی تھی کہ اپنے ساتھ تھوڑی سی گندمیت کو بھی ملائے ہوئے تھی۔ نیز اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے بارے میں یتکفأ کا لفظ واقع ہوا ہے۔ اس کے ترجمہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض لوگ جلدی چلنے کا ترجمہ فرماتے ہیں اور بعض لوگ آگے کو جھکنے کا ترجمہ کرتے ہیں اور بعض شراح قوت سے قدم اٹھانے کا ترجمہ کرتے ہیں۔ تینوں ترجمے صحیح ہیں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تینوں صفتوں کے ساتھ متصف ہوتی تھی اور لفظ بھی تینوں معنی کو محتمل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتاری کے ساتھ چلتے تھے۔ محبوبین زمانہ کی طرح عورتوں کی چال نہیں چلتے تھے۔ نیز حضورؐ کی عادت جھک کر چلنے کی تھی، متکبرانہ رفتار سینہ نکال کر نہیں چلتے تھے نیز مردانہ رفتار پاؤں زمین سے اٹھا کر چلتے تھے نہ یہ کہ زمین پر پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلیں۔

(۳) حدثنا محمد بن بشار یعنی العبدی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا بَعِیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ عَظِیْمَ الْجُمَّةِ اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ عَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ۔

(۳) حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد میانہ قد تھے (قدرے درازی مائل جیسا کہ پہلے گذر چکا) آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا (جس سے سینہ مبارک کا چوڑا ہونا بھی معلوم ہو گیا) گنجان بالوں والے تھے جو کان کی لو تک آتے تھے، آپؐ پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپؐ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

(ف) اس حدیث میں رجلاً مربوعاً کا لفظ ہے جس کا ترجمہ جیم کے پیش کے ساتھ مرد کا کیا گیا۔ یہ صحیح ہو سکتا ہے اس قسم کے الفاظ کلام عرب میں ربط کے واسطے آجاتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس میں کوئی خاص صفت ظاہر نہیں ہوتی اس لئے بعض محدثین کی رائے ہے کہ یہ لفظ جیم کے زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی سیدھے پن اور ٹیڑھے پن کے ساتھ کے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں یہ صفت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں

کی ہو گی، جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کچھ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے اس حدیث سے بعض علماء نے کچھ سرخ کپڑے کا مرد کے لئے مطلقاً پہننا جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کی جا سکتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ صحابیؓ نے اس حدیث میں کسی چیز کو آپؐ سے حسین نہیں دیکھا اس لئے کہا۔ تا کہ انسان کے علاوہ چاند سورج وغیرہ ہر چیز کو شامل ہو جائے۔

(۴) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن ابی اسحٰق عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَا رَاَیْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّةٍ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَهٗ شَعْرٌ یَضْرِبُ مَنْکِبَیْهِ بَعِیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ لَمْ یَکُنْ بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالطَّوِیْلِ۔

(۴) حضرت براءؓ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال، مونڈھوں تک آرہے ہیں، آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا اور آپؐ نہ زیادہ لانبے تھے نہ ٹھنگنے۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کے بارے میں یہ روایت پہلی روایت سے مختلف ہو گئی اس لئے کہ اس میں کان کی لو تک ذکر کیا تھا لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ بال ایک حالت پر نہیں رہا کرتے کبھی کم ہوتے ہیں، کبھی زائد ہو جاتے ہیں اور قصداً بھی کبھی کم کئے جاتے ہیں، کبھی بڑھائے جاتے ہیں۔

(۵) حدثنا محمد بن اسمٰعیل حدثنا ابو نعیم حدثنا المسعودی عن عثمان بن مسلم بن ھرمز عن نافع ابن جبیر بن مطعم عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ شَثْنُ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ ضَخْمُ الرَّاْسِ ضَخْمُ الْکَرَادِیْسِ طَوِیْلُ الْمَسْرُبَةِ

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے، نہ کوتاہ قد ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پر گوشت تھے (یہ صفات مردوں کے لئے محمود ہیں اس لئے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں۔ عورتوں کے لئے مذموم ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک

إِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

دھاری تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ حضورؐ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا

ف:- اس قسم کی عبارت سے کہ میں نے فلاں جیسا کبھی نہیں دیکھا مبالغہ مقصود ہوا کرتا اس کے مثل نہ ہونے میں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں مبالغہ نہیں اس لئے کہ وہاں کمالِ جمال ہی تعبیر سے باہر ہے۔ مناوی نے لکھا ہے کہ ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلّف ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جن اوصاف جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا ان اوصاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہو سکتا اور یہ محض اعتقادی چیز نہیں ہے، بیرُ احادیث و تواریخ کی کتابیں اس سے لبریز ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کمالات باطنیہ کے ساتھ جمالِ ظاہری بھی علی الوجہ الاتم عطا فرمایا تھا۔ حضرت عائشہؓ سے دو شعر نقل کئے گئے ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ دیتیں۔ بالکل سچ فرمایا صحابہؓ مرد و عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں جس قدر غرق تھے اس کا کچھ شائبہ دیکھنا ہو تو میری کتاب "حکایات صحابہؓ" کا باب نمبر ۸ دیکھو۔

(۶) حدثنا سفیٰن بن وکیع حدثنا ابی عن المسعودی بهذا الاسناد نحوه بمعناه حدثنا احمد بن عبدة الضبّیُّ البصری و علی بن حُجرٍ و ابوجعفر محمد بن الحسین وهو ابن ابی حلیمة و المعنی واحد قالوا حدثنا عیسٰی بن یونس عن عمر بن عبد الله مولٰی غُفرة قال

(۶) ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں سے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِّنْ وُّلْدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ كَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَصَفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِیْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ یَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَّجِلًا وَّلَمْ یَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِیْ وَجْهِهٖ تَدْوِیْرٌ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِیْلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ اَجْرَدُ ذُوْ مَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا یَنْحَطُّ فِیْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَیْنَ كَتِفَیْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَّاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَّاَلْیَنُهُمْ عَرِیْكَةً وَّاَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً مَّنْ رَّاٰهُ بَدِیْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ یَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی سَمِعْتُ اَبَا

کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، نہ آپؐ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے، البتہ تھوڑی سی گولائی آپؐ کے چہرہ مبارک میں تھی (یعنی چہرۂ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے) اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پر گوشت تھی آپؐ کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے۔ (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہو جاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر خاص خاص حصّوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہیں تھے) آپؐ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپؐ کے ہاتھ اور قدم مبارک پر گوشت تھے جب آپؐ تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں جب آپؐ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے۔ (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر

جعفر محمد بن الحسین یقول
سمعت الاصمعی یقول فی تفسیر صفة
النبی صلی اللہ علیہ وسلم الممغط
الذاھب طولاً قال وسمعت
اعرابیا یقول فی کلامہ تمغط
فی نشابتہ ای مدھا مدا
شدیدا والمتردد الداخل
بعضہ فی بعض قصراً واما القطط
فالشدید الجعودة والرجل
الذی فی شعرہ حجونة ای
تثنٍ قلیلاً واما المطھم فالبادن
الکثیر اللحم والمکلثم المدور
الوجہ والمشرب الذی فی بیاضہ
حمرة والادعج الشدید سواد
العین والاھدب الطویل الاشفار
والکتد مجتمع الکتفین وھو الکاھل
والمسربة ھو الشعر الدقیق الذی
کانہ قضیب من الصدر الی السرة
والشثن الغلیظ الاصابع من الکفین
والقدمین والتقلع ان یمشی بقوة
والصبب الحدور تقول انحدرنا
فی صبوب وصبب وقولہ جلیل
المشاش یرید رؤس المناکب

کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے
کہ اسطرح دوسرے کے ساتھ لاپرواہی ظاہر
ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہو جاتی ہے
بلکہ سینہ مبارک سمیت اس طرف توجہ فرماتے بعض
علماء نے اس کا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب
آپؐ توجہ فرماتے تو تمام چہرۂ مبارک سے فرماتے، کن
آنکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے مگر یہ مطلب
اچھا نہیں) آپؐ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان
مہرِ نبوت تھی۔ آپؐ ختم کرنے والے تھے نبیوں کے
آپؐ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے اور سب
سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم
طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے
والے تھے (غرض آپؐ دل، زبان، طبیعت، خاندان، اوصافِ
ذاتی اور نسبی ہر چیز میں سب سے زیادہ افضل تھے)
آپؐ کو جو شخص یکایک دیکھتا مرعوب ہو جاتا
تھا۔ (یعنی آپؐ کا وقار اس قدر زیادہ تھا کہ اول
وہلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت
میں آجاتا تھا، اول تو جمال و خوبصورتی کے ساتھ
بھی رعب ہوتا ہے ؎

شوقِ افزوں مانعِ عرضِ تمنا دابِ حسن
بار ہا دل سے اٹھائے ایسی لذت کے مزے

اس کے ساتھ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب
کا کیا پوچھنا۔ اس کے علاوہ حضورِ اقدس صلی اللہ

والعشرة الصحبة والعشیر الصاحب
والبدیھة المفاجاة یقال بدھتہ بامر ای فجئتہ

علیہ وسلم کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں، ان میں
رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا، اور
جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ (آپؐ کے اخلاقِ کریمہ و اوصافِ جمیلہ کا گھائل ہو کر) آپؐ کو محبوب
بنا لیتا تھا۔ آپؐ کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم جیسا با جمال و با کمال نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۷) حدثنا سفین بن وکیع قال
حدثنا جمیع بن عمیر بن عبد الرحمٰن العجلی
املاءً علینا من کتابہ قال حدثنی
رجل من بنی تمیم من ولد ابی ھالة
زوج خدیجة یکنی ابا عبد اللہ عن
ابن لابی ھالة عن الحسن بن علیؓ
قال سألت خالی ھند ابن ابی ھالة
وکان وصافاً عن حلیة النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وانا اشتھی ان یصف لی
شیئاً اتعلق بہ فقال کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخماً مفخماً
یتلألأ وجھہ تلألؤ القمر لیلة
البدر اطول من المربوع واقصر
من المشذب عظیم الھامة رجل الشعر
ان انفرقت عقیقتہ فرقھا والا فلا یجاوز
شعرہ شحمة اذنیہ اذا ھو وفرہ ازھر
اللون واسع الجبین ازج الحواجب
سوابغ من غیر قرن بینھما عرق یدرہ

(۷) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں
نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضورِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا
اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک
کو بہت ہی کثرت سے اور وضاحت سے بیان کیا کرتے
تھے۔ مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصافِ جمیلہ
میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں
ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں (اور
ان اوصافِ جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو
سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں،
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضورِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سات سال
کی تھی اس لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ
جمیلہ میں اپنی کمسنی کی وجہ سے تامل اور تحمل
تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے
حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف
کے متعلق یہ فرمایا کہ آپؐ خود اپنی ذات والا صفات
کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی

الغضب اقنى العرنين له نور يعلوه
يحسبه من لم يتأمله اشم كث
اللحية سهل الخدين ضليع الفم
مفلج الاسنان دقيق المسربة
كان عنقه جيد دمية في صفاء الفضة
معتدل الخلق بادن متماسك سواء
البطن والصدر بعيد ما بين المنكبين
ضخم الكراديس انور المتجرد
موصول ما بين اللبة والسرة بشعر
يجري كالخط عاري الثديين والبطن
مما سوى ذلك اشعر الذراعين
والمنكبين واعالي الصدر طويل
الزندين رحب الراحة شثن
الكفين والقدمين سائل الاطراف
او قال شائل الاطراف خمصان
الاخمصين مسيح القدمين
ينبو عنهما الماء اذا زال زال
قلعا يخطو تكفيا ويمشي هونا
ذريع المشية اذا مشى كانما
ينحط من صبب واذا التفت التفت
جميعا خافض الطرف نظره الى الارض
اكثر من نظره الى السماء جل نظره
الملاحظة يسوق اصحابه يبدأ

نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپ کا چہرۂ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا آپ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا لیکن لانبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے (یہ مشہور ترجمہ ہے اس بناء پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصداً مانگ نکالنا روایات سے ثابت ہے، اس اشکال کے جواب میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس کو ابتدائے زمانہ پر حمل کیا جائے کہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہتمام نہیں تھا، لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ جواب اس لئے مشکل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ مشرکین کی مخالفت اور اہلِ کتاب کی موافقت کی وجہ سے مانگ نہ نکالنے کی تھی، اس کے بعد پھر مانگ نکالنی شروع فرما دی، اس لئے اچھا ترجمہ جس کو بعض علماء نے ترجیح دی ہے وہ یہ ہے اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال

من لقي بالسلام (یعنی) جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے، آپ کا رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا اور پیشانی مبارک کشادہ، آپ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، ابتداءً دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا (لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں ہے) آپ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے گوشت لٹکے ہوئے تھے، آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ کے دانت مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندنی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپ کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پرگوشت تھے اور بدن گٹھا ہوا تھا پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن مبارک روشن اور چمکدار نظر آتا تھا، چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو (بندہ کے نزدیک یہ ترجمہ اچھا ہے) ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے۔ آپ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ۔ نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پر گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔ آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کی صفائی ستھرائی اور ان کی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے قدم

زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپؐ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپؐ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے۔ آپؐ کی نظر نیچی رہتی تھی، آپؐ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ (اس میں یہ اشکال ہے کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف اکثر دیکھا کرتے تھے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عادتِ شریفہ تو زمین ہی کی طرف نگاہ رکھنے کی تھی لیکن چونکہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا اس لئے اس کے انتظار میں گاہ بگاہ آسمان کی طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے ورنہ عام اوقات میں عادتِ شریفہ نیچی نظر رکھنے کی تھی) ؎

ادھر قاتل کی نظر پے شرم سے اوپر نہیں اٹھتیں
ادھر بسمل کھڑا ہے ہاتھ پر میت لئے دل کی

آپ کی عادتِ شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی، یعنی غایت شرم و حیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہؓ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپؐ پیچھے رہ جاتے تھے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتدا فرماتے۔

ف:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانا علماء نے اس کو تواضع پر حمل فرمایا ہے لیکن بندہ ناچیز کے نزدیک اگر یہ حالتِ سفر پر محمول ہو تو انسب ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ سفر میں پسماندگان اور ضعفاء کی خبر گیری کے لئے آپؐ پیچھے رہا کرتے تھے، یہ حدیث بہت طویل ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ، اخلاق، عادات، جملہ انواع مذکور ہیں، امام ترمذیؒ نے مضامین کی مناسبتوں سے اس کو کئی بابوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے باب میں اور کچھ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں آئے گا۔

(۸) حدثنا ابو موسیٰ محمد بن المثنی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن سماك بن حرب قال سمعت جابر

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ

ابن سمرة يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضليع الفم اشكل العينين منهوس العقب قال شعبة قلت لسماك ما ضليع الفم قال عظيم الفم قلت ما اشكل العين قال طويل شق العين قلت ما منهوس العقب قال قليل لحم العقب

علیہ وسلم فراخ ذہن تھے، آپؐ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، ایڑی مبارک پر بہت کم گوشت تھا۔

ف:- اہلِ عرب مرد کے لئے فراخ دہنی پسندیدہ سمجھتے ہیں اور بعض لوگوں کے نزدیک اس جگہ فراخ دہنی سے فصاحت مراد ہے۔ آنکھوں کی تعریف میں جو ترجمہ کیا گیا وہ صحیح قول کے موافق لکھا گیا ورنہ اس حدیث کے ترجمہ میں امام ترمذیؒ نے اس حدیث پاک کے ایک راوی سے فراخ چشم کا ترجمہ نقل کیا ہے وہ اہلِ لغت کے نزدیک غلط ہے ؎

تمہاری آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان
وہ قاتل بے پئے ہی رات دن مخمور رہتا ہے

(۹) حدثنا هناد بن السري حدثنا عبثر بن القاسم عن اشعث يعني ابن سوار عن ابي اسحق عن جابر ابن سمرة قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندي احسن من القمر

(۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرخ جوڑا زیبِ تن فرما تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپؐ کو، بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ جمیل و حسین اور منور ہیں۔

دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

(۱۰) حدثنا سفيان بن وكيع حدثنا حميد بن عبد الرحمن الرؤاسي عن زهير

(۱۰) ابو اسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براءؓ سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ

عن ابی اسحٰق قال سأل رجلٌ البراء بن عازبٍ أكان وجهُ رسولِ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلّمَ مثلَ السیفِ قال لا بل مثلَ القمرِ

علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لئے ہوئے تھا۔

ف ۱- تلوار کی تشبیہ میں یہ نقصان تھا کہ اس سے زیادہ طویل ہونے کا شبہ پیدا ہوتا تھا۔ نیز اس کی چمک میں سفیدی غالب ہوتی ہے نورانیت نہیں۔ اس لئے حضرت براءؓ نے تلوار سے انکار کرکے چاند سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہات سب تقریبی ہیں ورنہ ایک چاند کیا ہزار چاند میں بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نور نہیں ہوسکتا۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ اگر تجھے ممدوح کو عیب ہی لگانا ہے تو اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دے دے اس کے عیب لگانے کے لئے یہ ہی کافی ہے۔

(۱۱) حدثنا ابوداؤد المصاحفی سلیمان بن سلم حدثنا النضر بن شمیل عن صالح بن ابی الاخضر عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال کان رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ابیضَ کأنّما صیغ من فضّةٍ رجِلَ الشَّعرِ۔

(۱۱) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر صاف شفاف حسین وخوبصورت تھے گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے۔ آپؐ کے بال مبارک قدرے خمدار گھونگر بالے تھے۔

ف: سب سے پہلی روایت جو حضرت انسؓ کی گذر چکی ہے اس میں بالکل سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی اس لئے حدیث سے یہ مراد نہیں کہ چاندی کی طرح سے بالکل سفید رنگ تھے بلکہ سفیدی سرخی مائل تھی اور چمک وحسن غالب تھا۔

(۱۲) حدثنا قتیبة بن سعید اخبرنا اللیث بن سعد عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللّٰهِ انّ رسول اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلّمَ قال عُرِضَ علیَّ الانبیاءُ فاذا موسٰی علیهِ السلامُ ضربٌ من الرجالِ کانّهُ من

(۱۲) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مجھ پر سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پیش کئے گئے یعنی مجھے دکھائے گئے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا تو وہ ذرا پتلے دبلے

رجالِ شَنُوءَةَ ورأیتُ عیسَی ابنَ مریمَ علیهِ السلامُ فاذا اقربُ من رأیتُ بهٖ شبهًا عروةُ بنُ مسعودٍ ورأیتُ ابراهیمَ علیهِ السلامُ فاذا اقربُ من رأیتُ بهٖ شبهًا صاحبُکم یعنی نفسَهُ الکریمةَ ورأیتُ جبریلَ علیهِ السلامُ فاذا اقربُ من رأیتُ بهٖ شبهًا دحیةُ۔

بدن کے آدمی تھے گویا کہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں عروہ بن مسعود ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے میں خود ہی ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوں، ایسے ہی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ان لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں دحیہ کلبی ہیں۔

ف: یہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا یا شبِ معراج میں ہوا ہے یا خواب کی حالت میں ہوا ہے۔ بخاری شریف میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں اور اس اختلاف میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ دونوں مرتبہ دیکھا ہو۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہلکے بدن کا ترجمہ اپنے نزدیک راجح قول پر کیا ورنہ بعض علماء نے اس کے ترجمہ میں اور بھی اقوال فرمائے ہیں۔ ان تین انبیاء علیہم السلام کا ذکر اس لئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیٰ نبی اسرائیل کے انبیاء میں تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام علاوہ ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں تھے جملہ عرب اُن کو مانتے تھے۔

(۱۳) حدثنا محمد بن بشار سفیٰن ابن وکیع المعنی واحد قالا اخبرنا یزید بن هارون عن سعید الجریری قال سمعت ابا الطفیل یقول رأیتُ رسولَ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلّمَ وما بقیَ علی وجهِ الارضِ احدٌ راٰهُ غیری قلتُ صِفهُ لی قال کان ابیضَ ملیحًا مُقصَّدًا۔

(۱۳) سعید جریریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ تھے۔ ملاحت کے ساتھ یعنی سرخی

مائل اور معتدل جسم والے تھے۔

ف ۱۔ ابو الطفیلؓ نے صحابہؓ میں سب سے اخیر میں وفات پائی ہے۔ ان کی وفات ۱۱۰ھ ہجری میں ہوئی ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے کہا کہ اب میرے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں رہا۔ علماء فرماتے ہیں کہ روئے زمین کی قید اس لئے لگائی کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے دیکھنے والوں میں موجود تھے

(۱۴) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن اخبرنا ابراھیم بن المنذر الحزامی اخبرنا عبد العزیز بن ثابت الزھری حدثنی اسمٰعیل بن ابراھیم ابن اخی موسیٰ بن عقبۃ عن کریب عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذَا تَکَلَّمَ رُئِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ۔

(۱۴) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے یعنی ان میں کسی قدر ریخیں تھیں گنجان نہ تھے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔

ف:۔ علماء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ تشبیہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا اس کو نور کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ لیکن علامہ مناوی کی رائے یہ ہے کہ کوئی حسی چیز تھی تشبیہ نہیں جو بطور معجزہ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں کے درمیان سے نکلتی تھی ؂

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا   حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

الغرض حلیہ مبارک میں ہر ہر چیز کمالِ حسن کو پہنچی ہوئی تھی ؂

داماں نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار   گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

یعنی جیسے آپ جمالِ معنوی میں منتہا پر تھے، ایسے ہی جمالِ ظاہری میں بھی انتہا پر تھے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ

باب ۲

مَاجَاءَ فِیْ خَاتَمِ النُّبُوَّۃِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہرِ نبوت کا بیان

ف۔ یہ مضمون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے ذیل میں ہونے کی وجہ سے پہلے باب کا جزو ہونا چاہیے تھا مگر شدتِ اہتمام کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ یہ معجزہ اور علاماتِ نبوت سے بھی ہے اس کو علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے مہر نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ولادت ہی کے وقت سے تھی جیسا کہ فتح الباری نے بواسطہ یعقوب بن حسن حضرت عائشہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں جب بعض صحابہؓ کو شک ہوا تو حضرت اسماءؓ نے مہر نبوت کے نہ ہونے سے وصال پر استدلال کیا کہ اس وقت وہ نہیں رہی تھی۔ چنانچہ مناوی نے اس قصہ کو مفصل نقل کیا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس مہر نبوت پر کچھ لکھا ہوا تھا یا نہیں۔ ابن حبانؒ وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ اس پر (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) لکھا ہوا تھا، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر (سر فانت المنصور) لکھا ہوا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم جہاں چاہے جاؤ تمہاری مدد کی جائے گی۔ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ یہ روایتیں ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچی ہیں۔ اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا حاتم بن اسمٰعیل عن الجعد بن عبد الرحمٰن قال سمعت السائب بن یزید یقول ذَھَبَتْ بِیْ خَالَتِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِیْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاْسِیْ وَدَعَا لِیْ بِالْبَرَکَۃِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِہٖ وَقُمْتُ خَلْفَ ظَھْرِہٖ

(۱) سائب بن یزید کہتے ہیں کہ مجھ کو میری خالہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بھانجہ بیمار ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت فرمائی (بعض علماء کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر ہاتھ مبارک پھیرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے سر میں کوئی تکلیف تھی۔ لیکن بندہ

فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ الَّذِي بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔

ضعیف کے نزدیک اچھا یہ معلوم ہوتا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے سر پر ہاتھ مبارک کا پھیرنا شفقت کے لئے تھا اس لئے کہ ۲ سنہ ہجری میں ان کی ولادت ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تک بھی ان کی عمر آٹھ نو سال سے زائد کی نہیں تھی اس لئے یہ ہاتھ مبارک پھیرنا شفقت کا تھا۔ جیسے کہ بزرگوں کا معمول ہوتا ہے اور علاج کے لئے حضورؐ نے وضو کا پانی پلوایا، جیسا کہ آگے آتا ہے یا کوئی اور تجویز فرمائی، بالخصوص جب کہ بخاری شریف کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں میں کوئی تکلیف تھی) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی پیا۔ (حضور اقدسؐ کا یہ وضو ممکن ہے کہ اپنی کسی غرض سے ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کی دوا اور پانی پلانے ہی کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا) میں اتفاقاً یا قصداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈی جیسی تھی (جو کبوتر کے بیضہ کی برابر بیضوی شکل میں اس پردہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے، جو مسہری پر لگایا جاتا ہے۔ علماء اس لفظ کے ترجمہ میں مختلف ہوئے ہیں جس کا میں نے یہ ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اور طرح سے ترجمہ فرمایا ہے لیکن امام نوویؒ نے جو مسلم شریف کے مشہور شارح ہیں ان ہی معنی کو ترجیح دی ہے۔)

ف:۔ اس حدیث میں اگر وضو کے پانی سے وضو کا بچا ہوا پانی مراد ہے۔ تب تو کوئی اشکال واختلاف ہی نہیں اور اگر وضو کا وہ پانی مراد ہے، جو بدن سے ٹھوکر گرتا ہے جس کو ماء مستعمل کہتے ہیں تب بھی کوئی اشکال اس جگہ اس لئے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فضلات تک بھی پاک رہے، پھر ماء مستعمل کا کیا ذکر۔

(۲) حدثنا سعید بن یعقوب الطالقانی اخبرنا ایوب بن جابر عن سماک بن حرب عن جابر بن سمرة قال رأيت الخاتم بين كتفي رسول الله صلى الله عليه وسلم غدة حمراء مثل بيضة الحمامة

(۲) جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو سرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتر کے انڈے جیسی تھی۔

ف:۔ مہر نبوت کی مقدار اور رنگ میں روایتیں کچھ مختلف ہیں۔ قرطبی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ وہ کم وزیادہ بھی ہو جاتی تھی اور رنگ میں مختلف ہوتی رہتی تھی، بندہ ناچیز کے نزدیک دوسری طرح جمع یہ بھی ممکن ہے کہ فی الحقیقت یہ سب تشبیہات ہیں اور تشبیہ ہر شخص کی اپنے ذہن کے موافق ہوتی ہے۔ جو تقریبی حالت ہوتی ہے اور تقریب کے اختلاف میں اشکال نہیں ہوتا بندہ کے نزدیک یہ توجیہ زیادہ مناسب ہے۔

(۳) حدثنا ابو مصعب المدنی اخبرنا یوسف ابن الماجشون عن ابیه عن عاصم بن عمر بن قتادة عن جدته رمیثة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولو اشاء ان اقبل الخاتم الذي بين كتفيه من قربه لفعلت يقول لسعد بن معاذ يوم مات اهتز له عرش الرحمن۔

(۳) رمیثہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون سنا اور میں اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی قریب تھی کہ اگر چاہتی تو مہر نبوت کو چوم لیتی۔ وہ مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذؓ کے حق میں یہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ان کی موت کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہ کا عرش بھی ان کی روح کی خوشی میں جھوم گیا۔

ف:۔ اس میں اختلاف ہے کہ عرش کی حرکت کی وجہ اور کیا معنی۔ مشہور قول یہ ہے جس کے موافق ترجمہ لکھا گیا۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ عرش کے جھومنے سے مراد اہل عرش ہیں بعض کی رائے ہے کہ عرش سے مراد سعدؓ کا اپنا تخت ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر راجح قول اول ہی ہے یہ سعد بن معاذؓ بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہیں۔ ان کے اور بھی فضائل کتب حدیث میں آتے ہیں، ہجرت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم و تبلیغ کے لئے مدینہ طیبہ بھیجا تھا ان کے ہاتھ پر یہ مسلمان ہوئے اور اپنی برادری کے سردار تھے اس لئے ان کے مسلمان ہوتے ہی تمام خاندان اسی روز مسلمان ہو گیا سب سے اول مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا وہ یہی خاندان ہے۔ ۵ھ میں ان کا وصال ۳۷ سال کی عمر میں ہوا۔ ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے کی نماز میں شریک ہوئے تھے لیکن باوجود ان سب کے حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر کی تھوڑی دیر کی تنگی ان کے لئے بھی پیش آئی۔ بڑی عبرت کی جگہ ہے آدمی کو

عذاب قبر سے کسی طرح غافل نہیں ہونا چاہیئے ہر وقت اس سے توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کا جب کسی قبر پر گذر ہوتا تو اس قدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی کسی نے عرض کیا کہ جنت اور دوزخ کا بھی تذکرہ ہوتا ہے اس پر تو آپ نہیں روتے اس پر اس قدر روتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پالے اس کے لئے اس کے بعد کی ساری منزلیں سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس کے عذاب سے خلاصی نہ پاسکے اس کے لئے اس کے بعد کی ساری منزلیں اور بھی زیادہ دشوار ہو جاتی ہیں۔ نیز میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے جتنے مناظر دیکھے ہیں ان میں قبر کا منظر سب سے زیادہ ہولناک پایا (مشکوٰۃ) اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ امام ترمذیؒ کی غرض اس جگہ حضرت سعدؓ کے قصہ سے نہیں بلکہ اس حدیث میں مہر نبوت کا ذکر آگیا اس لئے انہوں نے ذکر فرما دیا اور حضرت رمیثہؓ کی غرض مہر نبوت کے بیان کرنے سے اپنے قریب ہونے کا بیان ہے کہ میں بہت ہی قریب تھی جب کہ میں نے یہ مضمون سنا، سننے میں کسی قسم کی غلطی وغیرہ کا احتمال نہیں۔

(۴) حدثنا احمد بن عبدة الضبی وعلی بن حجر وغیر واحد قالوا انبانا عیسٰی ابن یونس عن عمر بن عبد اللہ مولی غفرة قال حدثنی ابراهيم بن محمد من ولد علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال كَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَصَفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ وَقَالَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔

(۴) ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کیا کرتے تو یہ صفتیں بیان کرتے، اور حدیث مذکورۂ سابق ذکر کی۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اور آپؐ خاتم النبیین تھے

ف:۔ یہ حدیث پہلے باب میں مفصل گذر چکی ہے اس لئے یہاں مختصر طور سے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور چونکہ اس میں مہر نبوت کا ذکر تھا اس لئے اس کو خاص طور سے ذکر کر دیا یہ وہی حدیث ہے جو باب اوّل کے آٹھویں نمبر پر گذری ہے۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابو عاصم حدثنا عزرة بن ثابت حدثنی علباء بن احمر الیشکری قال حدثنی ابو زید عمرو بن اخطب الانصاری قال قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا زَيْدٍ اُدْنُ مِنِّیْ فَامْسَحْ ظَهْرِیْ فَمَسَحْتُ ظَهْرَهٗ فَوَقَعَتْ اَصَابِعِیْ عَلَی الْخَاتَمِ قُلْتُ وَمَا الْخَاتَمُ قَالَ شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ۔

(۵) علباء ابن احمر کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن اخطب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کمر ملنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر ملنی شروع کی تو اتفاقاً میری انگلی مہر نبوت پر لگ گئی۔ علباء کہتے ہیں کہ میں نے عمرو سے پوچھا کہ مہر نبوت کیا چیز تھی انہوں نے جواب دیا کہ چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

ف:۔ یہ پہلی روایات کے خلاف نہیں ہوئی اس لئے کہ اس کے اطراف میں بال بھی تھے انہوں نے صرف ان کا ذکر کر دیا۔

(۶) حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث الخزاعی حدثنا علی بن حسین بن واقد حدثنی ابی حدثنی عبد اللہ بن بریدة قال سَمِعْتُ اَبِیْ بُرَيْدَةَ يَقُوْلُ جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطَبٌ فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ صَدَقَةٌ عَلَيْكَ وَعَلٰی اَصْحَابِكَ فَقَالَ ارْفَعْهَا فَاِنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ فَرَفَعَهَا فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِهٖ فَوَضَعَهٗ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا سَلْمَانُ فَقَالَ هَدِيَّةٌ لَّكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ ابْسُطُوْا ثُمَّ نَظَرَ اِلَی الْخَاتَمِ

(۶) بریدة بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک خوان لے کر آئے جس میں تازہ کھجوریں تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ سلمان یہ کیسی کھجوریں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ پر اور آپؐ کے ساتھیوں پر صدقہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اس لئے میرے پاس سے اٹھا لو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ہم لوگ سے کیا مراد ہے بعض کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جیسے جمع کے لفظ سے تشریفاً تعبیر فرمایا اور بعض کے نزدیک

عَنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهٖ وَكَانَ لِلْيَهُوْدِ فَاشْتَرَاهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا عَلٰى اَنْ يَّغْرِسَ لَهُمْ نَخِيْلًا فَيَعْمَلُ سَلْمَانُ فِيْهِ حَتّٰى تُطْعِمَ فَغَرَسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ اِلَّا نَخْلَةً وَاحِدَةً غَرَسَهَا عُمَرُ فَحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا وَلَمْ تَحْمِلِ النَّخْلَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَانُ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَنَا غَرَسْتُهَا فَنَزَعَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهٖ۔

جماعتِ انبیا مراد ہے اور بعض کے نزدیک حضورؐ اور حضورؐ کے وہ اقارب جن کو زکوٰۃ کا مال جائز نہیں مراد ہیں۔ بندہ ناچیز کے نزدیک یہ تیسرا احتمال راجح ہے اور علامہ مناوی کے اعتراضات جو اس تیسری صورت میں ہیں زیادہ وقیع نہیں) دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ سلمان کھجوروں کا طباق لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر سلمانؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ اور حضور اقدسؐ نے خود بھی نوش فرمایا۔ چنانچہ بیجوری نے اس کی تصریح کی ہے۔ حضرت سلمانؓ کا اس طرح پر دونوں دن لانا یہ حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آقا بنانے کا امتحان تھا اس لئے کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرانے زمانے کے علماء میں تھے اڑھائی سو برس اور بعض کے قول پر ساڑھے تین سو برس کی انکی عمر ہوئی ہے۔ انہوں نے حضور اقدسؐ کی علامات ہیں جو پہلی کتب میں پڑھ رکھی تھیں یہ بھی دیکھا تھا کہ آپؐ صدقہ نوش نہیں فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے ہیں اور آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہے، پہلی دونوں علامتیں دیکھنے کے بعد) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی تو مسلمان ہو گئے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت یہود بنی قریظہ کے غلام بنے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا (مجازاً خرید کے لفظ سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقت میں انہوں نے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکاتب بنایا تھا مکاتب بنانا اس کو کہتے ہیں کہ آقا غلام سے یہ معاملہ کر لے کہ اتنی مقدار جو آپس میں طے ہو جائے کما کر دے دو، پھر تم آزاد ہو) اور بدلِ کتابت بہت سے درہم قرار پائے اور نیز یہ کہ حضرت سلمانؓ ان کے لئے زمین سو کھجور کے درخت لگائیں اور ان درختوں کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری کریں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے وہ درخت لگائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگر ایک درخت نہ پھلا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ درخت حضرت عمرؓ کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ نے اس کو نکالا اور دوبارہ اپنے دستِ مبارک سے لگایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ بے موسم درخت لگایا بھی اسی سال پھل لے آیا۔

ف:۔ اس حدیث میں علماء نے بہت سی علمی تحقیقات فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب سلمانؓ غلام تھے تو ان کا صدقہ اور ہدیہ جائز تھا یا نہیں، نیز ہدیہ اور صدقہ میں کیا کیا فرق ہیں وغیرہ وغیرہ طویل بحثیں ہونے کی وجہ سے اختصاراً ترک کر دی گئیں۔ البتہ اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص معمول معلوم ہوا کہ ہدایا میں خدام و حضار کو شریک فرمایا کرتے تھے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص معمول تھا ہزاروں واقعات حدیث کی کتابوں میں اس معمول کے مذکور ہیں۔ اس مضمون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بھی نقل کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (الهدايا مشتركة) ہدیے جو دیئے جاتے ہیں وہ پاس بیٹھنے والوں میں مشترک ہوتے ہیں۔ محدثانہ حیثیت سے اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف بھی ہے اور کلام بھی ہے یعنی ضعیف ہے مگر مضمون کے اعتبار سے واقعات سے تائید ہوتی ہے یہ بات کہ کس قسم کے ہدیے مراد ہیں اور پاس بیٹھنے والوں سے کون مراد ہیں تفصیل طلب ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ایک شیخ وقت کے پاس کوئی ہدیہ لایا ایک پاس بیٹھنے والے نے عرض کیا الهدايا مشتركة انہوں نے فرمایا کہ شرک کے خواہاں نہیں ہم تو وحدت پسند کرتے ہیں یہ سب تمہاری نذر ہے وہ مقدار میں اتنا تھا کہ ان صاحب سے اٹھ بھی نہ سکا تو اپنے خادم کو حکم دیا کہ یہ ان کے گھر پہنچا دو اس نے پہنچا دیا اسی طرح ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں واقعہ پیش آیا کہ کچھ نقدی ہدیہ پیش کیا گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا الهدايا مشتركة انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس سے خاص قسم کے ہدایا مراد ہیں اور یہ فرما کر خادم سے ارشاد فرمایا کہ اس کو اٹھا کر رکھ دو۔ علماءؒ نے لکھا ہے کہ دونوں واقعے اپنی اپنی جگہ پر نہایت ہی موزوں ہیں۔ ایک زاہد صوفی کے وہی مناسب تھا جو انہوں نے کیا اور ایک فقیہ کے یہی مناسب تھا اور یہ سچ ہے امام ابو یوسفؒ حنفیہ کے مشہور امام ہیں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ایک شرعی مسئلہ بن جاتا کہ ہدایا میں شرکت ضروری ہو جاتی اور اُمت کو دقت ہو جاتی ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ایک کتاب اپنی مبشرات اور منامات میں لکھی اس میں بہت سے عجیب واقعات ہیں منجملہ اُن کے اپنے والد صاحبؒ کا یہ واقعہ بھی لکھا کہ ایک مرتبہ ابتدائی زمانہ میں مجھے شوق ہوا کہ ہمیشہ روزہ رکھوں۔ اس کے بعد علماء کے اختلافات کی وجہ سے مجھے تردد ہوا۔ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی مرحمت فرمائی۔ حضرت صدیق اکبرؓ بھی تشریف

فرما تھے انہوں نے فرمایا الهدایا مشترکۃ میں نے وہ روٹی سامنے کردی انہوں نے ایک ٹکڑا اس میں سے لے لیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا الهدایا مشترکۃ میں نے ان کے سامنے بھی پیش کردی، انہوں نے بھی ایک ٹکڑا اس میں سے لے لیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا الهدایا مشترکۃ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ ہی حضرات نے تقسیم فرمایا تو اس فقیر کے لئے کیا بچے گا۔ حضرت سلمانؓ فارسی جلیل القدر صحابہ میں ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب قرآن شریف کی آیت وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورۂ محمد) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ اگر تم (ایمان لانے سے) روگردانی کروگے تو اللہ جل شانہ تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئے گا جو تم جیسی نہ ہوگی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے جو ہماری جگہ آئیں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ کے کندھے پر ہاتھ مارکر ارشاد فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی لے لیتے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت امام اعظمؒ کی شان میں بشارت ہے حضرت سلمانؓ نے خود اپنے ایمان لانے کا مفصل قصہ نقل فرماتے ہیں جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس میں ان علامات کا ذکر ہے جن کا انہوں نے امتحان لیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں صوبہ اصبہان میں ایک جگہ کا رہنے والا ہوں جس کا نام جے تھا میرا باپ اس جگہ کا چوہدری اور سردار تھا اور مجھ سے بہت ہی زیادہ اس کو محبت تھی میں نے اپنے قدیم مذہب مجوسیت میں اتنی زیادہ کوشش کی کہ میں آتش کدہ کا محافظ بن گیا۔ مجھے باپ نے ایک مرتبہ اپنی جائیداد کی طرف بھیجا۔ راستہ میں میرا گذر نصاریٰ کے گرجے پر ہوا میں سیر کے لئے اس میں چلا گیا میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے وہ پسند آگئی اور اس دین کو پسند کرنے لگا شام تک میں وہیں رہا ان سے میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے انہوں نے کہا کہ ملک شام میں ہے رات کو میں گھر واپس آیا۔ گھر والوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو تمام دن کہاں رہا۔ میں نے تمام قصہ سنایا باپ نے کہا بیٹا وہ دین اچھا نہیں، یہ تیرا اور تیرے بڑوں کا جو دین ہے وہی بہتر ہے میں نے کہا ہرگز نہیں وہی بہتر ہے۔ باپ کو میری طرف سے خدشہ ہوگیا کہ کہیں چلا نہ جائے اس لئے میرے پاؤں میں ایک بیڑی ڈال دی اور گھر میں قید کردیا میں نے ان عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام سے سوداگر لوگ جو اکثر آتے رہتے تھے آئیں تو مجھے اطلاع کرادیں چنانچہ کچھ سوداگر آئے اور ان عیسائیوں نے مجھے اطلاع

کرادی جب وہ سوداگر واپس جانے لگے تو میں نے اپنے پاؤں کی بیڑی کاٹ دی اور بھاگ کر ان کے ساتھ شام چلا گیا وہاں پہنچ کر میں نے تحقیق کیا کہ اس مذہب کا سب سے زیادہ ماہر کون ہے، لوگوں نے بتایا کہ گرجا میں فلاں بشپ ہے میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے تمہارے دین میں داخل ہونے کی رغبت ہے اور تمہاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں، اس نے منظور کرلیا میں اس کے پاس رہنے لگا لیکن وہ کچھ اچھا آدمی نہ نکلا۔ لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتا اور جو کچھ جمع ہوتا اس کو اپنے خزانے میں جمع کرلیتا فقیروں کو کچھ نہ دیتا، وہ مرگیا اس کی جگہ دوسرے شخص کو بٹھایا گیا وہ اس سے بہتر تھا اور دنیا سے بے رغبت تھا میں اس کی خدمت میں رہنے لگا اور اس سے مجھے محبت ہوگئی بالآخر وہ بھی مرنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے کسی کے پاس رہنے کی وصیت کردو۔ اس نے کہا کہ میرے طریقہ پر صرف ایک شخص دنیا میں ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے وہ موصل میں رہتا ہے تو اس کے پاس چلے جانا۔ میں اس کے مرنے کے بعد موصل چلا گیا اور اس سے جاکر اپنا قصہ سنایا اس نے اپنی خدمت میں رکھ لیا وہ بہترین آدمی تھا آخر اس کی بھی وفات ہونے لگی تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں اس نے کہا کہ فلاں شخص کے پاس نصیبین میں چلے جانا میں اس کے پاس چلا گیا اور اس سے اپنا قصہ سنایا، اس نے اپنے پاس رکھ لیا وہ بھی اچھا آدمی تھا جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں، اس نے کہا کہ عموریا میں فلاں شخص کے پاس چلے جانا، میں وہاں چلا گیا اور اس کے پاس اسی طرح رہنے لگا وہاں میں نے کچھ کمائی کا دھندا بھی کیا جس سے میرے پاس چند گائیں اور کچھ بکریاں جمع ہوگئیں جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں، اس نے کہا کہ اب خدا کی قسم کوئی شخص اس طریقہ کا جس پر ہم لوگ ہیں عالم نہیں رہا۔ البتہ نبی آخر الزمانؐ کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آگیا جو دین ابراہیمی پر ہوں گے، عرب میں پیدا ہوں گے اور انکی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوروں کی پیداوار بکثرت ہے اور اس کے دونوں جانب کنکریلی زمین ہے وہ ہدیہ نوش فرمائیں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی (یہ ان کی علامات ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت سلمانؓ نے ان علامات کی تحقیق کی تھی) پس اگر تجھ سے ہوسکے تو اس سرزمین پر پہنچ جانا۔ اس کے انتقال کے بعد قبیلہ بنو کلب کے چند تاجروں کا وہاں گذر ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو تو اس کے بدلے میں یہ گائیں اور بکریاں تمہاری

نظر ہیں، انہوں نے قبول کرلیا اور مجھے وادی القریٰ (یعنی مکہ مکرمہ) لے آئے اور وہ گائے اور بکریاں میں نے ان کو دے دیں لیکن انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے مکہ مکرمہ میں اپنا غلام ظاہر کیا اور مجھے بیچ دیا۔ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ اپنے وطن مدینہ طیبہ لے آیا۔ مدینہ طیبہ کو دیکھتے ہی میں نے ان علامتوں سے جو مجھے عموریا کے ساتھی (پادری) نے بتائی تھیں پہچان لیا کہ یہی وہ جگہ ہے میں وہاں رہتا رہا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک قبا ہی میں تشریف فرما تھے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر جو کچھ میرے پاس تھا لے جاکر پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کا مال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تناول نہیں فرمایا صحابہؓ (فقراء) سے فرمایا کہ تم کھالو، میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایک علامت تو پوری نکلی، پھر میں مدینہ واپس آگیا اور کچھ جمع کیا کہ اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ میں تشریف لائے میں نے کچھ کھجوریں اور کھانا وغیرہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ دوسری علامت بھی پوری ہوگئی، اس کے بعد میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ایک صحابی کے جنازہ میں شرکت کی وجہ سے) بقیع میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا اور پُشت کی طرف گھومنے لگا، آپؐ سمجھ گئے، اور اپنی چادر مبارک کمر سے ہٹادی۔ میں نے مہر نبوت کو دیکھا میں جوش میں اس پر جھک گیا، اس کو چوم رہا تھا اور رو رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آؤ۔ میں سامنے حاضر ہوا اور حاضر ہوکر سارا قصہ سُنایا۔ اس کے بعد میں اپنی غلامی کے مشاغل میں پھنسا رہا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کرلو۔ میں نے اس سے معاملہ کرلیا اس نے دو چیزیں بدل کتابت قرار دیں۔ ایک یہ کہ چالیس اوقیہ نقد سونا (ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے اور ایک درم تقریباً ۳ ماشہ کا) دوسری یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگاؤں اور ان کو پرورش کروں یہاں تک کہ کھانے کے قابل ہوجائیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے درخت لگائے جس کا قصہ شمائل میں موجود ہے اور اتفاق سے کسی جگہ سے سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کو مرحمت فرمادیا کہ اس کو جاکر اپنی بدل کتابت میں دے دو انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ کیا یہ کافی ہوگا وہ بہت زیادہ مقدار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اسی سے عجب نہیں پورا فرمادے۔ چنانچہ میں لے گیا اور اس میں سے

وزن کر کے چالیس اوقیہ سونا اس کو تول دیا (جمع الفوائد) اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شمائل کی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلمان کو خریدنا اسی لحاظ سے کہا گیا کہ ان کا بدل کتابت حضورؐ ہی نے ادا فرمایا۔ اپنے دستِ مبارک سے درخت لگائے اور خود ہی اپنے پاس سے وہ سونا عطا فرمایا جو بدل میں قرار پایا تھا حضرت سلمان کہتے ہیں کہ دس سے زیادہ آقاؤں کی غلامی میں وہ رہے ہیں۔ غزوۂ خندق میں انہیں کے مشورہ سے خندق کھدوائی گئی ورنہ عرب میں اس سے پہلے خندق کا دستور نہ تھا نہ لوگ خندق کو جانتے تھے۔

(۷) حدثنا محمد بن بشار حدثنا بشر بن الوضاح انبأنا ابو عقیل الدورقی عن ابی نضرة قَالَ سَأَلْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ عَنْ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي خَاتَمَ النُّبُوَّةِ فَقَالَ كَانَ فِيْ ظَهْرِهٖ بِضْعَةٌ نَاشِزَةٌ

(۷) ابو نضرة کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا حال پوچھا تو انہوں نے یہ بتلایا کہ آپؐ کی پُشت مبارک پر ایک گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔

(۸) حدثنا ابو الاشعث احمد بن المقدام العجلی البصری حدثنا حماد بن زید عَنْ عاصم الاحول عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ نَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْفِهٖ فَعَرَفَ الَّذِيْ اُرِيْدُ فَاَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَرَاَيْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلٰى كَتِفَيْهِ مِثْلَ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِيْلَانٌ كَاَنَّهَا ثَاٰلِيْلُ فَرَجَعْتُ حَتّٰى اسْتَقْبَلْتُهٗ فَقُلْتُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَلَكَ فَقَالَ الْقَوْمُ اسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَلَكُمْ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

(۸) عبداللہ بن سرجسؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مجمع تھا میں نے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت چکر لگایا (راوی نے اس جگہ غالباً چکر لگا کر فعلی صورت بیان کی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا منشاء سمجھ گئے اور اپنی پشت مبارک سے چادر اتار دی۔ میں نے مہر نبوت کی جگہ کو آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کے ہم شکل دیکھا جس کے چاروں طرف تل تھے جو گویا مسّوں کے برابر معلوم ہوتے تھے۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ شانہ آپؐ کی مغفرت فرمائے (یا اللہ تعالیٰ نے آپکی مغفرت فرمادی جیسا کہ سورۂ فتح میں اللہ جل جلالہ

کا ارشاد ہے۔

حضورؐ نے فرمایا اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضورؐ نے تیرے لئے دعائے مغفرت فرمائی میں نے کہا ہاں اور تم سب کے لئے بھی اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمایا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مغفرت کی دعا کرو اپنے لئے بھی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی (اس لئے حضورؐ تو سب ہی کے لئے دعائے مغفرت فرما چکے ہیں)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ۳ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارکؐ کے بالوں کا بیان

ف:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹھوں کی مقدار میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا اور ان میں کچھ تعارض نہیں اس لئے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک تھے تو دوسرے زمانہ میں اس سے زائد اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے، تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کئے اور جس نے بال منڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کئے بعض علماء نے اس طرح بھی جمع فرمایا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نصف کانوں تک پہنچ جاتے تھے اور وسط سر مبارک کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر مبارک کے مونڈھوں کے قریب تک۔ اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا علی بن حجر انبانا اسمعیل بن ابراھیم عن حمید عن انس بن مالکؓ قال کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی نِصْفِ اُذُنَیْہِ۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔

(۲) حدثنا ھناد بن السری حدثنا عبد الرحمٰن بن ابی الزناد عن ھشام بن عروۃ عن ابی عن عائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عنہا قالت کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدسؐ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے اور حضور اقدسؐ کے بال مبارک ایسے پٹھوں سے جو کان کی لو تک ہوا کرتے ہیں ان سے زیادہ تھے اور ان سے کم تھے

مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَّکَانَ لَہٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّۃِ وَدُوْنَ الْوَفْرَۃِ۔

جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں یعنی نہ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔

ف:۔ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر دو حضرات ننگے نہلاتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ہی فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا محل ستر اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا محل ستر شرم کبھی نہیں دیکھا نیز برتن کا ایک ہونا بھی اس پر حجت نہیں اس کی کئی صورتیں ایسی ممکن ہیں کہ غسل بھی ہو جاوے اور دوسرے کے سامنے ننگا بھی نہ ہونا پڑے۔ نیز اس حدیث سے عورت اور مرد کا ایک برتن میں سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے۔ علماء کا امام نودی کے قول کے موافق اس صورت کے جواز پر اجماع ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے غسل کرے اس کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کرے یہ بھی بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے تیسری صورت اس کا عکس ہے کہ عورت پہلے نہا دے مرد اس کے بچے ہوئے سے نہلائے۔ یہ صورت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ سب حضرات کے نزدیک جائز ہے۔ حنابلہ اس کو جائز نہیں بتلاتے البتہ اگر عورت کے غسل کے وقت مرد وہاں موجود ہو تو وہ بھی جائز فرماتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال اور جمہور کیطرف سے اس کا جواب علمی بحث ہونے کی وجہ سے یہاں ترک کر دیئے گئے۔ مختصراً عربی حاشیہ میں ذکر کئے گئے لیکن جب ایک معتمد امام اس کے خلاف ہے اور حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے تو اس میں احتیاط اولیٰ ہے۔

(۳) حدثنا احمد بن منیع حدثنا ابو قطن حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق عن البراء بن عازب قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ وَکَانَتْ جُمَّتُہٗ تَضْرِبُ شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ۔

(۳) حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامۃ تھے آپؐ کے دونوں شانوں کا درمیانی حصہ وسیع تھا آپؐ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے۔

ف:۔ یہ حدیث حلیہ شریف میں بھی مفصل گذر چکی ہے بالوں کے ذکر کی وجہ سے یہاں پھر اس کو مختصراً ذکر کر دیا گیا۔

(۴) حدثنا محمد بن بشار حدثنا وھب بن جریر بن حازم حدثنی ابی عن قتادۃ قال قُلْتُ لِاَنَسٍ

(۴) قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک

كيف كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لم يكن بالجعد ولا بالسبط كان يبلغ شعره شحمة اذنيه۔

کیسے تھے، انہوں نے فرمایا کہ نہ بالکل پیچیدہ نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالہ پن لئے ہوئے تھے جو کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔

(۵) حدثنا محمد بن يحيى بن ابي عمر المكي حدثنا سفيان بن عيينة عن ابن ابي نجيح عن مجاهد عن ام هانی بنت ابی طالب قالت قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم علينا مكة قدمة وله اربع غدائر۔

(۵) ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے بال مبارک چار حصہ مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے۔

ف: مشہور قول کے موافق ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ کو تشریف آوری چار مرتبہ ہوئی اول عمرۃ القضاء میں جو سنہ سات ہجری میں تھا۔ پھر فتح مکہ میں سنہ آٹھ ہجری پھر اسی سفر میں عمرۃ الجعرانۃ کے لئے۔ پھر دس ہجری میں حج کے لئے۔ یہ تشریف آوری جس کا اس حدیث شریف میں ذکر ہے۔ بیجوری کے قول کے موافق فتح مکہ کے وقت ہوئی اور یہی مظاہر حق میں لکھا ہے بعض علماء نے اور اوقات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ مردوں کے لئے عورتوں کی طرح سے مینڈھیاں مکروہ ہیں اس حدیث سے مینڈھیوں سے وہی مراد لی جائیں جس میں تشبہ نہ ہو کہ تشبہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے۔

(۶) حدثنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك عن معمر عن ثابت البناني عن انس ان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم كان الى انصاف اذنيه۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک ہوتے تھے۔

(۷) حدثنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك عن يونس بن يزيد عن الزهري حدثنا عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسدل شعره وكان المشركون يفرقون رؤسهم وكان اهل الكتاب يسدلون رؤسهم وكان يحب موافقة اهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اولاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑ دیا کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب نہیں نکالتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابتداً ان امور میں جن میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے لیکن اسکے بعد یہ منسوخ ہوگیا اس لئے

ثم فرق رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مخالفت اہل کتاب کرنے لگے۔

(۸) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن بن مهدي عن ابراهيم بن نافع المكي عن ابن ابي نجيح عن مجاهد عن ام هانئ قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذا ضفائر اربع۔

(۸) ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار گیسوؤں والا دیکھا۔

ف: بظاہر یہ حدیث وہی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔

باب ما جاء في ترجل رسول الله صلى الله عليه وسلم

باب ۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرنیکا بیان

ف: بالوں میں کنگھا کرنا مستحب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی فرمائی ہے اور خود بھی اپنے مبارک بالوں میں کنگھا کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) حدثنا اسحق بن موسى الانصاري حدثنا معن بن عيسى حدثنا مالك بن انس عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها قالت كنت ارجل رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا حائض۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

ف: اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے کہ حائضہ کو حالت حیض میں ہر قسم کی خدمت کرنا جائز ہے۔ حیض سے عورت کا تمام جسم نجس نہیں ہوتا۔ صحبت وغیرہ البتہ ناجائز ہے۔

(۲) حدثنا يوسف بن عيسى حدثنا وكيع حدثنا الربيع بن صبيح عن يزيد بن ابان هو الرقاشي عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر دهن رأسه وتسريح لحيته ويكثر

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو، تیل کے کثرت استعمال

اَلْقِنَاعَ حَتّٰی کَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ۔

سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو۔

ف:۔ یعنی تیل سے چونکہ کپڑے خراب ہو جاتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت کے خلاف ہے اسلئے اس کی حفاظت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا سر پر ڈال لیتے تھے تاکہ عمامہ وغیرہ خراب نہ ہو

(۳) حدثنا هناد بن السری حدثنا ابو الاحوص عن اَشْعَثَ بن ابی الشعثاء عن ابیه عن مسروقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیُحِبُّ التَّیَمُّنَ فِیْ طُهُوْرِهٖ اِذَا تَطَهَّرَ وَفِیْ تَرَجُّلِهٖ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِیْ اِنْتِعَالِهٖ اِذَا انْتَعَلَ۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں، جوتہ پہننے میں، (غرض ہر امر میں) دائیں کو مقدم رکھتے تھے یعنی پہلے دائیں جانب کنگھا کرتے پھر بائیں جانب۔

ف:۔ ان تین چیزوں کی جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں کچھ قید نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کی دائیں سے ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے اسی وجہ سے ترجمہ میں ہر چیز کا اضافہ کر دیا اور اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے جیسے کپڑا جوتا اور نکالنے میں بایاں قدم۔ اور جس چیز کا وجود زینت نہیں اس کے کرنے میں بایاں مقدم کرنا چاہیئے۔ جیسے پاخانہ جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہیئے اور نکلتے وقت دایاں برخلاف مسجد کے کہ اس کا قیام شرافت اور بزرگی ہے اس لئے مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اوّل داخل کرنا چاہیئے اور نکلتے وقت بایاں پاؤں اول نکالنا چاہیئے۔

(۴) حدثنا محمد بن بشار حدثنا یحیٰی بن سعید عن هشام بن حسان عن الحسن البصری عن عبد اللّٰه بن مُغَفَّلٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا۔

(۴) عبد اللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے مگر گاہے گاہے۔

ف:۔ قاضی عیاض رحؒ فرماتے ہیں کہ گاہے گاہے سے مراد تیسرا دن ہے۔ ابو داؤد شریف میں ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کوئی ضرورت اس کی مقتضی نہ ہو ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ یہ ممانعت بطور کراہیت تنزیہی کے ہے اور اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب بالوں میں پراگندگی نہ ہو۔ پراگندگی

کی صورت میں روزانہ کنگھی کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(۵) حدثنا الحسن بن عَرَفَةَ قَالَ حدثنا عبد السلام بن حرب عن یزید بن ابی خالد عن ابی العلاء الاودی عن حمید بن عبد الرحمٰن عن رجل من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَرَجَّلُ غِبًّا۔

(۵) حمید بن عبد الرحمٰن ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے گاہے کنگھی کیا کرتے تھے۔

باب ماجاء فی شیب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

باب۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال آجانیکا ذکر

ف:۔ اس باب میں امام ترمذی رحؒ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابو داؤد حدثنا همام عن قتادة قال قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَبْلُغْ ذٰلِكَ اِنَّمَا کَانَ شَیْبًا فِیْ صُدْغَیْهِ وَلٰکِنْ اَبُوْبَکْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ۔

(۱) قتادہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہنچی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی۔ سفیدی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی تھی، البتہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنا اور کتم سے خضاب فرمایا کرتے تھے۔

ف:۔ کتم ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملا کر سرخ ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملا کر مائل بسیاہی ہو جاتا ہے۔ ملا علی قاری کہتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ۔ الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ خالص سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے۔

(۲) حدثنا اسحٰق بن منصور و یحیٰی بن

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

موسٰی قالا حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن ثابت عن انس قال ما عددت فی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولحیتہ الا اربع عشرۃ شعرۃ بیضاء۔

ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں چودہ سے زائد سفید بال نہیں گنے

ف:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بہت ہی کم تھے لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے اس روایت سے چودہ معلوم ہوتے ہیں۔ بعض روایات سے سترہ، اٹھارہ اور بعض سے تقریباً بیس معلوم ہوتے ہیں یہ کچھ ایسا اختلاف نہیں، مختلف زمانوں پر بھی محمول ہو سکتی ہیں اور گننے کے فرق پر بھی حمل کی جا سکتی ہیں۔

(۳) حدثنا محمد بن مثنی حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبۃ عن سماک بن حرب قال سمعت جابر بن سمرۃ یسئل عن شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان اذا دھن راسہ لم یر منہ شیب فاذا لم یدھن رئی منہ۔

(۳) حضرت جابرؓ سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیل کا استعمال فرماتے تھے تو وہ محسوس نہیں ہوتے تھے ورنہ کچھ سفیدی کہیں کہیں محسوس ہو تی تھی

ف:۔ تیل کے استعمال کے وقت چونکہ سب بال چمکنے لگتے تھے اس لئے بالوں کی سفیدی تیل کی چمک میں مخلوط ہو جاتی تھی یا اس وجہ سے کہ تیل کی وجہ سے بال جم جاتے تھے تو سفید بال اپنی قلت کی وجہ سے مستور ہو جاتے تھے اور جب تیل لگا ہوا نہیں ہوتا تھا تو وہ منتشر ہو جانے کی وجہ سے ظاہر ہو جاتے تھے۔

(۴) حدثنا محمد بن عمر بن الولید الکندی الکوفی حدثنا یحیٰی بن آدم عن شریک عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال انما کان شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوا من عشرین شعرۃ بیضاء۔

(۴) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال تقریباً بیس تھے۔

ف:۔ یہ پہلے گذر چکا ہے کہ یہ روایت اوروں کے کچھ خلاف نہیں۔

(۵) حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء حدثنا معاویۃ بن ہشام عن شیبان عن ابی اسحٰق عن عکرمۃ عن ابن عباس قال قال ابو بکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ھود والواقعۃ والمرسلٰت

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ بوڑھے ہو گئے (اس کی کیا وجہ حالانکہ آپؐ کا اعتدال اس کا مقتضی تھا کہ آپؐ جوان ہی رہتے، یا آپؐ کی عمر شریف کا

وعم یتساءلون واذا الشمس کورت۔

مقتضی یہ تھا کہ آپؐ اس وقت تک جوان رہتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود۔ سورۂ واقعہ۔ سورۂ مرسلٰت۔ سورۂ عم یتساءلون۔ سورۂ اذا الشمس کورت ان سورتوں نے بوڑھا بنا دیا۔

ف:۔ ان سورتوں کی قید نہیں ان کے علاوہ سورۂ الحاقۃ، سورۂ القارعۃ، سورۂ غاشیہ وغیرہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ مقصود وہ سب سورتیں ہیں جن میں دہشت اثر امور کا ذکر ہے جیسے قیامت، جہنم، صور شقی لوگوں کا انجام وغیرہ وغیرہ۔ اسی لئے ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امور میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جاتے تو ہنسنا بہت ہی کم کر دیتے اور اکثر اوقات روتے رہا کرتے حتیٰ کہ بیبیوں کے پاس جانا بھی چھوڑ دیتے (او کما قال) شرح سنۃ میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ حدیث پہنچی کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا کیا بات ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں ایک آیت ہے۔ فاستقم کما امرت یعنی دین پر ایسے مستقیم رہو جیسا کہ حکم ہے اور ظاہر ہے کہ حکم کے موافق پوری استقامت بہت ہی مشکل امر ہے اس لئے صوفیا نے لکھا ہے کہ استقامت ہزار کرامتوں سے افضل ہے۔

(۶) حدثنا سفیٰن بن وکیع اخبرنا محمد بن بشر عن علی بن صالح عن ابی اسحٰق عن ابی جحیفۃ قال قالوا یا رسول اللہ نراک قد شبت قال شیبتنی ھود واخواتھا۔

(۶) ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ پر کچھ ضعف وغیرہ اثر بڑھاپے کا محسوس ہونے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کر دیا۔

ف:۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے تشریف لاتے ہوئے داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ منظر دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس قدر جلدی آپ پر بڑھاپا آگیا ہے اور یہ کہہ کر رونے لگے اور آنسو جاری ہو رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورۂ ہود جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ زمخشری کہتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص شام کے وقت بالکل سیاہ بال جوان تھا، ایک ہی رات میں بالکل سفید ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رات قیامت کا منظر دیکھا ہے کہ لوگ زنجیروں سے کھینچ کر جہنم میں ڈالے جا رہے ہیں اس کی دہشت مجھ

پر کچھ ایسی غالب ہوئی کہ اس نے ایک ہی رات میں مجھے اس حالت پر پہنچا دیا۔ اللہ اکبر۔

(۷) حدثنا علی بن حجر قال انبأنا شعیب بن صفوان عن عبد الملک بن عمیر عن ایاد بن لقیط العجلی عن ابی رمثۃ التیمی تیم الرباب قال اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعِیَ ابْنٌ لِّی قَالَ فَاُرِیْتُہٗ فَقُلْتُ لَمَّا رَاَیْتُہٗ ھٰذَا نَبِیُّ اللّٰہِ وَعَلَیْہِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَہٗ شَعْرٌ قَدْ عَلَاہُ الشَّیْبُ وَشَیْبُہٗ اَحْمَرُ۔

(۷) ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا (کہ یہ تشریف فرما ہیں غالباً یہ پہلے سے پہچانتے نہ ہوں گے) میں نے حضورؐ کو دیکھا تو مجھے معاً یہ کہنا پڑا کہ واقعی آپ اللہ کے سچے نبی ہیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی بھی سبز تھی اور چادر بھی سبز) اور آپؐ کے چند بالوں پر بڑھاپے کے آثار غالب ہو گئے تھے لیکن وہ بال سرخ تھے۔

ف: چہرہ انور پر جو آثار ہیبت و وقار اور انوار نبوت تھے ان کو دیکھ کر بے اختیار آدمی کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے ہیں کہ بیشک آپؐ اللہ کے رسول ہیں بلاشبہ آپؐ جھوٹے نہیں ہو سکتے وغیرہ وغیرہ متعدد حضرات صحابہؓ سے اس قسم کے الفاظ ابتدائی نظر میں حدیث کی کتابوں میں نقل کئے ہیں حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بالوں کا بھی ذکر ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں۔ بعض خضاب کے قائل ہیں وہ اس سرخی کو خضاب پر محمول فرماتے ہیں اور بعض لوگ قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ بال جب سفید ہوتا ہے تو اکثر مرتبہ اول سرخ ہوتا ہے یہ سرخی اصلی تھی خضاب کی نہیں تھی۔ خضاب کا بیان مستقل دوسرے باب میں آنے والا ہے۔

(۸) حدثنا احمد بن منیع حدثنا سریج بن النعمان انبأنا حماد بن سلمۃ عن سماک بن حرب قال قِیْلَ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ اَمَا کَانَ فِیْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْبٌ قَالَ لَمْ یَکُنْ فِیْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْبٌ اِلَّا شَعَرَاتٌ فِیْ مَفْرِقِ رَأْسِہٖ اِذَا ادَّھَنَ وَارَاھُنَّ الدُّھْنُ۔

(۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال تھے انہوں نے کہا کہ صرف چند بال مانگ پر تھے جو تیل لگانے کی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

ف: یہ روایت بظاہر اس روایت کے کچھ خلاف ہے جو حضرت انسؓ سے شروع باب میں گزری ہے لیکن کوئی ایسا اشکال نہیں اس لئے کہ وہ دو چار بال مانگ میں تھے جو بالوں میں مستور ہو جاتے

اور تیل نہ ملنے کے وقت ظاہر ہوتے تھے۔ اس لئے اگر کسی روایت میں ان کا ذکر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب فرمانے کا ذکر

ف: اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں امام ترمذی نے ان میں سے چار حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔ ان ہی روایات مختلف کی بنا پر علماء میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں۔ اکثر حضرات کے نزدیک امام ترمذیؒ کا میلان خضاب نہ کرنے کی طرف ہے حنفیہ بھی اسی طرف مائل ہیں چنانچہ درمختار میں اس کی تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب نہ کرنا زیادہ صحیح ہے اور علامہ شامیؒ نے اس کی یہی وجہ بتلائی ہے کہ حضورؐ کی داڑھی اور سر مبارک میں بخاری وغیرہ کی روایت کے موافق سترہ بال سفید تھے اور بیجوری شافعیؒ شارح شمائل اس کے قائل ہوئے ہیں کہ حضورؐ نے کبھی کبھی خضاب فرمایا اور اکثر نہیں کیا۔

مسئلہ: علماء حنفیہ کے نزدیک خضاب مستحب ہے لیکن مشہور قول کے موافق سیاہ خضاب مکروہ ہے اور علماء شافعیہ کے نزدیک خضاب سنت ہے مگر سیاہ خضاب حرام ہے۔

(۱) حدثنا احمد بن منیع اخبرنا هشیم اخبرنا عبد الملک بن عمیر عن ایاد بن لقیط قال اخبرنی ابو رمثۃ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابن لی فَقَالَ ابْنُکَ ھٰذَا فَقُلْتُ نَعَمْ اَشْھَدُ بِہٖ قَالَ لَا یَجْنِیْ عَلَیْکَ وَلَا تَجْنِیْ عَلَیْہِ قَالَ وَرَاَیْتُ الشَّیْبَ اَحْمَرَ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی ھٰذَا اَحْسَنُ شَیْءٍ رُوِیَ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ وَاَفْسَرُ لِاَنَّ الرِّوَایَاتِ الصَّحِیْحَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْلُغِ الشَّیْبَ وَاَبُوْ رِمْثَۃَ اسْمُہٗ رِفَاعَۃُ بْنُ یَثْرِبِیِّ التَّیْمِیُّ۔

(۱) ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرتؐ یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ اسکے گواہ رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی جنایت کا بدلہ تجھ پر نہیں۔ اور تیری جنایت کا بدلہ اس پر نہیں (فائدہ میں اس کی وضاحت آئیگی) ابو رمثہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعض بالوں کو سرخ دیکھا۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

ف:- زمانہ جاہلیت کا دور تھا کہ بیٹا باپ کے جرم میں ماخوذ ہو جاتا تھا۔ ابو رمثہ نے اسی قاعدہ کی بنا پر یہ عرض کیا تھا کہ اگر کبھی اس امر کی ضرورت پیش آوے تو آپؐ اس کے گواہ رہیں کہ واقعی یہ میرا بیٹا ہے حضورؐ نے زمانہ جاہلیت کی اس رسم کا رد فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اسلام کا یہ قاعدہ نہیں کہ کوئی کرے اور کوئی بھرے لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کا ذمہ دار نہیں۔

(۲) حدثنا سفیان بن وکیع قال اخبرنا ابی عن شریك عن عثمان بن موھب قال سُئِلَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَرَوٰى اَبُوْ عَوَانَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ فَقَالَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا انہوں نے کہا کہ ہاں کیا

---

(۳) حدثنا ابراھیم بن ھرون قال انبأنا النضر بن زرارة عن ابی جناب عن ایاد بن لقیط عن الجھذمة امراة بشیر بن الخصاصیة قالت اَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ يَنْفُضُ رَاْسَهٗ وَقَدِ اغْتَسَلَ وَبِرَاْسِهٖ رَدْعٌ اَوْ قَالَ رَدْغٌ مِنْ حِنَّاءٍ شَكَّ فِيْ هٰذَا الشَّيْخُ۔

(۳) جہذمہ جو بشیر بن خصاصیہ کی بیوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرما رکھا تھا، اس لئے سر مبارک کو جھاڑ رہے تھے اور آپؐ کے سر مبارک پر حنا کا اثر تھا۔

(۴) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن انبأنا عمرو بن عاصم اخبرنا حماد بن سلمة انبأنا حمید عن اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا قَالَ حماد واخبرنا عبد اللہ بن محمد بن عقیل رَاَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَخْضُوْبًا۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب میں مختلف روایتیں ہیں جیسا کہ مفصل گذر

لیکن اس روایت میں ایک خاص اشکال ہے وہ یہ کہ اس سے پہلے باب کی سب سے پہلی حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خضاب کی نفی مذکور ہو چکی ہے لیکن دونوں روایتیں اگر صحیح مان لی جائیں تو مختلف اوقات پر محمول ہو سکتی ہیں۔

باب ماجاء فی کحل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ کا بیان

ف:- سرمہ آنکھ میں ڈالنا مستحب ہے آدمی کو چاہیئے کہ ثواب کی نیت سے سرمہ ڈالے کہ اس میں آنکھ کو فائدہ پہنچنے کے علاوہ اتباع کا ثواب بھی ہے، امام ترمذیؒ نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن حمید الرازی انبأنا ابو داود الطیالسی عن عباد بن منصور عن عکرمة عن ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اكْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلٰثَةً فِيْ هٰذِهٖ وَثَلٰثَةً فِيْ هٰذِهٖ۔

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو اس لئے کہ وہ آنکھوں کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے حضرت ابن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ حضور اقدسؐ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے تین تین سلائی ہر رات آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے۔

ف:- اثمد ایک خاص سرمہ کا نام ہے جو سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے بلادِ مشرقیہ میں پیدا ہوتا ہے بعض اہل ایران اس سے اصفہانی سرمہ مراد لیتے ہیں اور بعض نے توتیا بتلایا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تندرست آنکھوں والے اور وہ لوگ ہیں جن کو موافق آجائے ورنہ مریض آنکھ اس سے زیادہ دکھنے لگتی ہے۔ سرمہ کا سوتے وقت ڈالنا زیادہ مفید ہے کہ آنکھ میں دیر تک باقی بھی رہتا ہے اور مسامات میں سرایت بھی اس وقت زیادہ کرتا ہے۔ سلائی کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں بعض روایات میں دونوں آنکھوں میں تین تین وارد ہوئی ہیں جیسا کہ ابھی گذرا ہے اور بعض روایات میں دائیں آنکھ میں تین بائیں میں دو وارد ہوئی ہیں۔ یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں کہ بعض مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے تھے اور بعض مرتبہ ایسا۔ حافظ ابن حجر ملا علی قاری وغیرہ حضرات نے پہلی صورت کو راجح فرمایا ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متعدد احادیث میں یہی

صورت نقل کی گئی ہے جیسا آئندہ روایات میں آرہا ہے۔

(۲) حدثنا عبد اللہ بن الصباح الہاشمی البصری اخبرنا عبید اللہ بن موسٰے اخبرنا اسرائیل بن یونس عن عباد بن منصور ح وحدثنا علی بن حجر حدثنا یزید بن ھرون انبانا عبّاد بن منصور عن عکرمۃ عن ابن عباس قال کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلٰثًا فِیْ کُلِّ عَیْنٍ وقال یزید بن ھرون فی حدیثہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ لَہٗ مِکْحَلَۃٌ یَکْتَحِلُ مِنْہَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلٰثًا فِیْ کُلِّ عَیْنٍ۔

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین سلائی اثمد کے سرمہ کی ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت میں ابن عباسؓ ہی سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے سونے کے وقت تین تین سلائی آنکھ میں ڈالا کرتے تھے۔

(۳) حدثنا احمد بن منیع انبانا محمد بن یزید عن محمد بن اسحٰق عن محمد بن المنکدر عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالْاِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ فَاِنَّہٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ ضرور ڈالا کرو، وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے۔

(۴) حدثنا قتیبۃ بن سعید قال اخبرنا بشر بن المفضل عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَیْرَ اَکْحَالِکُمُ الْاِثْمِدُ یَجْلُو الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

(۴) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے سب سرموں میں سرمہ اثمد بہترین سرمہ ہے آنکھ کو بھی روشنی پہنچاتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے۔

ف:۔ اس حدیث کے راویوں میں بشر بن مفضل کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ ان کا معمول چار سو رکعات نفل روزانہ پڑھنے کا تھا اور ایک دن افطار اور ایک دن روزہ یہ دائمی معمول تھا۔

(۵) حدثنا ابراھیم بن المستمر البصری حدثنا ابو عاصم عن عثمان بن عبد الملک عن سالم عن ابن عمر قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا کہ اثمد ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو بھی

عَلَیْکُمْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّہٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے۔

ف:۔ ان سب روایتوں میں اثمد کی ترغیب ہے لیکن ان سے وہی آنکھیں مراد ہیں جن کو موافق آجائے ورنہ بعض عوارض کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ سرمہ موافق نہیں آتا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے علماء نے ان ارشادات اور معمولات کی وجہ سے لکھا ہے کہ سرمہ ڈالنا سنت ہے اور خاص اثمد کا سرمہ افضل ہے لہٰذا اگر اثمد کے علاوہ کوئی اور سرمہ ڈالے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ البتہ فضیلت اس کے لئے ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ لِبَاسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا ذکر

ف:۔ اس باب میں مصنف نے سولہ[16] حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ لباس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ آدمی کا لباس کوئی واجب ہوتا ہے کوئی مستحب کوئی حرام کوئی مکروہ اور کوئی مباح۔ آدمی کو لباس کے وقت اہتمام سے مندوبات کی طرف رغبت اور مکروہات سے اجتناب کرنا چاہئے۔ واجب وہ مقدار ہے جس سے ستر عورت کیا جائے اور مندوب وہ ہے جس کے پہننے میں شریعت میں ترغیب آئی ہو۔ جیسے عمدہ کپڑا عید بقر عید کے لئے اور سفید کپڑا جمعہ کے لئے۔ مکروہ وہ ہے جس کے نہ پہننے کی ترغیب آئی ہو جیسے غنی کے لئے ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہننا۔ حرام وہ جس کے پہننے کی ممانعت آئی ہو۔ جیسے مرد کیلئے ریشمی کپڑا بلا عذر پہننا۔

(۱) حدثنا محمد بن حمید الرازی انبانا الفضل بن موسٰی وابو تمیلۃ وزید بن حباب عن عبد المؤمن بن خالد عن عبد اللہ بن بریدۃ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصَ۔ (۲) حدثنا علی بن حجر حدثنا الفضل بن موسٰی عن عبد المؤمن بن خالد عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ام سلمۃ قالت کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصَ۔

(۱ و ۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کو زیادہ پسند فرمانے کی وجوہ علماء نے مختلف تحریر فرمائی

ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس سے بدن اچھی طرح ڈھانکا جاتا ہے بخلاف لنگی وغیرہ کے اس لئے وہ پسند تھا بعض کہتے ہیں کہ کم قیمت ہونے اور بدن پر بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف چادر وغیرہ کے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس سے تکبر نہیں پیدا ہوتا برخلاف بعض اور کپڑوں کے۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ کرتہ میں ستر عورت بھی اچھی طرح سے ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہو جاتی ہے۔ برخلاف اور کپڑوں کے کہ ان سے یا تجمل ہی کمی رہے گی جیسے لنگی یا ستر عورت میں جیسے چادر۔ اس باب کی آٹھویں حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے اس کے ساتھ تطبیق اسی جگہ ذکر کی جائے گی۔

(۳) حدثنا زیاد بن ایوب البغدادی حدثنا ابو تمیلة عن عبد المؤمن بن خالد عن عبد اللہ بن بریدة عن امه عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُہُ الْقَمِیْصَ قال ابو عیسٰی ھکذا قال زیاد بن ایوب فی حدیثه عن عبد اللہ بن بریدة عن امه عن ام سلمة وھکذا روی غیر واحد عن ابی تمیلة مثل روایة زیاد بن ایوب وابو تمیلة یزید فی ھٰذا الحدیث عن امه وھو اصح۔

(۳) ایسے ہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بعض لوگوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہننے کے لئے سب کپڑوں میں سے کرتہ زیادہ پسند تھا۔

ف:۔ ملا علی قاری نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا جو زیادہ لمبا بھی نہ تھا اور اس کی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ بیجوری نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ایک ہی کرتہ تھا۔ اور حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول صبح کے کھانے میں شام کے لئے بچا کر رکھنے کا نہ تھا نہ شام کے کھانے میں سے صبح کے لئے بچانے کا تھا اور کوئی کپڑا کرتہ یا چادر یا لنگی یا جوتہ دو عدد نہ تھے۔ مناوی نے حضرت ابن عباس رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حضورؐ کا کرتہ زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا نہ اس کی آستینیں لمبی ہوتی تھیں۔ دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک ہونا چاہیئے۔

(۴) حدثنا عبد اللہ بن محمد بن الحجاج حدثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی عن بدیل العقیلی عن شھر بن حوشب عن اسماء بنت یزید قالت کَانَ کُمُّ قَمِیْصِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الرُّسْغِ۔

(۴) اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کی آستین پہونچے تک ہوتی تھی۔

ف:۔ یہ روایت بظاہر اس روایت کے خلاف ہے جس میں آستین کا پہونچے سے نیچا ہونا وارد ہوا

علماء نے ان دونوں روایتوں کو چند طریق سے جمع کیا ہے اولاً یہ کہ تعدد اوقات پر حمل کی جائیں کہ کبھی ایسی ہوتی تھیں اور کبھی اس طرح۔ دوم یہ کہ آستین جس وقت میں سکڑی ہوئی ہوتی تھی تو پہنچے تک اور جس وقت سیدھی ہوتی تھی تو پہنچے سے نیچے تک بھی ہو جاتی تھی۔ بعض لوگوں نے دونوں روایتوں کو تخمینہ پر حمل فرمایا اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں، مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بذل المجہود میں تحریر فرمایا ہے کہ پہنچے تک کی روایات افضلیت پر محمول ہیں اور زیادہ کی روایت بیان جواز پر۔ علامہ جزریؒ نے لکھا ہے کہ کرتہ کی آستین میں سنت یہ ہے کہ پہنچے تک ہو اور کرتہ کے علاوہ چوغہ وغیرہ میں نیچے تک لیکن انگلیوں سے متجاوز نہ ہو۔

(۵) حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث حدثنا ابو نعیم حدثنا زھیر عن عروة بن عبد اللہ بن قشیر عن معاویة بن قرة عن ابیه قال اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَھْطٍ مِّنْ مُّزَیْنَةَ لِنُبَایِعَہٗ وَاِنَّ قَمِیْصَہٗ لَمُطْلَقٌ اَوْ قَالَ زِرُّ قَمِیْصِہٖ مُطْلَقٌ قَالَ فَاَدْخَلْتُ یَدِیْ فِیْ جَیْبِ قَمِیْصِہٖ فَمَسَسْتُ الْخَاتَمَ۔

(۵) قرة بن ایاس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلۂ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر تبرکاً مہر نبوت کو چھوا۔

ف:۔ ان کی حاضری جس وقت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان کھلا ہوا تھا۔ اسی حالت میں ان کو زیارت ہوئی۔ محبت کا لازمہ ہے کہ محبوب کی ہر ادا دل میں کھب جائے۔ عروہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ رضؓ اور ان کے بیٹے کو کبھی بھی گریبان کی گھنڈی لگائے نہیں دیکھا، گرمی ہو یا سردی ہمیشہ ان کی گھنڈیاں کھلی رہتی تھیں ان حضرات کے اسی عشق کی بدولت آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا امت کے پاس محفوظ ہے۔

(۶) حدثنا عبد بن حمید حدثنا محمد بن الفضل حدثنا حماد بن سلمة عن حبیب بن الشھید عن الحسن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَھُوَ یَتَّکِئُ عَلٰی اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ عَلَیْہِ ثَوْبٌ قِطْرِیٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِہٖ فَصَلّٰی بِھِمْ۔ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ سَاَلَنِیْ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ عَنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ اَوَّلَ مَا جَلَسَ اِلَیَّ فَقُلْتُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ لَوْ کَانَ مِنْ کِتَابِکَ

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ پر سہارا لگائے ہوئے مکان میں تشریف لائے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یمنی منقش کپڑا تھا جس میں حضورؐ لپٹے ہوئے تھے پس حضورؐ نے باہر تشریف لا کر صحابہ رضؓ کو نماز پڑھائی۔

فَقُمْتُ لِاُخْرِجَ کِتَابِیْ فَقَبَضَ عَلٰی ثَوْبِیْ ثُمَّ قَالَ اَمْلِهٖ عَلَیَّ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ لَا اَلْقَاکَ قَالَ فَاَمْلَیْتُهٗ عَلَیْهِ ثُمَّ اَخْرَجْتُ کِتَابِیْ فَقَرَأْتُ عَلَیْهِ۔

ف:۔ یہ قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا ہے، چنانچہ دارقطنی نے اس کی تصریح کی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ پر سہارا لگا رکھا تھا اور غالب یہ ہے کہ مرض الوفات کا قصہ ہے کہ اس قسم کے واقعات اس میں پیش آئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی چیز پر ٹیک لگانے کے باب میں بھی یہ حدیث آئے گی۔ اس حدیث کی سند کے متعلق ایک عجیب قصہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے جس سے حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث کے ساتھ شدت اشتیاق اور ان کی نگاہ میں دنیا کی بے ثباتی معلوم ہوتی ہے محمد بن الفضل کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین (جو علم حدیث کے بڑے جلیل القدر امام ہیں حتیٰ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ انہوں نے دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں) نے بیٹھے ہی اس حدیث کو مجھ سے دریافت کیا اور میں نے سنانا شروع کیا تو وہ فرمانے لگے کہ کاش اپنی کتاب سے سناتے تاکہ زیادہ قابلِ اطمینان ہوتی۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں کتاب لینے کے لئے اندر جانے لگا تو یحییٰ بن معینؒ نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور یہ کہنے لگے کہ پہلے مجھے حفظ ہی لکھاتے جاؤ موت حیات کا کچھ اعتبار نہیں ممکن ہے کہ میں پھر مل سکوں نہ مل سکوں کتاب دیکھ کر دوبارہ سنا دینا۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ اول میں نے حفظ سنائی اور پھر کتاب لا کر دوبارہ دیکھ کر سنائی۔

اللہ اکبر ان کو طرفین کی حیات کا اس قدر بھی اطمینان نہیں تھا کہ اندر سے کتاب لانے تک زندگیت کا یقین ہو اور حدیث کا شغف یہ کہ اس کے فوت ہو جانے کا بعید خطرہ بھی گوارا نہ ہوا۔

(۷) حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبد اللہ بن عبد اللہ بن المبارکؒ عن سعید بن ایاس الجریری عن ابی نضرۃ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْ قَمِيْصًا اَوْ رِدَاءً ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ

(۷) ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ کوئی کپڑا پہنتے تو اظہارِ مسرت کے طور پر اس کا نام لیتے مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا ایسے ہی عمامہ چادر وغیرہ۔ پھر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔ (ترجمہ) اے اللہ تیرے

خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔ ہی لئے تمام تعریفیں ہیں اور اس کپڑے کے پہنانے پر

تیرا ہی شکر ہے۔ یا اللہ تجھ ہی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب نہ ہو ضائع نہ ہو) اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھ ہی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔ کپڑے کی بھلائی برائی تو ظاہر ہے اور "جس چیز کے لئے بنایا گیا" کا مطلب یہ ہے کہ گرمی سردی اور زینت وغیرہ جس غرض کے لئے پہنا گیا اس کی بھلائی یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں استعمال ہو عبادت پر معین ہو اور اس کی برائی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں استعمال ہو عُجب و تکبر وغیرہ پیدا کرے۔

(۸) حدثنا ہشام بن یونس الکوفی انبأنا القاسم بن مالک المزنی عن الجریری عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نحوہ۔

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔

حدثنا محمد بن بشار انبأنا معاذ بن ہشام حدثنی ابی عن قتادۃ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةُ۔

ف:۔ یہ حدیث بظاہر باب کی پہلی حدیث کے مخالف ہے جس میں کرتہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ علماء نے اس کی مختلف توجیہیں فرمائی ہیں سب سے زیادہ سہل تو یہ ہے کہ ان میں کچھ منافات ہی نہیں وہ بھی زیادہ پسند تھا اور یہ بھی یا یہ کہا جائے کہ پہننے کے کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں چادر۔ بعض لوگوں نے ثبوت کے لحاظ سے اس حدیث کو زیادہ قوی بتایا ہے بعض لوگوں نے اس پہلی حدیث کو اقسامِ لباس پر حمل کیا ہے کہ کپڑوں کی سب قسموں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اس حدیث کو الوان پر یعنی رنگ کے لحاظ سے منقش چادر کا رنگ پسند تھا بعض نے کہا ہے کہ چادریں سبز رنگ کی ہوتی تھیں اور مقصود یہ ہے کہ رنگ کے اعتبار سے سبز رنگ پسند تھا کہ جنتی لباس سبز رنگ کا ہوگا۔

(۹) حدثنا محمود بن غیلان عبد الرزاق انبأنا سفیٰن عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى بَرِيْقِ سَاقَيْهِ قَالَ سُفْيٰنُ اُرَاهَا حِبَرَةً۔

(۹) ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا حضور اکرم ﷺ کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے سفیانؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں۔ وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔

ف :- یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایت میں بالتصریح موجود ہے سفیان کی اس روایت کی مراد میں منقش جوڑا اس لئے بتلاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے علماء کا اس میں اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں، سب سے پہلے باب میں بھی گذر چکا ہے کہ اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کی جاسکتی ہے حضرت قطب ارشاد مولانا گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں بکثرت یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لئے فتویٰ کی رُو سے جائز ہے تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے کہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔

(۱۰) حدثنا علی بن خشرم حدثنا عیسٰی بن یونس عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ جُمَّتُهُ لَتَضْرِبُ قَرِيْبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ

(۱۰) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں کے قریب تک آرہے تھے۔

ف :- یہ حدیث پہلے باب میں گذر چکی ہے یہاں سرخ جوڑے کی وجہ سے مکرر ذکر کی گئی

(۱۱) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مہدی انبانا عبید اللّٰہ بن ایاد عن ابیہ عَنْ رِمْثَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ۔

(۱۱) ابو رمثہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

ف :- یہ حدیث پہلے بھی دو جگہ گزر چکی ہے لباس کی وجہ سے اس باب میں مختصر طور پر ذکر کی گئی۔

(۱۲) حدثنا عبد بن حمید حدثنا عفان بن مُسْلِمٍ قال انبانا عبد اللّٰہ بن حسّان العنبری عن جدیتہ دُحَيْبَةَ وَ عليبة عَنْ قيلة بنت مخرمة قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْ نَفَضَتْهُ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ۔

(۱۲) قیلہ بنت مخرمہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضورؐ والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں۔ لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے۔

ف :- زعفران کے رنگے ہوئے کپڑوں کی حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے اسی لئے اس حدیث میں اسی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس زعفران کا اثر باقی نہیں رہا تھا تاکہ ان احادیث سے اختلاف واقع نہ

ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرانی دو چادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا اسی وجہ سے صوفیاء نے شکستگی کی حالت کو اختیار فرمایا کہ یہ تواضع کی طرف لے جانے والی ہے اور تکبر سے دور کرنے والی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو تو پھر شکستگی کی حالت محمود نہیں۔ چہ جائیکہ بجائے اس نفع کے اور مضرت حاصل ہو جیسا کہ اس زمین پر ہو رہا ہے کہ بسا اوقات اس اظہار شکستگی کو اظہار کمال کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور زبان حال سے سوال ہوتا ہے حضرت ابو الحسن شاذلی قدس سرہ، کا جو اکابر صوفیا میں ہیں قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ لباس میں تھے کسی شکستہ حال نے ان پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میری ہیئت حق تعالیٰ شانہ کا حمد و شکر ظاہر کر رہی ہے اور تیری یہ حالت صورت سوال بن رہی ہے تو اپنی زبان حال سے لوگوں سے سوال کر رہا ہے۔ الغرض بہ نیت تواضع لباس فاخرہ نہ پہننا افضل ہے بشرطیکہ کسی اور مضرت کی طرف نہ پہنچ جائے۔ اس کے بالمقابل اگر کوئی دینی مصلحت مقتضی ہو مثلاً کسی ہدیہ دینے والے مخلص کی دلداری مقصود ہو یا اور کسی قسم کی دینی منفعت اس پر مترتب ہوتی ہو تو عمدہ لباس پہننا بھی افضل اور مندوب ہو جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹنیوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا۔ البتہ یہ ضرور کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس سید الکونین آقا کا نہایت معمولی ہوتا تھا اسی وجہ سے اکثر مشائخ تصوف کا یہی معمول رہا ہے البتہ حضرات نقشبندیہ اور شاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہے اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی جیسا کہ حضرت ابو الحسن شاذلیؒ نے فرمایا نفس کے دھوکہ سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا اور عمدہ لباس میں تکبر و نخوت خطرناک امور ہیں۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس سے کوئی تعلق نہیں تھا اسی لئے امام ترمذیؒ نے اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا۔ تقریباً دُو ورق کا ہے، شراح نے بھی اس کو اختصاراً چھوڑ دیا اس میں ایک ابتدائی اسلام کا قصہ اور اس کی کیفیت ہے، البتہ مشہور روایات میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور اکرمؐ اس پرانے لباس میں غریبانہ نشست کے ساتھ تشریف فرما تھے ایک کھجور کی چھڑی حضورؐ کے دست مبارک میں تھی ایک شخص حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فقیرانہ ہیئت دیکھ کر رعب کی وجہ سے کانپنے لگے حضور اقدسؐ نے ان کی اس حالت کو خود ملاحظہ فرمایا، یا کسی نے عرض کیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ سکون اختیار کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ان پر سے سب

خوف جاتا رہا۔ بعض احادیث میں یہ قصہ خود قیلہ ہی کا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے بیان میں اس کا تھوڑا سا ذکر بھی فرمایا ہے اور قیلہ ہی کی طرف قصہ کی نسبت کی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے باب میں آرہا ہے۔

(۱۳) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا بشر بن المفضل عن عبد اللہ بن عثمان بن خیثم عن سعید بن جبیر عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ لِيَلْبَسْهَا اَحْيَاؤُكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ فَاِنَّهَا مِنْ خِيَارِ ثِيَابِكُمْ۔

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے، سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہیے۔

ف:۔ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید لباس پہننے کا ذکر نہیں اس لئے اسکو شمائل میں ذکر کرنا مخفی ہے لیکن یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ جب حضور اقدسؐ نے اسکی ترغیب فرمائی تو خود پہننا بھی نکل آیا، چنانچہ بخاری وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید لباس زیب تن فرمانا بالتصریح ثابت ہے۔

(۱۴) حدثنا محمد بن بشار انبانا عبد الرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیٰن عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن ابی شبیب عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔

(۱۴) سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو اس لئے کہ وہ زیادہ پاک صاف رہتا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔

ف:۔ زیادہ پاک صاف رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ذرا سا دھبہ کسی چیز کا پڑ جائے تو فوراً محسوس ہو جاتا ہے بخلاف رنگین کپڑے کے کہ اس میں تھوڑا سا دھبہ کم محسوس ہوتا ہے۔

(۱۵) حدثنا احمد بن منیع انبانا یحیٰی بن زکریا بن ابی زائدۃ حدثنا ابی عن مصعب بن شیبۃ عن صفیۃ بنت شیبۃ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ

(۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپؐ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔

وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدُ۔

(۱۶) حدثنا یوسف بن عیسیٰ حدثنا وکیع ... یونس بن ابی اسحٰق عن ابیه عن الشعبی عن ... بن المغیرۃ بن شعبۃ عن ابیه اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ۔

(۱۶) مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

ف:۔ یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے علماء نے ایسی ہی احادیث سے استنباط فرمایا ہے کہ کفار کی بنائی ہوئی چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں جب تک کہ کسی خارجی طریقے سے ان کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو۔ اس لئے کہ روم میں اس وقت تک لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے بنے ہوئے کپڑے حضورؐ نے زیب تن فرمائے ہیں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گزارہ کے بیان میں

ف:۔ یہ باب شمائل کے موجودہ نسخوں میں دو جگہ ملتا ہے ایک یہاں دوسرے اواخر کتاب میں لیکن دو جگہ مذکور ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں اس لئے بعض نسخوں میں ہر دو باب کی احادیث کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے تاہم چونکہ اکثر نسخوں میں دو جگہ پایا جاتا ہے اس لئے یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ امام ترمذیؒ کا مقصود اسی جگہ صرف نفس تنگی کو بیان کرنا ہے اور اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگی کی حالت میں جو جو چیزیں استعمال یا نوش فرمائی ہیں ان کا ذکر مقصود ہے اسی وجہ سے یہاں صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور اس جگہ زیادہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں اس چیز کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ گذشتہ باب میں جو لباس میں بعض ایسی چیزیں گزری ہیں جیسا پرانی لنگی یا تنگ آستین کا جبہ وغیرہ جو عام معمول کے خلاف تھا۔ یہ اس وقت کی عام تنگ حالی کی وجہ سے تھا کہ ابتداً عسرت زیادہ تھی پس الفاظ ترجمہ کے اگرچہ ایک ہیں لیکن مقصود علیحدہ ہے۔ امام ترمذی نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین قال کُنَّا عِنْدَ

(۱) ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ ابو ہریرہؓ کے پاس تھے ان پر ایک لنگی اور ایک چادر تھی وہ دونوں

أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ
فِي أَحَدِهِمَا فَقَالَ بَخٍ بَخٍ يَتَمَخَّطُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ
لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ
مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰى
عُنُقِي يُرَى أَنَّ بِي جُنُونًا وَمَا بِي جُنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوعُ۔

کتان کی تھیں، اور گیروی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک سے ناک صاف کیا پھر تعجب سے کہنے لگے کہ اللہ اللہ آج ابوہریرہ کتان کے کپڑوں سے ناک صاف کرتا ہے اور ایک وہ زمانہ تھا کہ جب میں منبر نبوی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان شدتِ بھوک کی وجہ سے بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجھے مجنون سمجھ کر میری گردن کو پاؤں سے دباتے تھے درحقیقۃً مجھے جنون وغیرہ کچھ نہیں تھا بلکہ شدت بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہو جاتی تھی۔

ف:۔ کتان ایک عمدہ قسم کا کپڑا ہوتا ہے صاحب لغات الصراح نے لکھا ہے کہ ایک باریک قسم کا کپڑا ہے جو گھانس کے چھڑے سے بنتا ہے اور صاحب محیط اعظم نے لکھا ہے کہ کتان کو ہندی میں السی کہتے ہیں اس کی چھال سے کپڑا اچھا بنا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی گردن کو پاؤں سے دبانا اس وجہ سے تھا کہ اس زمانہ میں مجنون کی گردن پاؤں سے علاجاً دبائی جاتی تھی کہ افاقہ پاوے۔ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں اس لئے ذکر کیا کہ ابوہریرہؓ جیسے خواص خدام کا جب یہ حال تھا تو اس سے آپؐ کی تنگی کا حال خود معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات اہلِ صفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان شمار ہوتے تھے اور جو کچھ آتا تھا وہ ان حضرات پر تقسیم ہوتا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے ایک آیت کے متعلق کچھ تحقیق کیا وہ بتا رہے تھے اور میں ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ چل نہ سکا اور گر کر بے ہوش ہو گیا۔ آج مسلمانوں کی تنگ حالی کا شور ہے اور روٹی کا سوال اتنا اہم ہے کہ اس کی خاطر ہر قسم کی بددینی کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن کیا ان حالات کے عشر عشیر بھی ہمارے حالات ہیں اور یہ حضرات ان مصائب پر بھی کسی قسم کی دینی مداہنت برداشت نہ کر سکتے تھے۔

(۲) حدثنا قتیبۃ حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عَنْ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ مَا شَبِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحْمٍ إِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ قَالَ مَالِكٌ سَأَلْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ مَا الضَّفَفُ فَقَالَ أَنْ يَتَنَاوَلَ مَعَ النَّاسِ۔

(۲) مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیری نہیں فرمائی مگر حالتِ ضفف پر۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ایک بدوی سے ضفف کے معنی پوچھے تو اس نے لوگوں کے ساتھ کھانے کے معنی بتلائے۔

ف:۔ ضفف کے معنے مخفی تھے چنانچہ اب بھی اہلِ لغت اس میں مختلف ہیں اسی وجہ سے مالک بن دینار نے ایک بدوی سے دریافت فرمایا۔ اجتماعی حالت میں پیٹ بھر کر کھانے کا مطلب بعض لوگوں نے بیان کیا کہ اگر کسی جگہ دعوت وغیرہ میں نوبت آتی تو شکم سیر ہو کر نوش فرماتے ویسے کبھی نوبت نہ آئی تھی اس پر بعض علماء نے بڑے زور سے رد فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی طرف ایسے امر کی نسبت کرنا جس کو اگر آج کسی کی طرف نسبت کیا جائے تو سخت ناگوار ہو نہایت بے ادبی ہے۔ مگر بندہ ناچیز کے نزدیک اس مطلب میں کوئی مانع نہیں اس لئے اس زمانہ میں اگر کسی کی طرف اس امر کی نسبت کی جاتی ہے کہ اپنے گھر پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بخیل ہے اور اس زمانہ میں آنحضرتؐ کی طرف اس کی نسبت کرنے میں اس کا ایہام نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت کی تنگ حالی معلوم ہے کہ کئی کئی وقت مسلسل فاقوں کی نوبت آتی تھی اور اس کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخا اور جود یہ کہ جو ہدیہ میں کہیں سے کچھ آجاتا تھا وہ اصحابِ صفہ پر تقسیم کیا جاتا تھا ایسی صورت میں پیٹ بھرنے کی نوبت کہاں آسکتی تھی لیکن شراح حدیث اس مطلب کو غلط بتلاتے ہیں اور ان کا ارشاد محبت ہے اس لئے اگر یہ مطلب غلط ہو تو اللہ جل شانہ اپنے لطف سے معاف فرمائیں اعوذ باللہ ان اقول فی حقہٖ صلی اللہ علیہ وسلم مالا یلیق بشانہٖ۔

بالجملہ جن علماء نے اس مطلب کو ناپسند فرمایا ہے وہ حدیث کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت میزبانی میں تو شکم سیر ہو کر نوش فرماتے تاکہ مہمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جلدی نہ اٹھ جائیں اور بھوکے نہ رہیں۔ نیز اس وقت جبکہ آپؐ کے یہاں کوئی مہمان ہوتا تھا تو اس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عسرت اور تنگی کے بھی فکر فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ مجمع کے ساتھ کھانا مراد ہو عام ہے کہ اپنے گھر ہو یا کسی دوسری جگہ اس کی وجہ ہے کہ جس مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کھینچ لینے کے بعد مجمع کا ہاتھ کھینچ لینا بدیہی ہے۔

تنبیہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم سیر ہونا جس جس جگہ وارد ہوا ہے ان سب مواضع میں وہی دو تہائی پیٹ بھر کر نوش فرمانا مراد ہے کہ یہ حالت بھی حالت مہمانی میں ہوتی تھی ورنہ بالکل شکم سیر ہونا کسی وقت بھی نہیں ہوتا تھا نہ حالتِ مہمانی میں نہ حالتِ تنہائی میں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ خُفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۱۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کے بیان میں

ف ا:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قسم کے موزے استعمال فرمائے ہیں موزے کے آداب میں سے دایاں موزہ پہلے پہننا اور موزہ کا پہننے سے قبل جھاڑ لینا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معجزات میں طبرانی نے ایک روایت موزہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا قصد فرما رہے تھے کہ ایک کوا آکر دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اوپر لے جا کر اس کو پھینک دیا اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کیا اور آداب موزہ سے ایک قانون فرما دیا کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔ امام ترمذی نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا هناد بن السري حدثنا وكيع عن دلهم بن صالح عن حجير بن عبد الله عن ابن بريدة عن ابيه اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔

(۱) بریدہؓ کہتے ہیں کہ نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیۃً بھیجے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا اور وضو کے بعد ان پر مسح بھی فرمایا۔

ف ا:- نجاشی حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسا کہ شریف والی مکہ کا لقب ہوتا تھا۔ ان نجاشی کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ علماء نے اس سے استنباط فرمایا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے البتہ چونکہ دوسری حدیث میں کافر کے ہدیہ سے انکار بھی آیا ہے اس لئے علماء نے مختلف طرح دونوں کو جمع کیا ہے۔

(۲) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا يحيى بن زكريا بن ابي زائدة عن الحسن بن عياش عن ابي اسحق عن الشعبي قال قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ

(۲) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کئے تھے ایک دوسری روایت میں موزوں کے ساتھ جبّہ کے

اَهْدٰى دِحْيَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ اِسْرَائِيْلُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتّٰى تَخَرَّقَا لَا يَدْرِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذَكِيٌّ هُمَا اَمْ لَا قال ابو عيسى هذا هو ابو اسحق الشيباني واسمه سليمان۔

پیش کرنے کا بھی ذکر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا۔ یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمایا کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے۔

ف ا:- اس اخیر لفظ سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح اور غیر مذبوح کی کھال دونوں استعمال کرنی جائز ہیں۔ بعض ائمہ کا اس میں اختلاف ہے جس کی بحث کتب فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ نَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۱۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین (جوتہ) شریف کے ذکر میں

ف ا:- اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتہ کی ہیئت اور اس کے پہننے اور نکالنے کا طریقہ ذکر فرمایا ہے نعل شریف کے برکات و فضائل حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے رسالہ زاد السعید کے اخیر میں مفصل مذکور ہے جس کو تفصیل مقصود ہو اس میں دیکھ لے۔ مختصر یہ کہ اس کے خواص بے انتہا ہیں۔ علماء نے بارہا تجربہ کئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میسر ہوتی ہے ظالموں سے نجات حاصل ہوتی ہے، ہر دلعزیزی میسر ہوتی ہے، غرض ہر مقصد میں اس کے توسل سے کامیابی ہوتی ہے، طریق توسل بھی اسی میں مذکور ہے امام ترمذی نے اس باب میں گیارہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابو داود حدثنا همام عن قتادة قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمَا قِبَالَانِ۔

(۱) قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کیسے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک جوتہ میں دو دو تسمے تھے۔

ف ا:- عرب میں جوتا ایسا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ یہاں ہند میں متعارف ہے بلکہ ایک چمڑے کی چپلی پر دو تسمہ ہوتے تھے۔

(۲) حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء حدثنا وکیع عن سفیان عن خالد الحذاء عن عبد اللہ بن الحارث عن ابن عباس قال کان لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّی شِرَاکُھُمَا۔

(۲) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے تسمہ دوہرے تھے۔

ف:۔ یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسمہ تھے یعنی ہر تسمہ دوہرا تھا۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی خالد حذاء ہیں۔ حذاء کے معنی موچی کے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ صاحب خود موچی نہیں تھے لیکن نشست وبرخاست اور تعلقات موچیوں سے تھے اس لئے ان کا لقب خالد موچی پڑ گیا کہ اسی سے پہچانے جاتے تھے۔ جس قسم کے آدمیوں سے تعلقات ہوتے ہیں ان کے ظاہری اور باطنی اثرات رنگ لائے بغیر نہیں رہتے۔

(۳) حدثنا احمد بن منیع ویعقوب بن ابراھیم حدثنا ابواحمد الزبیری حدثنا عیسی بن طھمان قال أَخْرَجَ اِلَیْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ نَعْلَیْنِ جَرْدَاوَیْنِ لَھُمَا قِبَالَانِ قَالَ فَحَدَّثَنِیْ ثَابِتٌ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّھُمَا کَانَتَا نَعْلَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۳) عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھلائے ان پر بال نہیں تھے مجھ سے اس کے بعد ثابت نے یہ بتلایا کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف تھے۔

ف:۔ اکثر چمڑے کو بغیر بال اتارے بھی عرب میں جوتہ بنالیا جاتا تھا اس لئے راوی نے بالوں کا ذکر فر[...]

(۴) حدثنا اسحق بن موسی الانصاری قال حدثنا معن قال حدثنا مالک حدثنا سعید بن ابی سعید المقبری عن عبید بن جریج انہ قال لابن عمر رَاَیْتُکَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِیَّۃَ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْھَا شَعْرٌ وَیَتَوَضَّأُ فِیْھَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَھَا۔

(۴) عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتہ پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے میں ایسے ہی جوتے کو پسند کرتا ہوں۔

ف:۔ منشا سوال کا یہ تھا کہ عرب میں اس وقت تک تنعم وتمدن ایسا نہ تھا اس لئے بالوں سمیت چمڑے کا جوتہ عام طور سے بنالیا جاتا تھا اسی لئے بخاری شریف کی مفصل حدیث میں ہے کہ عبید نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں چند چیزیں آپ کے معمولات میں ایسی دیکھتا ہوں جو دوسرے صحابہ

کے معمولات میں نہیں دیکھتا۔ منجملہ ان کے یہ بھی ذکر کیا کہ آپ صاف شدہ چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں حضرت ابن عمرؓ اتباع کے شدتِ اہتمام میں اس کا لحاظ فرماتے تھے۔ دوسرے حضرات عام دستور کے موافق ویسے ہی چمڑے کا بنالیتے تھے۔ حدیث بالا میں اس میں وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے جوتے میں چونکہ پنجہ نہیں ہوتا نیچے چپتی اور اوپر تسمہ اس لئے جوتہ پہنے ہوئے بھی وضو ہو سکتا ہے اور بے تکلف پاؤں دھل سکتا ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تعلیم وجواز کے واسطے ایسا بھی کر لیتے تھے بعض علماء نے اس میں وضو کا مطلب یہ بتایا ہے کہ وضو کے بعد فوراً نعلین شریف پہن لیتے تھے پاؤں کے خشک ہونے کا انتظار نہ فرماتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فوراً تر پاؤں میں جوتہ پہننے سے وضو میں کوئی نقص نہیں آتا۔

(۵) حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن ابن ابی ذئب عن صالح مولی التوأمۃ عن ابی ھریرۃ قال کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ۔

(۵) ابوہریرہؓ بھی یہی نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔

(۶) حدثنا احمد بن منیع حدثنا ابو احمد حدثنا سفیان عن السدی حدثنی من سمع عمرو بن حریث یقول رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَیْنِ مَخْصُوْفَتَیْنِ۔

(۶) عمرو بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جن میں دوسرا چمڑا سلا ہوا تھا۔

ف:۔ یعنی اس کی تلی دوہری تھی اوپر نیچے دو تہ چمڑے کی تھی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ٹوٹنے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔

(۷) حدثنا اسحق بن موسی الانصاری حدثنا معن حدثنا مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمْشِیَنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدٍ لِیَنْعَلْھُمَا جَمِیْعًا اَوْ لِیُحْفِھِمَا جَمِیْعًا حدثنا قتیبۃ عن مالک عن ابی الزناد نحوہ۔

(۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتی پہن کر کوئی نہ چلے یا دونوں پہن کر چلے یا دونوں نکال دے۔

ف:۔ اس حدیث کو شمائل میں ذکر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ایک جوتہ پہننے کی نہیں تھی۔ اس لئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو منع فرماتے ہیں تو خود ایسا کاہے کو کرتے۔ بظاہر اس حدیث میں ممانعت سے مقصود عادۃً ایسا کرنا ہے۔ لہٰذا

اگر کسی عارض کی وجہ سے تھوڑی بہت دیر ایسے چلے مثلاً جوتہ ٹوٹ جائے یا کوئی اور عارض پیش آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس حدیث کے ذیل میں علماء نے ایک موزہ اور ایک آستین پہننے کو بھی داخل فرمایا ہے۔ غرض معتاد طریقہ پر ہر چیز کو پہننا چاہیئے تکلف اور بے تمیزی سے احتراز چاہیئے۔

(۸) حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالک عن ابی الزبیر عن جابر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّاکُلَ یَعْنِی الرَّجُلَ بِشِمَالِہٖ اَوْ یَمْشِیَ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَۃٍ۔

(۸) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتہ پہنے

ف:- جمہور علماء کے نزدیک یہ ارشادات استحبابی ہیں یعنی حرام نہیں ہیں لیکن بعض اصحاب ظاہر نے ناجائز بتایا ہے۔

(۹) حدثنا قتیبۃ عن مالک ح وحدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِالْیَمِیْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَاْ بِالشِّمَالِ فَلْتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَھُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَھُمَا تُنْزَعُ۔

(۹) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تم میں سے جوتہ پہنے تو دائیں سے ابتداء کرنی چاہیئے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے دایاں پاؤں جوتہ پہننے میں مقدم ہونا چاہیئے اور نکالنے میں مؤخر۔

ف:- چونکہ جوتا پاؤں کے لئے زینت ہے اس لئے دیر تک پاؤں میں رہنا چاہیئے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ایسے ہی ہر وہ چیز جس کا پہننا زینت ہو اس کے پہننے میں دائیں کو مقدم کرے اور نکالنے میں بائیں کو جیسے کرتہ پاجامہ اچکن وغیرہ۔

(۱۰) حدثنا ابو موسٰی محمد بن المثنٰی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ حدثنا اشعث وھو ابن ابی الشعثاء عن ابیہ عن مسروق عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ تَرَجُّلِہٖ وَتَنَعُّلِہٖ وَطُھُوْرِہٖ۔

(۱۰) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کنگھی کرنے میں اور جوتہ پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتی الوسع دائیں سے ابتداء فرمایا کرتے تھے۔

ف:- ان تینوں کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور حتی الوسع سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت بائیں سے ابتداء کی لاحق ہو تو مضائقہ نہیں۔

(۱۱) حدثنا محمد بن مرزوق ابو عبد اللہ حدثنا عبد الرحمٰن بن قیس ابو معاویۃ انبانا ھشام عن محمد عن ابی ھریرۃ قال کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَاَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَّاحِدًا عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

(۱۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔ ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جوتہ میں بھی دوہرا تسمہ تھا ایک تسمہ کی ابتداء حضرت عثمانؓ نے فرمائی ہے۔

ف:- غالباً حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ نے اسی لئے اس کو اختیار فرمایا کہ دو تسموں کا ہونا ضروری نہ خیال کر لیا جائے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ ذِکْرِ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ۱۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا ذکر

ف:- اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا قتیبۃ بن سعید وغیر واحد عن عبد اللہ بن وھب عن یونس عن ابن شہاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ خَاتَمُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ وَّرِقٍ وَّکَانَ فَصُّہٗ حَبَشِیًّا۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

ف:- چاندی کی انگوٹھی جمہور کے نزدیک جائز ہے باقی پیتل لوہے وغیرہ کی حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً انگوٹھی نہیں بنوائی تھی۔ مگر جب معلوم ہوا کہ سلاطین عجم بغیر مہر کے خطوط کی قدر نہیں کرتے اور تبلیغی خطوط سلاطین کے پاس ارسال کرنے شروع فرمائے تو سنہ چھ یا سنہ سات ہجری میں مہر بنوائی، اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں کہ انگوٹھی کا حکم کیا ہے بعض علماء نے

مطلقاً سنت فرمایا ہے۔ بعض علماء نے غیر سلطان اور قاضی کے لئے مکروہ بتلایا ہے۔ علماء حنفیہ (کثّر اللہ تعالیٰ جمعہم و شکر سعیہم) کی تحقیق شامی کے قول کے موافق یہ ہے کہ بادشاہ قاضی متولی وغیرہ غرض جن کو مہر کی ضرورت پڑتی ہو ان کے لئے تو سنت ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے جائز تو ہے لیکن ترک کرنا افضل ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی وقت بنوائی جب سلاطین کو خطوط لکھنے کے لئے اس کی ضرورت پیش آئی چنانچہ حدیث نمبر ۴ میں آرہا ہے ابوداؤد شریف وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بادشاہ کے علاوہ کو انگوٹھی پہننے کی ممانعت بھی آئی ہے مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اکثر صحابہؓ سے پہننا بھی ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت بھی دوسری احادیث میں آئی ہے اس لئے اس ممانعت کو اسی خلافِ اولیٰ پر حمل کیا ہے۔

(۲) حدثنا قتيبة حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَكَانَ يَخْتِمُ بِهٖ وَلَا يَلْبَسُهٗ قال ابو عيسٰى ابو بشر اسمه جعفر بن ابی وحشية۔

(۲) حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مہر لگاتے تھے۔ پہنتے نہیں تھے۔

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی کو پہننا روایاتِ متعددہ سے ثابت ہے اس لئے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی علماء نے چند توجیہات فرمائی ہیں۔ بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ مقصود استمرار ہے کہ ہمیشہ نہیں پہنتے تھے۔ بعض کی رائے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو انگوٹھیاں تھیں ایک مہر والی اس کو مہر کے کام میں لاتے تھے اور پہنتے نہیں تھے دوسری پہننے کے استعمال میں آتی تھی۔ ایسے ہی اور بھی مختلف طریق سے جمع کیا گیا ہے لیکن بندہ کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ہر وقت اس کو نہیں پہنتے تھے ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نماز پڑھ رہے تھے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی تھی نماز میں اس پر نگاہ پڑ گئی تو اس کے بعد اس کو پہننا چھوڑ دیا تھا احادیث میں ایک منقش کپڑے کے متعلق بھی اسی قسم کا واقعہ آتا ہے کہ نماز میں اس پر نگاہ پڑ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکال دیا اور اس کے بدلہ میں ایک معمولی کپڑا پہن لیا تھا۔ انگوٹھی چونکہ ضرورت کی چیز تھی اس لئے مطلقاً تو اس کا ترک کرنا مشکل تھا اس لئے عام طور پر اس کا پہننا ترک فرما دیا ہو یہ اقرب ہے چنانچہ دوسرے باب کی چھٹی حدیث میں آرہا ہے کہ اکثر اوقات حضرت معیقیب کے پاس رہتی تھی۔

(۳) حدثنا محمود بن غيلان حدثنا حفص بن عمر بن عبيد هو الطنافسی حدثنا زهير عن حميد عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهٗ مِنْهُ۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اس کا ہی تھا۔

ف:۔ یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے جس میں حبشی نگینہ وارد ہوا ہے۔ جو لوگ دو انگوٹھیوں کے قائل ہوئے ہیں وہ خود اس حدیث کو بھی دو ہونے پر قرینہ بتاتے ہیں چنانچہ بیہقی وغیرہ کی یہی رائے ہے ان کے نزدیک تو کوئی اشکال ہی نہیں۔ لیکن جو حضرات ایک انگوٹھی کے قائل ہیں وہ ان دونوں میں اس طرح جمع فرماتے ہیں کہ حبشی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حبشی رنگ یا حبشی طریقہ کا تھا یا اس کا بنانے والا حبشی تھا۔ بندہ کے نزدیک تعدد پر حمل اقرب ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف انگوٹھیاں ہونا متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ ایک انگوٹھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنوائی پھر ہدیہ میں خدام نے پیش کیں جیسا کہ جمع الوسائل کی مختلف روایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔

(۴) حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا معاذ بن هشام حدثنی ابی عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا اَرَادَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلَی الْعَجَمِ قِيْلَ لَهٗ اِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُوْنَ اِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا فَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَيَاضِهٖ فِیْ كَفِّهٖ۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہلِ عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بلا مہر والے خط کو قبول نہیں کرتے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی گویا اب میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔

ف:۔ اس اخیر کے جملہ سے اس قصہ کے خوب یاد ہونے کی طرف اشارہ ہے اور سفیدی سے اس کے چاندی ہونے پر اشارہ ہے۔

(۵) حدثنا محمد بن يحيٰى حدثنا محمد بن عبد اللہ الانصاری حدثنی ابی عن ثمامة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلٌ سَطْرٌ وَّاللّٰهُ سَطْرٌ۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا اس طرح پر کہ محمد ایک سطر میں تھا۔ رسول دوسری سطر میں لفظ اللہ تیسری سطر میں بعض

علماء نے لکھا ہے کہ اس کی صورت محمد رسول اللہ تھی کہ اللہ پاک کا نام سب سے اوپر تھا یہ مہر گول تھی اور نیچے سے پڑھی جاتی تھی۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ظاہر الفاظ سے (رسول محمد اللہ) معلوم ہوتا ہے۔

(۶) حدثنا نصر بن علی الجهضمی ابو عمرو انبانا نوح بن قیس عن خالد بن قیس عن قتادة عن انسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی کِسْرٰی وَقَیْصَرَ وَالنَّجَاشِیِّ فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ لَا یَقْبَلُوْنَ کِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهٗ فِضَّةٌ وَّنَقَشَ فِیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط بھیجنے کا قصد فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ بدون مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے۔ اس لئے حضور اقدسؐ نے ایک مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اس میں محمد رسول اللہ منقوش تھا۔

ف:- کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے اور قیصر ملک روم کے اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا۔ کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا۔ کسریٰ نے آپؐ کے والا نامہ مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر بددعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے فرما دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شاہ روم کے پاس دحیہ کلبی کے ہاتھ گرامی نامہ اقدس ارسال ہوا۔ وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا۔ نجاشی شاہ حبش کے پاس عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ خط بھیجا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے یہ وہ نجاشی نہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الجنازہ پڑھی یہ اور نجاشی ہیں۔ ان کے اسلام کا حال جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے معلوم نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ جات تو متعدد ہیں جو کتب سیر و حدیث میں مفصل مذکور ہیں۔ گرامی نامہ جات کو بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں جمع بھی کر دیا ہے حدیث بالا میں تین والا نامجات کا ذکر ہے۔ جن کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے ایک والا نامہ کسریٰ کے نام ہے فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے جو بھی ہو۔ اس کسریٰ کا نام پرویز تھا جو نوشیروان کا پوتا تھا۔ والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی کِسْرٰی عَظِیْمِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَاٰمَنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا (اور سردار)

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَشَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَةِ اللّٰهِ فَاِنِّیْ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً لِیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکَافِرِیْنَ اَسْلِمْ تَسْلَمْ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْمَجُوْسِ۔

ہے۔ سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کی پکار (یعنی کلمہ) کی دعوت دیتا ہوں اس لئے میں اللہ کا وہ رسول ہوں جو تمام جہان کی طرف اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ عقل ہے یا کہ بے عقل آدمی بمنزلہ مردہ کے ہے) اور تا کہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے (اور کل قیامت میں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم کو علم نہ ہو سکا) تو اسلام لے آ تاکہ سلامتی سے رہے ورنہ تیرے اتباع مجوس کا بھی وبال تجھ پر ہوگا کہ وہ تیری اقتدا میں گمراہ ہو رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو یہ خط دے کر روانہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسریٰ کا گورنر جو بحرین میں رہتا ہے اس کے ذریعہ سے کسریٰ تک پہنچا دیں چنانچہ اسی ذریعے سے وہاں تک خط لے کر پہنچے کسریٰ نے یہ والا نامہ پڑھوا کر سنا اور اس کو چاک کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا فرمائی اور اس کے بیٹے شیرویہ نے بری طرح سے اس کو قتل کیا جس کا قصہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ دوسرا(۲) والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے۔ قیصر کے نام تھا جو روم کا بادشاہ تھا۔ اس کا نام مورخین کے نزدیک ہرقل ہے یہ والا نامہ حضرت دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ بھیجا گیا۔ مسلمان تو قیصر بھی نہیں ہوا لیکن حضورؐ کے والا نامہ کو نہایت اعزاز و اکرام سے رکھا۔ حضورؐ کو جب ان دونوں واقعات کا علم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے کر لئے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی۔ اس والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی هرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الهدی اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین ویا اهل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا (اور سردار) ہے سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (یعنی لا الٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ) کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آ تاکہ سلامتی سے رہے اور حق تعالیٰ شانہٗ دوہرا اجر تجھ کو عطا فرمائے (کہ اہل کتاب کے لئے دوہرا اجر ہے جیساکہ کلام پاک میں بھی سورہ حدید کے ختم پر اس کا ذکر ہے)

الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا۔ اے اہلِ کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے (جیساکہ احبار اور رہبان کو بنایا جاتا ہے) اگر اس کے بعد بھی وہ اہلِ کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم ان سے کہہ دو کہ تم ان کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں (ہم تو اپنے مسلک کا صاف اعلان کرتے ہیں اب تم جانو تمہارا کام)

حضرت دحیہ جب اس والا نامہ کو لے کر گئے اور قیصر کے سامنے پڑھا گیا تو اس کا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا وہ نہایت غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کہ اس خط کو مجھے دو۔ چچا یعنی قیصر نے کہا کہ تو کیا کرے گا اس نے کہا کہ یہ خط پڑھنے کے قابل نہیں ہے اس میں آپ کے نام سے ابتدا نہیں کی ہے۔ پھر آپ کو بادشاہ کے بجائے روم کا بڑا آدمی لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ قیصر نے کہا تو بے وقوف ہے یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے شخص کے خط کو پھینک دوں جن کے پاس ناموس اکبر (یعنی حضرت جبرئیلؑ) آتے ہوں اگر وہ نبی ہیں تو ان کو ایسے ہی لکھنا چاہیئے۔ اس کے بعد حضرت دحیہ کو بڑے اعزاز واکرام سے ٹھہرایا۔ قیصر اس وقت سفر میں تھا واپسی پر اس نے اپنے ارکان وامراء سلطنت کو جمع کیا اور جمع کر کے ان سے کہا کہ میں تم کو ایک ایسی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو سراسر خیر وفلاح ہے اور ہمیشہ کے لئے تمہارے ملک کے بقاء کا ذریعہ ہے بے شک یہ نبی ہیں ان کا اتباع کر لو اور ان کی بیعت اختیار کر لو۔ اس نے ایک بند مکان میں جہاں سب طرف کے کواڑ بند کرا دیئے گئے تھے اس مضمون پر ایک لمبی تقریر کی۔ وہ لوگ اس قدر متوحش ہوئے کہ ایک دم شور وشغب ہو گیا۔ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے مگر کواڑ سب بند تھے دیر تک ہنگامہ برپا رہا اس کے بعد اس نے سب کو چپ کرایا اور تقریر کی کہ درحقیقت ایک مدعی نبوت پیدا ہوا ہے میں تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر پختہ ہو اب مجھے اس کا اندازہ ہو گیا وہ لوگ سامنے

اپنی عادت کے موافق سجدے میں گر گئے اس کے بعد ان کو شاباشی وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس نے خط کو پڑھ کر چوما سر پر رکھا اور ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیا اور پوپ کو طلب کیا اس سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ بیشک یہی آخر الزماں ہیں جن کی بشارتیں ہماری کتاب میں موجود ہیں۔ قیصر نے کہا مجھے بھی اس کا یقین ہے مگر اشکال یہ ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور سلطنت جاتی رہے گی (اعلام السائلین) جس وقت یہ والا نامہ سفر کی حالت میں قیصر کے پاس پہنچا تھا وہ اس وقت اپنی مذہبی ضرورت کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی گیا ہوا تھا۔ اس نے تحقیق حالات کے لئے اس قافلہ کے سرداروں کو بھی طلب کیا تھا جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے یہ اس زمانہ کا قصہ ہے جب عمرۂ حدیبیہ کے بعد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور اہلِ مکہ کے درمیان چند سال کے لئے ایک عہد نامہ اور صلح نامہ تیار ہوا تھا کہ آپس میں لڑائی نہ کی جائے۔ ابو سفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے ہیں کہ اس صلح زمانہ میں میں ملک شام گیا ہوا تھا کہ اس اثناء میں ہرقل کے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ بھی گیا جس کو دحیہ کلبی لے کر گئے ہرقل کے پاس جب وہ گرامی نامہ پہنچا تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی شخص اس کا واقف ہے جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے ان لوگوں نے کہا کہ ہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں۔ اس پر ہماری طلبی ہوئی چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ اس کے پاس گیا۔ اس نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعوے دار ہے تم میں سب سے زیادہ قریب رشتہ داری کس کی ہے میں نے کہا کہ میں سب سے زیادہ قریب ہوں اس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں تم سب اس سے سنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اس کو ظاہر کر دینا۔ ابو سفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوئے اور حضورؐ کے سخت ترین دشمن تھے۔ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا مگر خوف بدنامی نے سچ بولنے پر مجبور کیا اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعہ سے، مجھ سے حسب ذیل سوالات کئے۔

س ا۔ یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟

ج ا۔ ہم میں بڑے عالی نسب ہیں۔

س:۔ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا؟۔

ج:۔ کوئی نہیں ہوا۔

س:۔ نبوت کے دعوے سے قبل تم کبھی ان کو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے تھے؟

ج:۔ کبھی نہیں۔

س:۔ ان کے متبعین قوم کے شرفا ہیں یا معمولی درجے کے آدمی؟

ج:۔ معمولی درجہ کے لوگ۔

س:۔ ان کے متبعین کا گروہ بڑھتا جا رہا ہے یا کم ہوتا جاتا ہے؟۔

ج:۔ بڑھتا جاتا ہے

س:۔ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے بددل ہو کر دین سے پھر بھی جاتے ہیں یا نہیں؟

ج:۔ نہیں۔

س:۔ تمہاری ان کے ساتھ کبھی جنگ ہوئی ہے یا نہیں؟

ج:۔ ہوئی ہے۔

س:۔ نتیجہ کیسا رہا؟

ج:۔ کبھی وہ غالب ہو جاتے، کبھی ہم غالب ہو جاتے۔

س:۔ وہ کبھی بدعہدی کرتے ہیں؟

ج:۔ نہیں۔ لیکن آج کل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہے نہ معلوم وہ اس کو پورا کریں گے یا نہیں ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ اس ایک کلمہ کے سوا کسی چیز میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے ملاؤں۔

س:۔ اس سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

ج:۔ نہیں۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہرقل نے پوچھا کہ بدعہدی کا کیوں خوف ہے تو ابوسفیان نے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کی انکے حلیفوں کیخلاف مدد کی ہے۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ جب تم ابتدا کر چکے ہو تو تم زیادہ بدعہد ہوئے۔ اس کے بعد ہرقل نے ازسرنو سلسلہ شروع کیا اور کہا کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارہ میں سوال کیا تم نے عالی نسب بتایا۔ انبیاءؑ اپنی قوم کے شریف خاندان ہی

میں پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے تم نے کہا نہیں۔ مجھے خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانہ سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفا ہیں یا کمزور لوگ۔ تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں، ہمیشہ سے انبیاءؑ کا اتباع کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں اکہ شرفا کو اپنی نخوت دوسروں کی اطاعت سے روکتی ہے میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعوے سے قبل تم دروغ گوئی کا الزام ان پر لگاتے تھے یا نہیں تم نے انکار کیا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو گر جو شخص لوگوں کے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا جھوٹ بول سکتا ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے تم نے اس سے انکار کیا۔ ایمان کی خاصیت یہی ہے۔ جبکہ اس کی بشاشت دلوں میں گھس جائے۔ میں نے پوچھا تھا کہ وہ لوگ بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں۔ تم نے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں۔ ایمان کا خاصہ یہی ہے حتیٰ کہ دین کی تکمیل ہو جائے۔ میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کہ کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب انبیاءؑ کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا لیکن بہتر انجام انہیں کے لئے ہوتا ہے۔ میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا۔ یہی انبیاءؑ کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے۔ میں نے پوچھا تھا کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تم نے اس سے انکار کیا میں نے خیال کیا تھا کہ اس سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو گا تو میں سمجھوں گا کہ یہ اسی قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے اس کے بعد ہرقل نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نماز پڑھنے کا صدقہ کرنے کا صلہ رحمی کا۔ عفت و پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں ہرقل نے کہا کہ اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تم نے بیان ئے تو وہ بے شبہ نبی ہیں۔ مجھے یہ تو یقین تھا کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہوں گے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان کے ملنے کی خواہش کرتا۔ (مگر اپنے قتل اور سلطنت کے زوال کے خوف سے جا نہیں سکتا) اور میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ بلاشبہ انکی سلطنت اس جگہ تک پہنچنے والی ہے جہاں میں ہوں۔ ہرقل کے اور بھی بہت سے قصے حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ یہ اپنی کتاب کا بھی ماہر تھا اور نجوم میں بھی مہارت رکھتا تھا اس لئے اس کے پہلے سے اس قسم کے خیالات ہو رہے تھے اور تحقیقات کر رہا تھا بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے اس والا نامہ کو نہایت احتیاط سے

صندوق میں سونے کی ایک نلکی میں محفوظ رکھا جو نسلاً بعد نسل اسی طرح اس کی اولاد میں منتقل ہوتا چلا آیا

تیسرا والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے نجاشی کے نام تھا۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بادشاہ حبشہ میں گزرے ہیں۔ پہلے کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام نے ان کی سلطنت حبشہ میں اس وقت ہجرت کی تھی جبکہ یہ مسلمان بھی نہ ہوئے تھے جس کا قصہ حکایاتِ صحابہؓ کے پہلے باب کے نمبر ۷ پر کچھ مختصر سا گزر چکا ہے حضورؐ نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ ان کے پاس بھی خط بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى النجاشي ملك الحبشة سلم انت فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن واشهد ان عيسى بن مريم روح الله وكلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة فحملت به فخلقه من روحه ونفخه بيده واني ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعني وتؤمن بالذي جاءني فاني رسول الله واني ادعوك وجنودك الى الله عزوجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتي والسلام على من اتبع الهدى۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام تم صلح پسند ہو میں اس اللہ کی تعریف تمہارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے (یا بندے اس کے ظلم سے محفوظ ہیں) امن دینے والا ہے نگہبان ہے (کہ بندوں کی آفات سے حفاظت فرماتا ہے) اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی ایک روح اور اس کے وہ کلمہ تھے جس کو اللہ جل شانہ نے پاک وصاف کنواری مریم کی طرف بھیجا تھا پس وہ حاملہ بن گئیں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈال دی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو (بغیر باپ کے) اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا۔ میں تمہیں اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف تم کو اور تمہارے سارے لشکروں کو بلاتا ہوں۔ میں حق بات تم تک پہنچا چکا ہوں اور نصیحت کر چکا ہوں تم میری نصیحت

قبول کر لو اور اسلام (یا سلامتی) اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

محدثین کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے اس والا نامہ پر انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلمان ہوئے بہر حال انہوں نے اس والا نامہ کے جواب میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے ایمان کا اقرار کیا اور اس کا اقرار کیا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق جو کچھ لکھا وہ حرف بحرف صحیح ہے اور اپنے لڑکے کے ہاتھ ساٹھ نفر کی ایک جمعیت کے ساتھ اپنا عریضہ خدمت اقدس میں بھیجا مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں ڈوب گئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمتِ اقدس کو نہ پہنچ سکا خود ان نجاشی کا وصال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی (غائبانہ نماز کا مسئلہ ایک فقہی بحث ہے جس کی یہ جگہ نہیں ہے بہت سی وجوہ سے حنفیہ کے نزدیک ان کی خصوصیت تھی) ان کے بعد ان کی جگہ دوسرا نجاشی ہوا۔ اس کے پاس بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے والا نامہ ارسال فرمایا جو حسب ذیل ہے۔

هذا كتاب من النبي صلى الله عليه وسلم الى النجاشي عظيم الحبشة سلام على من اتبع الهدى وآمن بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له لم يتخذ صاحبة ولا ولدا وان محمدا عبده ورسوله وادعوك بدعاية الله فاني انا رسوله فاسلم تسلم يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون فان ابيت فعليك اثم النصارى۔

یہ خط اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی کے نام ہے جو حبشہ کا بڑا اور سردار ہے سلام اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ذات ہے نہ کوئی اس کا شریک نہ کوئی بیوی ہے۔ اس کے لئے نہ اولاد اور اس کا اقرار کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ کی پکار یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تجھ کو دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا سلامتی سے رہے گا۔ اے اہلِ کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا۔ اگر اس کے بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم کہدو کہ تم

لوگ گواہ رہو۔ اس کے کہ ہم مسلمان ہیں رہیے دھڑک اپنے ایمان کا اعلان کرتے رہیں (اے نجاشی اگر تو میری دعوت کے قبول کرنے سے انکاری ہے تو نصاریٰ کا گناہ بھی (بوجہ اس کے کہ وہ تیرے متبع ہیں) تجھ پر ہوگا۔ فقط۔

اس خط میں غالباً حسبِ معمول بسم اللہ بھی ہوگی مگر میں نے جہاں سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے۔ ان نجاشی کے متعلق یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ ایمان لائے یا نہیں۔ ان کا کیا نام تھا اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث بالا میں مراد خط جو نجاشی کے نام موجود ہے وہ یہی نجاشی ہیں چنانچہ بعض روایات میں نجاشی کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی ہے کہ وہ نجاشی نہیں ہیں جن کے جنازہ کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اور یہی صحیح ہے کہ اگرچہ بعض محدثین نے صرف پہلے ہی نجاشی کے خط کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دوسرے کا۔

(۷) حدثنا اسحٰق بن منصور انبأنا سعید بن عامر و الحجاج بن منہال عن ھمام عن ابن جریج عن الزھری عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهٗ

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لے جاتے۔

ف:۔ چونکہ اس میں اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کا اسم شریف لکھا ہوا تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہنے ہوئے استنجے نہ جاتے تھے۔ اسی بنا پر علماء نے اس انگوٹھی کو پہنے ہوئے پاخانہ جانے کو مکروہ لکھا ہے۔ جس میں کوئی متبرک نام یا عبارت ہو۔

(۸) حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبد اللہ بن نمیر حدثنا عبید اللہ بن عمر عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ فَكَانَ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ كَانَ فِيْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ ثُمَّ كَانَ فِيْ يَدِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حَتّٰى وَقَعَ فِيْ بِئْرِ اَرِيْسٍ نَقْشُهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(۸) ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی وہ انگوٹھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں رہی پھر حضرت ابوبکر کے پھر حضرت عمر کے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پھر ان ہی کے زمانہ میں بیر اریس میں گر گئی تھی۔ اس انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔

ف:۔ بیر اریس مسجد قبا کے قریب ایک کنواں ہے۔ یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں چھ برس تک ان کے پاس رہی اس کے بعد اتفاق سے اس کنوئیں میں گر گئی حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ نے ہر چند اس کنوئیں میں تلاش فرمایا تین دن تک اس کا پانی نکلوایا مگر ملی نہیں علماء نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی کے گرتے ہی وہ فتن اور حوادث شروع ہو گئے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں بکثرت ظہور پذیر ہوئے ہیں اس حدیث میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں موجود ہونے کا بیان فرماتے ہیں اور اسی باب کی دوسری حدیث میں خود ابنِ عمر رضی اللہ عنہ انگوٹھی پہننے کی نفی بھی کر چکے ہیں جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے اس حدیث کے تعارض کا ایک خاص جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہتی تھی پہننا اس کو لازم نہیں چنانچہ آئندہ باب میں آ رہا ہے کہ حضرت معیقیب کے پاس رہتی تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ

باب ۱۳ اس بیان میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

ف:۔ پہلے باب میں مصنف نے انگوٹھی کی کیفیت بتلائی تھی۔ اور اس باب میں اس کے پہننے کی کیفیت بتلانا مقصود ہے اس باب میں مصنف نے نو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن سہل بن عسکر البغدادی و عبد اللہ بن عبد الرحمٰن قالا اخبرنا یحییٰ بن حسان حدثنا سلیمان بن بلال عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر عن ابراھیم بن عبد اللہ بن حسنین عن ابیہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ۔ حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا احمد بن صالح حدثنا عبد اللہ بن وھب عن سلیمان بن بلال عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر نحوہ۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔

ف:۔ اس بارہ میں روایاتِ مختلفہ وارد ہوئی ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے یا بائیں میں۔ بعض علماء محدثین اس میں ترجیح کی طرف مائل ہوئے ہیں چنانچہ

امام بخاری وامام ترمذیؒ وغیرہ کی رائے یہی ہے کہ دائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات راجح ہیں۔ بعض علماء نے اس طرح جمع کیا ہے کہ اکثر داہنے ہاتھ مبارک میں پہنتے تھے اور گاہے گاہے بائیں میں بھی پہن لیتے تھے علماء کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ انگوٹھی کون سے ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔ خود علمائے حنفیہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل ہے اور بعض نے دونوں کو مساوی بتایا ہے شامی نے یہی دو قول لکھے ہیں۔ ملّا علی قاری نے حنفیہ کا ایک قول دائیں کے افضل ہونے کا لکھا ہے لیکن مذہب کے لحاظ سے راجح وہی قول ہے جو علامہ شامیؒ کی تحقیق ہے۔ امام نوویؒ نے دونوں میں بلاکراہت جائز ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ مالکیہ نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل بتایا ہے الغرض احادیث سے بھی دونوں فعل ثابت ہیں اور علماء بھی ترجیح کے اعتبار سے دونوں طرف گئے ہیں۔ دُرِ مختار میں قہستانی سے نقل کیا ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کا پہننا روافض کا شعار ہو گیا ہے اس لئے اس سے احتراز واجب ہے۔ صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس زمانہ میں روافض کا شعار ہو اب نہیں ہے۔ حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ سے "کوکب دری" میں نقل کیا گیا ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی چونکہ روافض کا شعار ہے اس لئے مکروہ ہے۔ حضرت سہارنپوری نے بھی بذل المجہود میں یہی تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ روافض کے کفر میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن ان کے فاسق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور فساق کے ساتھ تشبہ سے بھی احتراز ضروری ہے۔

(۲) حدثنا احمد بن منیع حدثنا یزید بن ہارون عن حماد بن سلمۃ قال رَأَیْتُ ابْنَ اَبِیْ رَافِعٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ فَسَاَلْتُہٗ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ رَاَیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جَعْفَرٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ۔

(۲) حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی رافع کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۳) حدثنا موسیٰ بن یحییٰ انبانا عبداللہ بن نمیر انبانا ابراھیم بن الفضل عن عبداللہ بن محمد ابن عقیل عن عبداللہ بن جعفرؓ اَنَّ النَّبِیَّ

(۳) عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسرے طریقہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ۔

ف:۔ ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی نقل کیا گیا کہ زینت دائیں ہاتھ کے ساتھ زیادہ موزوں ہے۔ اسی لئے حافظ ابنِ حجرؒ جو فن حدیث کے امام ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے احادیث کے دیکھنے سے جو محقق ہوا وہ یہ ہے کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنے تو دایاں ہاتھ موزوں ہے اور اگر مہر لگانے کے ارادہ سے پہنے تو بایاں ہاتھ موزوں ہے کہ دائیں ہاتھ سے اس کو نکال کر مہر لگانے میں سہولت ہے اور احادیث میں دونوں ہاتھوں میں پہننا وارد ہے۔

(۴) حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحییٰ حدثنا عبداللہ بن میمون عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبداللہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ

(۴) جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

---

(۵) حدثنا محمد بن حمید الرازی حدثنا جریر عن محمد بن اسحٰق عن الصلت بن عبداللہ قَالَ کَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَلَا اَخَالُہٗ اِلَّا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ۔

(۵) صلت بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور مجھے جہاں تک خیال ہے یہ کہا کرتے تھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔

ف:۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو مختصر نقل کیا ہے ابوداؤد شریف میں ذرا تفصیل سے ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے صلت کو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی (کہ انگلی جس کو چھنگلیا بھی کہتے ہیں) میں پہنے دیکھا میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو ایسے ہی پہنے دیکھا اور اس کے نگین کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا اور جہاں تک خیال ہے وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذکر کرتے تھے کہ آپ بھی اسی طرح پہنتے تھے۔ اس حدیث میں دو مضمون ہیں ایک یہ کہ نگین کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا۔ بذل المجہود میں مرقاۃ الصعود سے نقل کیا ہے کہ نگین کا ہاتھ کے اندر کے حصہ یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ صحیح ہے اور اکثر روایات میں وارد ہے۔ چنانچہ شمائل میں بھی آئندہ روایت میں آ رہا ہے علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ یہی افضل ہے کہ اس

میں نگین کی حفاظت بھی ہے اور عجب و تکبر سے حفاظت بھی۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا امام نووی نے اس کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ انگوٹھی اسی انگلی میں ہونا چاہیئے اور نگین مردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہیئے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ ان کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔

(۶) حدثنا محمد بن ابی عمر حدثنا سفیان عن ایوب بن موسٰی عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّۃٍ وَجَعَلَ فَصَّہٗ مِمَّا یَلِیْ کَفَّہٗ وَنَقَشَ فِیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَنَھٰی اَنْ یَّنْقُشَ اَحَدٌ عَلَیْہِ وَھُوَ الَّذِیْ سَقَطَ مِنْ مُعَیْقِیْبٍ فِیْ بِئْرِ اَرِیْسٍ

(۶) ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب میں رہتا تھا اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا اور لوگوں کو منع فرما دیا تھا کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ کندہ نہ کرائے۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو معیقیب رض سے حضرت عثمان کے زمانہ میں بیرِ اریس میں گر گئی تھی۔

ف:۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوروں کو اس لئے منع فرمادیا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کمال اتباع میں اگر یہی کندہ کرلیتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر دوسروں کی مہر کے ساتھ مخلوط ہوجاتی معیقیب رض ایک صحابی تھے جو حضور سرورِ کائنات صلعم کے زمانہ سے انگوٹھی کے محافظ تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جن اوقات میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہنے ہوئے نہیں ہوتے تھے اس وقت معیقیب رض کے پاس محفوظ رہتی تھی۔ ایسے ہی پھر حضرت ابوبکر صدیق رض کے دور میں رہا اور ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ حکومت میں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی کے زمانہ میں بھی یہی صورت تھی اسی دوران میں وہ حضرت عثمان کو انگوٹھی دے رہے تھے یا حضرت عثمان رض سے لے رہے تھے کہ اسی حالت میں انگوٹھی گری اور کنوئیں میں جا پڑی۔ اس میں روایات مختلف ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس سے گری یا حضرت معیقیب کے پاس سے۔ علماء نے یہی صورت جمع کی تجویز فرمائی ہے جو اوپر لکھی گئی۔ اس صورت میں دونوں روایتیں صحیح ہیں اس لئے کہ جب درمیان میں گری تو اس کی نسبت ہر ایک کی طرف صحیح ہے۔

(۷) حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا حاتم بن اسمٰعیل عن جعفر بن محمد عن ابیہ قَالَ کَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رضی اللہ تعالی عنہما یَتَخَتَّمَانِ فِیْ یَسَارِھِمَا۔

(۷) امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

ف:۔ یہ حدیث امام ترمذی کے باب کی سرخی کے خلاف ہوگئی اس لئے کہ باب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا منعقد فرمایا تھا اس کی توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ مقصود اس قسم کی روایات سے جبکہ اس باب میں بہت سی روایات اس کے خلاف ہیں اشارہ اس کے ضعف کی طرف ہے بندہ ناچیز کے نزدیک باب میں داہنے ہاتھ کی قید بیان افضلیت کے لئے ہے اور اس نوع کی روایات بیان جواز کے واسطے ہیں۔ بعض اکابر نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ترجمہ میں حسبِ عادت محدثین کلمہ (ام فی یسارہ) محذوف ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے یا بائیں میں۔ اس توجیہ پر کوئی روایت ترجمہ کے غیر مطابق نہ ہوگی۔

(۸) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا محمد بن عیسٰی وھو ابن الطباع حدثنا عباد بن العوام عن سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخَتَّمَ فِیْ یَمِیْنِہٖ قال ابو عیسٰی ھٰذا حدیث غریب لا نعرفہ من حدیث سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو ھٰذا الا من ھذا الوجہ وروی بعض اصحاب قتادۃ عن قتادۃ عن انس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخَتَّمَ فِیْ یَسَارِہٖ وھو حدیث لا یصح ایضاً۔

(۸) حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ روایت کی جاتی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور حضرت انس رض ہی سے یہ بھی بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضورِ اقدس صلعم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے

ف:۔ امام ترمذی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ حضرت انس رض کی حدیث میں ہاتھ کی تعیین نہیں ہے یہ محدثین کی غایت احتیاط ہے کہ وہ حدیث کے ہر ہر ٹکڑے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ کون سی حدیث میں کونسا مضمون صحیح ہے اور کون سا ایسا ہے جو اس حدیث میں صحیح نہیں ہے۔ دوسری حدیثوں میں اگرچہ صحیح طور پر ثابت ہو۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بدولت حدیث شریف کا فن آج تک نہایت پختگی اور نورانیت و چمک کے ساتھ دنیا میں پھیلا ہوا ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی داہنے اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا روایات متعددہ

سے ثابت ہے۔ داہنے ہاتھ کی روایات اس باب میں گذر چکی ہیں اور بائیں ہاتھ کی روایات بھی ابوداؤد ومسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ نوویؒ نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح بتایا ہے لیکن محدثین کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ باوجودِ متنِ حدیث کے صحیح ہونے کے اگر کسی خاص طریقہ سے قواعدِ محدثین کے موافق صحیح نہیں ہوتی تو اس خاص طریقہ پر کلام فرماتے ہیں اس لئے امام ترمذیؒ نے کلام کیا ہے۔

(۹) حدثنا محمد بن عبید المحاربی حدثنا عبد العزیز بن ابی حازم عن موسٰی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر قال اِتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَھَبٍ فَکَانَ یَلْبَسُہٗ فِیْ یَمِیْنِہٖ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَ مِنْ ذَھَبٍ فَطَرَحَہٗ وَقَالَ لَا اَلْبَسُہٗ اَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَھُمْ۔

(۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی جس کو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے بھی اتباعاً سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا کہ میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا اور صحابہؓ نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

ف:۔ سونا ابتداءِ اسلام میں جائز تھا پھر مردوں کے لئے حرام ہوگیا۔ اس کی حرمت پر جمہور کا اتفاق ہے امام نوویؒ نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ فقہی بحث اس مسئلہ میں طویل ہے جس کا یہ محل نہیں۔

باب ما جاء فی صفۃ سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بابؒ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا بیان

ف:۔ علماء کہتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے انگوٹھی کے بعد تلوار کا اس لئے ذکر کیا کہ حقیقۃً اس سے ایک خاص نظام العمل اور دستور السلطنت کی طرف اشارہ ہے کہ اول تبلیغی خطوط سلاطین کی طرف ارسال کئے جائیں اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو منافعِ دینی اور دنیوی کے مالک ہیں ہی، ورنہ پھر وہ اور تلوار۔ حضور اقدسؐ کے پاس چند تلواریں رہیں ان کے خاص خاص نام تھے سب سے پہلی تلوار ماثور تھی جو وراثت میں آپ نے اپنے والد سے پائی تھی۔ ایک کا نام قضیب اور ایک کا قلعی ایک کا تبار، ایک کا ذوالفقار وغیرہ وغیرہ تھا۔ امام ترمذی نے اس باب میں چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن بشار حدثنا وھب

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ حضورِ اقدس

جریر انبانا ابی عن قتادۃ عن انس قال کان قَبِیْعَۃُ ... رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّۃٍ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

ف:۔ علامہ بیجوری نے لکھا ہے کہ یہ ذوالفقار کا ذکر ہے۔ فتح مکہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہی تلوار تھی۔

(۲) حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذ بن ... حدثنی ابی عن قتادہ عن سعید بن ابی الحسن ... قَبِیْعَۃُ سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ ... مِنْ فِضَّۃٍ۔

(۲) سعید بن ابی الحسن نے بھی یہی نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی موٹھ چاندی کی تھی۔

---

(۳) حدثنا ابو جعفر محمد بن صدران البصری ... طالب بن حجیرؓ عن ھود وھو ابن عبد اللہ ... سعید عن جدہ قال دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ ... وَسَلَّمَ مَکَّۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰی سَیْفِہٖ ذَھَبٌ ... قَالَ طَالِبٌ فَسَاَلْتُہٗ عَنِ الْفِضَّۃِ فَقَالَ کَانَ ... السَّیْفِ فِضَّۃٌ۔

(۳) ہود کے نانا مزیدۃ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر سونا اور چاندی تھا۔ طالب جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے پوچھا کہ چاندی کس جگہ تھی انہوں نے فرمایا کہ قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

ف:۔ تلوار میں سونا لگانا جمہورِ علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے اس لئے استدلال نہیں ہوسکتا کہ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس کی سند قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ البتہ چاندی کی ٹوپی وغیرہ جیسا کہ پہلی روایتوں میں آیا جائز ہے۔ کہتے ہیں کہ چونکہ سونا ناجائز تھا اس لئے راوی نے صرف چاندی کی تحقیق کی کہ کس جگہ تھی سونے کو دریافت بھی نہیں کیا کہ کہاں تھا۔

(۴) حدثنا محمد بن شجاع البغدادی حدثنا ... عبیدۃ الحداد عن عثمان بن سعد عن ابن سیرین ... صَنَعْتُ سَیْفِیْ عَلٰی سَیْفِ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ ... سَمُرَۃُ اَنَّہٗ صَنَعَ سَیْفَہٗ عَلٰی سَیْفِ رَسُوْلِ ...

(۴) ابن سیرینؒ کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرۃؓ کی تلوار کے موافق بنوائی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے اور وہ قبیلہ بنو حنیفہ کی تلوار کے طرز پر تھی۔

اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنَفِيًّا حدثنا عقبہ بن مكرم البصرى حدثنا محمد بكر عن عثمان بن سعد بهٰذا الاسناد نحوه۔

ف:۔ بنو حنیفہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور ہے یہ سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ویسے ہی تلوار بناتے رہے ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دِرْعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۱۵ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زرہ کا بیان

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات زرہیں تھیں جن کے نام حسب ذیل ہیں ذات الفضول[۱] جو اپنی وسعت کی وجہ سے اس نام کے ساتھ مشہور تھی اور یہی وہ زرہ ہے جس کا قصہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے جو ابوالشحم یہودی کے پاس رہن تھی اور باقی چھ کے نام یہ ہیں:۔ ذات[۲] الحواشی ذات[۳] الوشاح۔ فضہ[۴]۔ سغدیہ[۵]۔ تبراء[۶]۔ خرنق[۷]۔ اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) حدثنا ابو سعيد عبد الله بن سعيد الاشج حدثنا يونس بن بكير عن محمد بن اسحٰق عن يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير عن ابيه عن جده عبد الله بن الزبير عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَأَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ قَالَ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوْجَبَ طَلْحَةُ رضى الله عنه۔

(۱) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر اُحد کی لڑائی میں دو زرہ تھیں (ایک ذات الفضول دوسری فضہ) حضور اقدس نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر (وہ اونچی تھی اور دو زرہوں کا وزن۔ نیز غزوۂ اُحد میں وہ تکلیفیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھیں کہ جن کی وجہ سے چہرہ مبارک خون آلود ہوگیا تھا غرض ان وجوہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چٹان پر چڑھ نہ سکے۔ اس لئے حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعے سے اس چٹان پر چڑھے۔ زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہؓ نے (جنت کو یا میری شفاعت کو) واجب کرلیا۔

ف:۔ جنگِ احد میں لڑائی کی حالت نہایت خطرناک تھی حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا واہمہ بعض لوگوں کو ہوگیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس اونچی جگہ اس لئے تشریف لے گئے تھے تاکہ سب صحابہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مطمئن ہو جائیں اور بعض اکابر نے لکھا ہے کہ کفار کو دیکھنے کے لئے چڑھتے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن کمالِ شجاعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ صحابہؓ جب غزوہ احد کا ذکر کرتے تو کہتے تھے کہ یہ دن تمام کا تمام طلحہؓ کا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا رکھا تھا اسی سے زائد زخم ان کے بدن پر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ حتیٰ کہ ان کا ہاتھ بھی شل ہوگیا تھا۔

(۲) حدثنا احمد ابن ابى عمر حدثنا سفيٰن بن عيينة عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا۔

(۲) سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر جنگِ اُحد میں دو زرہیں تھیں جن کو اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔

ف:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو زرہ پہننا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال توکل کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ اوّل تو کمالِ سلوک خود صوفیا کے نزدیک بھی یہاں رجوع الی البدایت ہے یعنی عام معاملات میں عام لوگوں جیسا برتاؤ ہو لیکن شریعت کی پابندی طبیعت بن جائے۔ دوسرے یہ بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں اس قسم کے اُمور اُمّت کو تعلیم کے لئے ہوا کرتے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے تیسری بات یہ ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ یآ ایها الذین اٰمنوا خذوا حذركم فانفروا ثبات او انفروا جميعا (سورۃ نساء رکوع ۱۰) اے ایمان والو (کافروں کے مقابلہ میں) اپنی تو احتیاط رکھو (یعنی ان کے داؤ، گھات سے بھی ہوشیار رہو اور مقابلہ کے وقت سامان ہتھیار ڈھال وغیرہ سے بھی درست رہو) پھر ان سے مقابلہ کے لئے متفرق طور پر یا مجتمع طور پر (جیسا موقع ہو) نکلو۔ (بیان القرآن) اس لئے حفاظت کا حسب موقع سامان لینا آیت شریفہ کا امتثال ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ جل شانہٗ کے ارشادات پر عمل کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ اسی سلسلہ میں زرہ خود وغیرہ جملہ احتیاطی سامان کا استعمال ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ صِفَةِ مِغْفَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ١٦ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خود کا ذکر

ف ۱:- خود لوہے کی بنی ہوئی ٹوپی ہوتی ہے جو لڑائی کے وقت سر کی حفاظت کے لئے اوڑھی جاتی ہے۔ مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا مالك بن انس عن ابن شهاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ فَقِيْلَ لَهُ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر مبارک پر خود تھی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خود اتار چکے اور اطمینان ہوگیا تو) کسی نے آکر عرض کیا کہ یہ یا رسول اللہؐ یہ ابنِ خطل کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قتل کر دو۔

ف ۱:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں تو اہلِ مکہ پر ایک ایسی دہشت اور گھبراہٹ سوار تھی جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت اور مہربانی کی وجہ سے یہ فرما دیا تھا کہ جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے اور جو اپنے گھر میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے جو ہتھیار ڈال دے وہ مامون ہے وغیرہ وغیرہ۔ البتہ گیارہ مرد اور چھ عورتیں ایسی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے کہ ان کے جرائم ناقابلِ عفو تھے ان کے خون ہدر کر دیئے تھے اور اس معافی کے اعلان سے ان کو مستثنیٰ کر دیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ ان لوگوں کو امن نہیں ہے۔ ان میں سے بھی سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہوکر معافی میں آگئے تھے۔ باقی چار مرد اور چار عورتیں قتل کر دیئے گئے۔ منجملہ ان آٹھ کے ابنِ خطل تھا یہ شخص اول مدینہ منورہ حاضر ہوکر مسلمان ہوا اور عبد اللہ نام رکھا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قبیلہ کی زکوٰۃ لینے کے لئے اس کو بھیجا اس نے اپنے ایک مسلمان غلام کو اس جرم میں جان سے مار ڈالا کہ اس نے کھانا پکانے میں کچھ دیر کر دی تھی۔ اور خود اس خوف سے کہ مدینہ منورہ لوٹا تو قصاص میں قتل کر دیا جاؤں گا مرتد ہوکر مکہ مکرمہ چلا آیا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور

دو باندیاں گانے والیاں خریدیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے اشعار سے اس کو خوش کیا کرتی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ ان آٹھ کے اس کا خون بھی ہدر کر دیا تھا۔ اسی لئے باوجود بیت اللہ میں داخل ہونے کے اس کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے قاتل میں محدثین کے بہت سے اقوال ہیں کہ کس نے قتل کیا۔ اس حدیث میں ایک فقہی بحث بھی ہے کہ حدودِ قصاص حرم میں قائم ہوسکتی ہے یا نہیں مسئلہ تفصیل طلب ہے اور عام ضرورت بھی اس سے متعلق نہیں اس لئے اختصاراً ترک کر دیا گیا۔ لیکن ایسے مواقع پر اس لئے تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ اگر علم دوست حضرات یا طلبہ میں سے کوئی دیکھے تو وہ اس تنبیہ کے بعد مراجعت مشائخ سے تحقیق کر لے۔ اسی طرح اس حدیث سے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کا بیان دوسری حدیث میں آرہا ہے۔

(۲) حدثنا عيسى بن احمد حدثنا عبد الله بن وهب حدثني مالك بن انس عن ابن شهاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ قَالَ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَبَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خود تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتار دیا تو ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ابنِ خطل کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ امن والوں میں نہیں اس کو قتل کر ڈالو۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضورؐ اس روز محرم نہیں تھے۔

ف ۱:- یہ اخیر جملہ امام زہری کا بھی ایک فقہی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا جائز نہیں ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں میقات سے بدون احرام کے تجاوز کرنے کی ممانعت آئی ہے اور شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث اس لئے حجت نہیں بن سکتی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فتح مکہ کی غرض سے اس دن کی حرمت اٹھا دی گئی تھی۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے لئے آج کے دن یہ حلال تھا کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ ابنِ خطل کا کعبہ کے پردہ سے لپٹنا ممکن ہے آہ و زاری اور دعا کی غرض سے ہو کہ اس کو چونکہ امن نہیں دیا گیا تھا اور اپنی تمام

حرکات بھی یاد تھیں کہ میں نے مرتد ہوکر کیا کچھ نہیں کیا اس لئے دعا کی غرض سے ایسا کرتا ہو کہ کعبہ کی تعظیم وتکریم تو یہ لوگ کرتے ہی تھے اور اقرب یہ ہے کہ سابقہ دستور کے موافق اس وجہ سے امن کی امید ہو کہ کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے مجرموں کو اس حال میں قتل نہیں کیا جاتا تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ عِمَامَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب۱۷ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا ذکر

ف:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے۔ بیجوریؒ نے ابن حجرؒ سے اس حدیث کا بے اصل ہونا ذکر کیا ہے علامہ جزریؒ کہتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی۔ البتہ امام نوویؒ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا مناویؒ کے قول کے موافق اور سات ہاتھ کا ملا علیؒ کے قول کے موافق ایک بڑا بارہ ہاتھ کا۔ صاحب مدخل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار سات ہی ہاتھ بتائی ہے ذراع نہیں بتایا۔ عمامہ کا باندھنا سنتِ مستمرہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے (فتح الباری) حضرت عبداللہ بن عمر سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے (عینی) ایک حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے (عینی) اس باب میں مصنف نے پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدى عن حماد بن سلمة ح وحدثنا محمود بن غيلان حدثنا وكيع عن حماد بن سلمة عن ابى الزبير عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

ف:۔ یہ حدیث بظاہر گذشتہ باب کی روایات کے خلاف ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پہنے ہوئے مکہ مکرمہ میں تشریف لے جانا وارد ہوا ہے لیکن حقیقۃً کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ خود عمامہ ہونے میں کوئی بعد نہیں دونوں روایتیں بسہولت جمع ہو سکتی ہیں بعض علماء نے لکھا ہے کہ داخلہ کے وقت تو خود سر مبارک پر تھی اس کے بعد متصلاً ہی عمامہ باندھ لیا تھا چونکہ وہی وقت تقریباً تھا اس لئے اس روایت میں داخلہ کا وقت کہا گیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ لوہے کی ٹوپی کی اذیت کی وجہ سے اس کے نیچے عمامہ باندھ رکھا ہوگا۔

(۲) حدثنا ابن ابى عمر حدثنا سفيان عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حريث عن ابيه قال رَأَيْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِمَامَةً سَوْدَاءَ۔

(۲) عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

ف:۔ مسلم شریف اور نسائی شریف میں ہے کہ عمرو بن حریثؓ کہتے ہیں کہ وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے سیاہ عمامہ آپؐ کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔

---

(۳) حدثنا محمود بن غيلان ويوسف بن عيسى قالا حدثنا وكيع عن مساور الوراق عن جعفر ابن عمرو بن حريث عن ابيه اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔

(۳) عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا

ف:۔ مشہور قول کے موافق یہ خطبہ فتح مکہ کا خطبہ ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جس کا ذکر پہلی حدیثوں میں حضرت جابرؓ کی روایت سے گزر چکا ہے لیکن بعض لوگوں نے اس وجہ سے کہ اس قصہ میں بعض جگہ منبر کا لفظ آیا ہے اور فتح مکہ کا وہ خطبہ منبر پر نہیں تھا اس لئے مدینہ منورہ کا کوئی اور خطبہ جمعہ کا مراد لیا ہے کہ بعض حدیثوں میں اس قصہ میں جمعہ کا لفظ بھی موجود ہے۔ ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں میرک شاہ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وصال کا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴) حدثنا ھارون بن اسحٰق الھمدانی حدثنا یحییٰ بن محمد المدینی عن عبد العزیز بن محمد عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابنِ عمر قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ قَالَ نَافِعٌ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ وَرَاَیْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا یَفْعَلَانِ ذٰلِکَ۔

(۴) حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا عبید اللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ شملہ کے بارہ میں مختلف رہی ہے شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتیٰ کہ بعض علماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ بغیر شملہ کے باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے اور شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے اور کبھی آگے دائیں جانب کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے۔ کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقہ پر چھوڑ لیتے تھے۔ علامہ مناویؒ نے لکھا ہے کہ ثابت اگرچہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ہے۔

(۵) حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا وکیع حدثنا ابوسلیمان و ھو عبد الرحمٰن بن الغسیل عن عکرمۃ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ دَسْمَاءُ۔

(۵) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یعنی چکنی پٹی تھی۔

ف:۔ یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا ہے اور آخری وعظ ہے کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ منبر پر تشریف لے گئے نہ کوئی خطبہ پڑھا اس میں انصار کی مراعات کا خاص طور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور یہ ارشاد بھی فرمایا کہ جو تم میں سے کسی چیز کا بھی امیر بنائے جائے وہ ان کی خاص طور سے رعایت کرے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے پٹی کا باندھنا بھی موجہ ہے

اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تیل کی زیادہ مالش ہوتی تھی، جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے اس لئے اس پٹی کا چکنا ہونا بھی قرینِ قیاس ہے اور سیاہ عمامہ تو ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا بُعد نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی ہی۔ غرض علماء اس کے مطلب میں دونوں طرف گئے ہیں کہ بعض علماء نے سیاہ عمامہ کا ترجمہ فرمایا ہے اور بعض نے چکنی پٹی کا، اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظ بھی دونوں کو محتمل ہے اور قول بھی دونوں کے موافق ہے اس حدیث کے ایک راوی ابن الغسیلؒ ہیں جو حضرت حنظلہ غسیل الملئکہ رضؓ کی اولاد ہیں حضرت حنظلہ کا لقب غسیل الملئکہ پڑ گیا تھا جس کا ترجمہ فرشتوں کا غسل دیا ہوا ہے۔ ان کا عجیب واقعہ گزرا ہے کہ جس وقت اُحد کی لڑائی کے لئے کوچ ہوا ہے اور روانگی کا اعلان ہوا تو یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے اس حالت میں شور سنا معلوم ہوا کہ قافلہ روانہ ہو رہا ہے یہ بھی خبر سنتے ہی ساتھ ہو لئے اور اتنی مہلت نہ ہوئی کہ غسل سے فراغت پاتے وہاں پہنچ کر شہید ہو گئے۔ چونکہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اس لئے ان کو بھی غسل نہیں دیا گیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں اس لئے تحقیق فرمایا اور واپسی پر ان کی اہلیہ سے یہ سارا حال معلوم ہوا۔ درحقیقت ان حضرات کے نزدیک دین پر مرمٹنا اس کے لئے جان دے دینا اتنا ہی سہل تھا جتنا ہم لوگوں کو اپنی خواہشات دنیوی میں مشغول و منہمک ہو جانا آسان ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَۃِ اِزَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب۱۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لُنگی کا ذکر

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لُنگی باندھنے کی تھی۔ پاجامہ پہننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف فیہ ہے علامہ بیجوریؒ کی تحقیق کے موافق راجح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے البتہ یہ محقق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا حتیٰ کہ یہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔ ابنِ قیمؒ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا تو ہے ہی اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا ہے اس کے علاوہ متعدد احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہننا بھی وارد ہے اور صحابۂ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پہنتے ہی تھے (زاد المعاد) ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ میں

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے پاجامہ پہنتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ان کا خلاف کرو پاجامہ بھی پہنو لنگی بھی باندھو۔ ابو ہریرہؓ ایک طویل حدیث کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کبھی پاجامہ پہنتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے (نیل الاوطار) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول لنگی باندھنے کا اور چادر اوڑھنے کا اکثر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ لانبی اور اڑھائی ہاتھ چوڑی اور ایک قول کے موافق چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ ایک اور ہاتھ بالشت چوڑی بتائی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی لکھتے ہیں اس باب میں مصنف نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم حدثنا ایوب عن حمید بن ھلال عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا كِسَاءً مُلَبَّدًا وَّاِزَارًا غَلِیْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَیْنِ۔

(۱) ابو بردہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔

ف:۔ یعنی وصال کے وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ایسے ہی کپڑوں کے استعمال کا تھا حالانکہ اس وقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں فی الجملہ وسعت بھی ہو گئی تھیں۔ خیبر کی فتح کے بعد سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی اور فتح مکہ کے بعد سے تو دوسرے سلاطین اور دوسرے ملکوں سے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اپنی معیشت کے لئے وہی قدیم طرز رہا اور جو کچھ آتا اس کو دوسروں میں تقسیم فرما دیتے جس کا کچھ نمونہ "حکایاتِ صحابہ" میں لکھ چکا ہوں امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی حدیثیں اس طرف مشیر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی لذات اور تنعمات سے اعراض تھا۔ موٹا کپڑا تواضع اور انکسار کی طرف لے جاتا ہے اور باریک عمدہ لباس بسا اوقات عجب و تکبر اور خود بینی پیدا کرتا ہے۔ مجھ سے میرے محترم بزرگ مولانا مولوی حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی ثم الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا عجیب و غریب قصہ نقل فرمایا کہ حضرت اقدس جب حج کو تشریف لے گئے تو مطاف کے

کنارہ پر ایک نابینا بزرگ تشریف فرما تھے جب حضرت طواف میں اس طرف گذرتے تو وہ البس لباس الصلحین ہلکی آواز سے کہتے اور جب حضرت طواف سے فراغت پر اس طرف تشریف لے گئے تو انہوں نے خشن خشن (موٹا موٹا) فرمایا جس سے تنبیہ مقصود تھی کہ صلحا کا لباس موٹا کپڑا ہے۔ یہ اکثری لباس تھا بعض اوقات عمدہ کپڑا بھی پہننا ثابت ہے جو بعض دینی مصالح کی وجہ سے نیز ترکِ تکلف کی وجہ سے تھا۔ کہ جیسا مہیا ہو گیا پہن لیا یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے سے خصوصی احتراز فرماتے۔

(۲) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد عن شعبة عن الاشعث بن سلیم قال سَمِعْتُ عَمَّتِیْ تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ بِالْمَدِیْنَةِ اِذَا اِنْسَانٌ خَلْفِیْ یَقُوْلُ اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَاِنَّهٗ اَتْقٰی وَاَبْقٰی فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا هِیَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ قَالَ اَمَا لَكَ فِیَّ اُسْوَةٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اِزَارُهٗ اِلٰی نِصْفِ سَاقَیْهِ۔

(۲) عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سنا کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے (نجاست ظاہری اور باطنی تکبر وغیرہ سے) نظافت بھی زیادہ حاصل رہتی ہے اور کپڑا زمین پر گھسٹ کر خراب اور میلا ہونے سے محفوظ رہتا ہے میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو آپ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ ایک معمولی سی چادر ہے اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم از کم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

ف:۔ لنگی پاجامہ وغیرہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ٹخنوں کے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا لٹکتا ہے وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ عبد الرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے لنگی کے بارے میں استفسار کیا وہ فرمانے لگے کہ تم نے بڑے واقف سے سوال کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مسلمان کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہیے اور اس کے نیچے ٹخنوں تک بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے (ابوداؤد) اس قسم کی وعیدیں اور احادیث میں بھی آئی ہیں اس لئے اس کی طرف خاص طور سے توجہ کرنی چاہئے اس کے

بالعکس ہمارے اس زمانہ میں خاص طور سے کپڑا نیچے لٹکایا جاتا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

(۳) حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبد اللہ بن المبارك عن موسی بن عبیدۃ عن ایاس بن سلمۃ بن الاکوع عن ابیہ قال کَانَ عُثْمَانُ یَأتَزِرُ إلیٰ أنْصَافِ سَاقَیْہِ وَقَالَ ھٰکذا کَانَتْ إزْرَۃُ صَاحِبِی یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۳) سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔

(۴) حدثنا قتیبۃ حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحٰق عن مسلم بن نذیر عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ الْیَمَانِ قال أخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَۃِ سَاقِیْ أوْ سَاقِہٖ فَقَالَ ھٰذَا مَوْضِعُ الْإزَارِ فَإنْ أبَیْتَ فَأسْفَلَ فَإنْ أبَیْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإزَارِ فِی الْکَعْبَیْنِ۔

(۴) حذیفہ بن الیمانؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اس پر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچی سہی۔ اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔ لہٰذا ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہیئے۔

ف:۔ ٹخنوں سے نیچی لنگی یا پاجامہ وغیرہ کا لٹکانا حرام ہے، لیکن علماء نے اس ضرورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے ٹخنے میں پھنسی ہو جس سے مکھی وغیرہ بیٹھتی ہے تو ایسے شخص کو اس کی حفاظت کے لئے لنگی یا پاجامہ لٹکالینا جائز ہے جب تک کہ زخم اچھا ہو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ مِشْیَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ۱۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا ذکر

ف:۔ حلیہ شریف کی روایات میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا ذکر تبعاً گزر چکا ہے اس باب میں صرف رفتار کی کیفیت کو مستقلاً بیان کرنا مقصود ہے اس باب میں تین روائتیں مصنف نے ذکر کی ہیں۔

(۱) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا ابن لھیعۃ عن ابی یونس عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ مَا رَأیْتُ

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا چمک

...أحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ...الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ وَمَا رَأیْتُ أحَدًا ...فِیْ مِشْیَتِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ ...سَلَّمَ کَأنَّمَا الْأرْضُ تُطْوٰی لَہٗ إنَّا لَنُجْھِدُ أنْفُسَنَا ...لَہٗ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ

اور روشنی چہرہ مبارک میں اس قدر تھی گویا کہ آفتاب آپ ہی کے چہرہ مبارک میں چمک رہا ہے۔ میں نے آپ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا زمین گویا لپٹی جاتی تھی (کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں) ہم لوگ آپ کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپ ...معمولی رفتار کے ساتھ چلتے تھے۔

ف:۔ یعنی آپ کی معمولی رفتار کے ساتھ بھی ہم لوگ اہتمام سے ساتھ رہ سکتے تھے۔

(۲) حدثنا علی بن حجر وغیر واحد قالوا حدثنا ...بن یونس عن عمر بن عبد اللہ مولیٰ غفرۃ ...ثنی ابراھیم بن محمد من ولد علی بن ابی طالب ...اللہ عنہ قال کَانَ عَلِیٌّ إذَا وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ ...وَسَلَّمَ قَالَ إذَا مَشٰی تَقَلَّعَ کَأنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ ...صَبَبٍ۔

(۲) ابراہیم بن محمدؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آپ کا ذکر فرماتے تو یہ فرماتے کہ جب آپ چلتے تھے تو ہمت اور قوت سے پاؤں اٹھاتے (عورتوں کی طرح سے پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ) گویا اونچائی سے اتر رہے ہوں۔

ف:۔ یہ حدیث پہلے حلیہ شریف میں مفصل گذر چکی ہے۔

(۳) حدثنا سفیان بن وکیع قال حدثنا ابی عن ...المسعودی عن عثمان بن مسلم بن ھرمز عن نافع ...بن جبیر ابن مطعم عن علی بن ابی طالب رضی اللہ ...قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إذَا مَشٰی تَکَفَّأَ تَکَفُّؤًا کَأنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے چلتے تو کچھ جھک کر چلتے تھے۔ گویا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں۔

ف:۔ یہ مضمون بھی گذشتہ احادیث میں چند جگہ آچکا ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَقَنُّعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب۲۰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع کا ذکر

ف:۔ قناع وہ کپڑا کہلاتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک پر عمامہ سے نیچے رکھ لیتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی چند منافع علماء نے تحریر فرمائے ہیں۔ اس باب میں ایک ہی حدیث ذکر کی گئی۔

(۱) حدثنا یوسف بن عیسی حدثنا وکیع حدثنا الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الْقِنَاعَ کَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کپڑا اکثر رکھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔

ف:۔ یعنی جیسا اس کا کپڑا چکنا رہتا ہے ایسا ہی یہ کپڑا بھی تیل کی کثرت استعمال سے چکنا رہتا تھا لیکن اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ شمار کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا (قاری) علامہ رازی سے مناوی نے نقل کیا ہے کہ مکھی بھی آپ کے کپڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ جِلْسَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب۲۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کا ذکر

ف: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی کیا ہیئتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں تین احادیث روایت فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا عبد بن حمید انبانا عفان بن مسلم حدثنا عبد اللہ بن حسان عن جدتیہ عن قیلة بنت مخرمة اَنَّهَا رَاَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِی الْجِلْسَةِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ۔

(۱) قیلہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد (میں کچھ ایسی عاجزانہ صورت) میں گوٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی

وجہ سے کانپنے لگی۔

ف: قرفصاء کی تصویر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کرکے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے۔ اسی کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں رعب کی وجہ سے بظاہر یہ تھی کہ یہ حالت فکر و رنج کی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر کسی معمولی بات سے ہو نہیں سکتا۔ اس لئے ان کو یہ خوف ہوا کہ مبادا امت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا فکر زیادہ رہتا تھا یہ بظاہر وہی حدیث ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارہویں نمبر پر تھوڑی سی گذر چکی ہے وہاں بھی اس کی طرف تھوڑا سا اشارہ کر دیا تھا اس حدیث میں کچھ حصہ اور بھی ہے جس کو مصنف نے مختصر کر دیا ہے وہ یہ کہ قیلہ کی یہ دہشت کی حالت دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ مسکینہ تو خوفزدہ ہوگئی۔ قیلہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دہر توجہ بھی نہیں فرمائی۔ زبان مبارک سے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ اے مسکینہ سکون اختیار کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ جس قدر خوف و دہشت مجھ پر تھی ساری جاتی رہی۔ بعض روایات میں یہ قصہ کسی مرد کے متعلق مذکور ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں گزر چکا ہے۔

(۲) حدثنا سعید بن عبد الرحمٰن المخزومی وغیر واحد قالوا حدثنا سفیان عن الزھری عن عباد بن تمیم عن عمه اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِیًا فِی الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْهِ عَلَی الْاُخْرٰی۔

(۲) عباد کے چچا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔

ف: مسلم شریف کی روایت میں اس طرح لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علماء نے دونوں کے درمیان میں مختلف طریقوں سے جمع فرمایا ہے۔ واضح توجیہ یہ ہے کہ اس طرح لیٹنے کی دو صورتیں ہیں جو دونوں حدیثوں کا علیحدہ علیحدہ مصداق ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں پاؤں پھیلا کر ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ لے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ صورت اس حدیث کا مصداق

ہے جو شمائل میں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اس پر رکھے یہ مسلم شریف کی روایت کا مصداق ہے اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں عام طور سے لنگی باندھنے کا دستور تھا لنگی باندھ کر اس طرح لیٹنے سے ستر کے کھل جانے کا احتمال قوی ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اس جگہ یہ بھی اشکال کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ہیئت نشست سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ علماء نے اس کی مختلف وجوہ بتلائی ہیں سہل یہ ہے کہ باب میں بیٹھنے سے مراد عام لیا جائے بیٹھنے اور لیٹنے کو۔ اگرچہ لیٹنے کی بعض روایات سونے کے بیان میں آئیں گی۔ یہ بھی ممکن ہے جو ابن حجرؒ نے لکھی ہے کہ جب اس قسم کا لیٹنا (باوجودیکہ رعایت میں اس کی ممانعت آئی ہے) مسجد میں جائز ہے تو بیٹھنا ہر قسم سے جائز ہوا۔

(۳) حدثنا سلمۃ بن شبیب انبانا عبداللہ بن ابراھیم المدنی حدثنا اسحٰق بن محمد الانصاری عن ربیح بن عبد الرحمٰن بن ابی سعید عن ابیہ عَنْ جَدِّہٖ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیؓ قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِی الْمَسْجِدِ احْتَبٰی بِیَدَیْہِ۔

(۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف رکھتے تھے تو گوٹ مار کر تشریف رکھتے تھے۔

ف: گوٹ مار کر بیٹھنا یہ کہلاتا ہے کہ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ کر لے۔ بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا، لنگی، عمامہ وغیرہ اس طرح لپیٹا جاتا ہے کہ کمر اور پنڈلیوں پر لپٹ جائے۔ یہ ہیئت تواضع اور مسکنت کی نشست ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر ایسے ہی تشریف رکھتے تھے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی۔ لیکن یہ مقصود نہیں کہ ہمیشہ ایسے ہی تشریف فرما ہوتے تھے اس لئے ابوداؤد کی اس روایت سے کچھ خلاف نہیں رہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مسجد شریف میں چار زانو تشریف رکھتے تھے۔ ایسے ہی اور ان مختلف احادیث سے بھی خلاف نہیں رہا جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اس طرح بیٹھنے میں علاوہ تواضع اور انکسار کے راحت بھی ہے اس لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھنا عرب کی دیواریں ہیں یعنی جنگل میں چونکہ دیواریں نہیں ہوتیں جس سے سہارا ہو سکے اس لئے قائم مقام دیوار کے ہے۔ بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے

کپڑا لپیٹ لیا جاتا ہے جو مزید راحت کا سبب ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ تَکَأَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ۲۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ کا ذکر

ف: مصنف نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا عباس بن محمد الدوری البغدادی حدثنا اسحٰق بن منصور عن اسرائیل عن سماک بن حرب عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَۃٍ عَلٰی یَسَارِہٖ۔

(۱) جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔

ف: تکیہ دائیں اور بائیں دونوں جانب جائز ہے حدیث میں بائیں جانب کا لفظ کسی تخصیص کی وجہ سے نہیں اتفاقی امر ہے۔ لیکن قواعد محدثین کے لحاظ سے بائیں کا لفظ یہاں مشہور روایات میں نہیں ہے۔ اس لئے امام ترمذی نے باب کے ختم پر اس لفظ پر کلام کیا ہے۔

(۲) حدثنا حمید بن مسعدۃؒ حدثنا بشر بن المفضلؒ حدثنا الجریری عن عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ عن ابیہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ قَالَ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا قَالَ وَشَہَادَۃُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۲) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ ارشاد فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا (راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی بات فرمائی تھی) اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز پر ٹیک لگائے ہوئے

يَقُوْلُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ ۔ تشریف فرما تھے اور جھوٹ کا ذکر فرماتے وقت اہتمام کی وجہ سے بیٹھ گئے اور بار بار ارشاد فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کاش اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکوت فرمائیں بار بار ارشاد نہ فرمائیں۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار ارشاد فرمانے پر سکوت کی تمنا یا تو اس عشق و محبت کی وجہ سے ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار فرمانے پر تعب ہوگا اور ہم لوگوں کے لئے ایک بار فرمانا بھی کافی ہے اور ممکن ہے اس خوف سے ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضی اور غصہ کے آثار ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس خطرہ سے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ ایسا ارشاد فرمائیں کہ جو امت کے لئے باعث خسران بن جائے۔ جن لوگوں کو کسی دینی و دنیاوی دربار کی حاضری میسر ہوتی ہے وہ اس حالت سے خوب واقف ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار ارشاد فرمانا شدتِ اہتمام کی وجہ سے تھا کہ جھوٹ کی وجہ سے آدمی زنا، قتل وغیرہ بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کے منہ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں حضور کا ارشاد ہے کہ مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان سے دور رہتا ہے۔

(اعتدال) اس حدیث شریف میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے۔ شریعت میں گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک صغیرہ کہلاتے ہیں۔ جو وضو نماز، روزہ حج وغیرہ سے معاف ہوتے رہتے ہیں دوسرے کبیرہ گناہ یعنی بڑے سخت گناہ کہلاتے ہیں جن کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتے البتہ حق تعالیٰ شانہ کسی کی رعایت فرما کر اپنے فضل سے معاف فرمائیں تو یہ امر آخر ہے مگر آئینی چیز یہی ہے کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں علماء نے مستقل تصانیف ان میں تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ ذہبی کی ایک کتاب اس مضمون میں مستقل ہے جس میں چار سو کبیرہ گناہ گنوائے ہیں۔ علامہ ابنِ حجر مکی ؒ نے بھی دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جو مصر میں چھپ گئی ہے اس میں نماز روزہ حج زکوٰۃ معاملات وغیرہ ہر باب کے کبیرہ گناہ مستقل گنوائے ہیں اور کل مجموعہ چار سو ساٹھ مفصل شمار کرائے ہیں۔ ملا علی قاری نے شرح شمائل میں مشہور کبائر کو گنوایا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

آدمی کا قتل کرنا، زنا کرنا، اغلام بازی، شراب پینا، چوری کرنا، کسی کو تہمت لگانا، سچی گواہی کا چھپانا، جھوٹی قسم کا کھانا، کسی کا مال چھین لینا، بلا عذر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا، سودی معاملہ کرنا یتیم کا مال کھانا، رشوت لینا، اصول یعنی والدین وغیرہ کی نافرمانی کرنا، قطع رحمی کرنا، جھوٹی حدیث بیان کرنا، رمضان کا روزہ بلا عذر توڑ دینا، ناپ تول میں کمی کرنا، فرض نماز کو وقت سے آگے پیچھے پڑھنا، زکوٰۃ نہ دینا، مسلمان کو یا کسی کافر کو جس سے معاہدہ ہو ناحق مارنا، کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا، غیبت کرنا بالخصوص کسی عالم دین کی یا حافظ قرآن کی۔ کسی ظالم سے چغلی کھانا۔ دیوث پن کرنا یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کے ساتھ کسی کے فحش تعلق کو گوارا کرنا، قرم سازی یعنی بھڑوا پن کرنا کہ اجنبی مرد عورت یا اس قسم کے دوسرے ناجائز تعلقات میں سعی کرنا۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑ دینا یعنی نیک کاموں کا حکم اور بری باتوں سے روکنے کو باوجود قدرت کے چھوڑ دینا۔ جادو کا سیکھنا یا سکھانا، کسی پر جادو کرنا، قرآن پاک پڑھ کر بھلا دینا، بلا مجبوری کسی جاندار کو جلانا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہونا اور اس کے عذاب سے نہ ڈرنا، عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا، اس کی خواہش پر بلا وجہ انکار کرنا، چغلی کھانا۔

ملا علی قاری نے مثال کے طور پر ان کو نقل کیا ہے۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کبائر کا مستقل باب ہے اس میں بھی ان کو اور اس قسم کے اور چند گناہوں کو گنوایا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا خواہ اس کی ذات میں کسی کو شریک کرے یا عبادت میں یا اس سے استعانت حاصل کرنے میں یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں یا پیدا کرنے، یا پکارنے میں یا کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے امور کی طرف پہنچنے میں، یعنی جیسے اللہ جل شانہ کے سب کام سپرد ہیں۔ اسی طرح اور کو بھی جاننے، نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کئے ہیں۔

گناہ پر اصرار کی نیت رکھنا، نشہ کی چیز پینا، اپنے محرموں سے نکاح کرنا، جوا کھیلنا، کفار سے دوستی کرنا، باوجود قدرت کے جہاد نہ کرنا، مردار کا گوشت کھانا، نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا، قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو برا کہنا یا ان کا انکار کرنا، صحابہ کرام کو برا کہنا، بیوی اور خاوند میں لڑائی ڈلوانا، اسراف کرنا، فساد کرنا، کسی کے سامنے ننگا ہونا۔ (یعنی بیوی کے علاوہ)

بخل کرنا، پیشاب اور منی سے پاک نہ کرنا۔ یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا، تقدیر کو جھٹلانا، تکبر کی وجہ سے پائینچہ ٹخنوں سے نیچے کرنا، نوحہ کرنا، بُرا طریقہ ایجاد کرنا، محسن کی ناشکری کرنا، کسی مسلمان کو کافر کہنا، حائضہ سے صحبت کرنا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا، جانور سے بدفعلی کرنا، امرد کو شہوت سے دیکھنا، کسی کے گھر میں جھانکنا، عالموں اور حافظوں کی حقارت کرنا، اگر ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں تو ان کے درمیان مساوات نہ کرنا، امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ وغیرہ بتلائے ہیں۔ ان کبائر میں بھی درجات ہیں، اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کو بڑے گناہ فرمایا گیا ہے اور مختلف احادیث میں مواقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ و استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا معاف ہو جاتا ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا چاہے اس کے بعد کسی دوسرے وقت وہ پھر سرزد ہی ہو جائے۔ اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہئے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔

(۳) حدثنا قتیبۃ بن سعید نا حدثنا شریک عن علی بن الاقمر عن ابی جحیفۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَمَّا اَنَا فَلَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا۔

(۳ و ۴) ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

(۴) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن بن مھدی حدثنا سفیان عن علی بن الاقمر قال سمعت ابا جحیفۃ یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا۔

ف: اس لئے کہ یہ صورت تواضع کے خلاف ہونے کے علاوہ بہت کھانا کھانے کی طرف منجر ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے پیٹ بھی بڑھ جاتا ہے اور سرعت ہضم بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اپنا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا تاکہ اس کا اتباع کیا جائے، علماء نے لکھا ہے کہ ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں اس میں داخل ہیں۔ اول یہ کہ داہنیں یا بائیں پہلو کو دیوار یا تکیہ وغیرہ پر سہارا لگائے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگائے۔ تیسرے یہ کہ

چوزانو یعنی چوکڑی مار کر کسی گدے وغیرہ پر بیٹھے۔ چوتھے یہ کہ کمر گاؤ تکیہ یا دیوار سے لگائے کہ یہ سب ہی صورتیں بفرقِ مراتب ٹیک میں داخل ہیں۔

(۵) حدثنا یوسف بن عیسی حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن سماک بن حرب عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَۃٍ قال ابو عیسٰی لم یذکر وکیع علی یسارہ ھکذا روی غیر واحد عن اسرائیل نحو روایۃ وکیع ولا نعلم احدا روی فیہ علی یسارہ الا ما روی اسحٰق بن منصور عن اسرائیل۔

(۵) جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔

ف: یہ وہی حدیث ہے جو باب کے شروع میں گذر چکی۔ مصنف رحؒ کو اس پر کلام کرنا مقصود تھا۔ اس لئے مکرر ذکر فرمایا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ اِتِّکَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلے اللّٰہ علیہ وسلم

باب ۲۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ کے علاوہ کسی اور چیز پر ٹیک لگانیکی ضرورت

ف: تکیہ کا ذکر پہلے باب میں گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمیوں پر بیماری کی حالت میں سہارا اور ٹیک لگانا بھی ثابت ہے۔ بظاہر اسی لئے مصنف رحؒ نے اس باب کو مستقل ذکر کیا۔ اس باب میں دو روایتیں ہیں۔

(۱) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا حماد بن سلمۃ عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ شَاکِیًا فَخَرَجَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی اُسَامَۃَ وَعَلَیْہِ ثَوْبٌ قِطْرِیٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِہٖ فَصَلّٰی بِھِمْ۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی اس لئے حجرہ شریف سے حضرت اسامہ رضؓ پر سہارا کئے ہوئے تشریف لائے اور صحابہ رضؓ کو نماز پڑھائی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت ایک یمنی منقش چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔

ف: یہ حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں نمبر ۶ پر گذر چکی ہے۔

(۲) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا محمد بن المبارک حدثنا عطاء بن مسلم الخفاف الحلبی حدثنا جعفر بن برقان عن عطاء بن ابی رباح عن الفضل بن عباس قال دخلت علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی توفی فیہ وعلیٰ رأسہ عصابۃ صفراء فسلمت فقال یا فضل قلت لبیک یا رسول اللہ قال اشدد بہذہ العصابۃ رأسی قال ففعلت ثم قعد فوضع کفہ علیٰ منکبی ثم قام فدخل فی المسجد وفی الحدیث قصۃ

(۲) فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے مرض الوفات کی حالت میں حاضر ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر اس وقت زرد پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے سلام کیا حضورؐ نے جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے فضل! اس پٹی سے میرے سر کو خوب زور سے باندھ دو۔ پس میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور میرے مونڈھے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسجد کو تشریف لے گئے۔ اس حدیث میں ایک مفصل قصہ ہے۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر درد کی وجہ سے پٹی باندھ رکھی تھی بعض علماء نے بجائے پٹی کے عمامہ کا ترجمہ کیا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف رنگ کے عمامے باندھنا ثابت کیا ہے منجملہ ان کے زرد عمامہ کا ترجمہ اس حدیث سے کیا ہے امام ترمذیؒ نے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے مجمع الزوائد میں یہ مفصل مذکور ہے۔ حضرت فضلؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو۔ میں لوگوں کو اکٹھا کر لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا: میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب ہے اس لئے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی حملہ کیا ہو، میری آبرو سے بدلہ لے لے۔ جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھے بدلہ لینے سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت اور نہ میرے لئے موزوں ہے۔

اب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کر لے یا معاف کر دے تاکہ میں اللہ جل شانہٗ کے یہاں بشاشتِ نفس کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر کفایت کرنا نہیں چاہتا پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔" چنانچہ اس کے بعد منبر سے اتر آئے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا نیز بغض کے متعلق بھی مضمون کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمے کوئی حق ہو وہ بھی ادا کر دے اور دنیا میں رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ تین درم میرے آپ کے ذمے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی مطالبہ کرنے والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں نہ اس کو قسم دیتا ہوں لیکن پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ایک سائل ایک دن آپ کے پاس آیا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس کو تین درم دے دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ اس کے تین درم ادا کر دو۔ اس کے بعد ایک اور صاحب اٹھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے ذمہ تین درم بیت المال کے ہیں میں نے خیانت سے لے لئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیوں خیانت کی تھی۔ عرض کیا میں اس وقت بہت محتاج تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل سے فرمایا کہ ان سے وصول کر لو اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعا کرا لے (کہ اب روانگی کا وقت ہے) ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، بہت سونے کا مریض ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "یا اللہ اس کو سچائی عطا فرما۔ ایمان (کامل) عطا فرما اور زیادتی نیند کے مرض سے صحت بخش دے"۔ اس کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹا ہوں منافق ہوں کوئی گناہ ایسا نہیں جو میں نے نہ کیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عمر چپ رہو دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے"۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا اللہ اس کو سچائی اور (کامل) ایمان نصیب فرما اور اس کے احوال کو بہتر فرما دے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کچھ مجھ سے کوئی بات کہی جس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ

ہوں میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے۔ جدھر بھی وہ جائیں، ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک اور صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا یا رسول میں بزدل ہوں۔ سونے کا مریض ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر نہ تھا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس طرح عورتوں کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا اور جو جو ارشادات مردوں کے مجمع میں فرمائے تھے یہاں بھی ان کا اعادہ فرمایا۔ ایک صحابیہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی زبان سے عاجز ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ (مجمع الزوائد) ان حضرات کا اپنے کو منافق فرمانا اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے یہ حضرات بہت زیادہ مغلوب رہتے تھے جس کے چند واقعات "حکایاتِ صحابہؓ" کے باب دوم میں لکھے جا چکے ہیں۔ اسی غلبہ خوف سے اپنے اوپر نفاق کا شبہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو باتفاق اہلِ حق تمام امت میں افضل ہیں یہ شبہ ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ "حکایات صحابہؓ" میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے قصہ سے مذکور ہے۔ ابنِ ابی ملیکہؒ کہتے ہیں میں نے تیس صحابہ کرامؓ کو پایا ہے ان میں سے ہر شخص اپنے منافق ہونے سے ڈرتا تھا کہ مبادا میں منافق تو نہیں ہوں۔ حضرت حسن بصریؒ جو مشہور اکابر صوفیا میں ہیں اور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان جو گذر چکے یعنی صحابہ کرامؓ اور وہ مسلمان جو موجود ہیں یعنی بقیہ صحابہؓ اور تابعینؒ کوئی بھی ان میں ایسا نہیں جو اپنے نفاق سے نہ ڈرتا ہو اور گذشتہ زمانہ میں اور موجودہ دور میں کوئی بھی منافق ایسا نہیں ہے جو مطمئن نہ ہو۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ مقولہ ہے کہ جو نفاق سے نہ ڈرتا ہو وہ منافق ہے۔ ابراہیم تیمیؒ جو فقہاء تابعین میں سے ہیں کہتے ہیں کہ جب بھی اپنی بات کو اپنے فعل پر پیش کرتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ جھوٹ نہ ہو (بخاری شریف فتح الباری) یہی مطلب ہے ان سب حضرات کے نفاق سے خوف کا کہ اپنے اعمال کو ہیچ اور کالعدم سمجھتے تھے اور پند و نصیحت وغیرہ احوال کے اعتبار سے یہ ڈر رہتا تھا کہ یہ نفاق نہ بن جائے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ اَکْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب ۲۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے کا طریقہ

ف:۔ یعنی کھانا تناول فرمانے کے بعض آداب کا بیان۔ اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی عن سفیٰن عن سعد بن ابراهیم عن ابن کعب بن مالك عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْعَقُ اَصَابِعَهٗ ثَلٰثًا قال ابو عیسی و روی غیر محمد بن بشار هٰذا الحدیث قال کَانَ یَلْعَقُ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ۔

(۱) کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔

ف:۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے پہلے انگلیاں چاٹ لینا مستحب ہے البتہ اس روایت کی بناء پر بعض کے نزدیک تین مرتبہ مستحب ہے۔ ملّا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ تین مرتبہ مراد نہیں بلکہ تین انگلیاں چاٹنا مراد ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے چنانچہ اسی باب میں خود کعب بن مالکؓ کی روایت آگے آ رہی ہے لیکن بعض شراحِ حدیث نے فرمایا ہے کہ یہ مستقل ادب ہے کہ تین مرتبہ چاٹنے سے بالکل صفائی ہو جاتی ہے اور تین انگلیاں جو دوسری روایت میں آ رہا ہے وہ مستقل ادب ہے۔

(۲) حدثنا الحسن بن علی الخلال حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس قال کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

ف:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تین ہی انگلیوں سے کھانا نوش فرمانے کی تھی۔ اگرچہ بعض روایات سے پانچوں انگلیوں سے کھانا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن تین انگلیاں جن میں انگوٹھا مسبحہ ہے اور وسطیٰ ہے اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت لقمہ کا چھوٹا ہونا ہے تاکہ زیادہ مقدار میں نہ کھایا جائے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے تین انگلیوں سے کھانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا چوتھی یا پانچویں انگلی بلا ضرورت شامل نہ کرے

البتہ اگر ضرورت ہو تو، یعنی کوئی ایسی چیز ہو جس کو تین انگلیوں سے کھانے میں دقت ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے پانچوں انگلیوں سے کھانا حریصوں کی علامت ہے اور لقمہ کے بڑا ہونے کی وجہ سے بسا اوقات فم معدہ پر بوجھ اور حلق میں اٹک جانے کا سبب بھی ہو جا[تا ہے]

(۳) حدثنا الحسين بن علي بن يزيد الصدائي البغدادي حدثنا يعقوب بن اسحٰق الحضرمي حدثنا شعبة عن سفيان الثوري عن علي بن الاقمر عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدي حدثنا سفيان عن علي بن الاقمر نحوه۔

(۳) ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

ف: یہ حدیث ایک باب میں پہلے گذر چکی ہے۔

(۴) حدثنا هرون بن اسحٰق الهمداني حدثنا عبدة بن سليمان عن هشام بن عروة عن ابن الكعب بن مالك عن ابيه قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِاَصَابِعِهِ الثَّلٰثِ وَيَلْعَقُهُنَّ۔

(۴) کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔

ف: بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے اس کے بعد شہادت کی انگلی اس کے بعد انگوٹھا۔ یہی تین انگلیاں تھیں جن سے کھانا تناول فرمانے کا معمول میرے آ[قا] کا تھا۔ اس ترتیب میں بھی علماء نے متعدد مصالح بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ انگلیاں چاٹنے کا دور اس طرح دائیں کو چلتا ہے کہ شہادت کی انگلی درمیانی انگلی کے دائیں جانب واقع ہو گی دوسری یہ کہ بیچ کی انگلی لمبی ہونے کی وجہ سے زیادہ ملوث ہوتی ہے اس لئے بھی اس سے ابتداء مناسب ہے خطابی کہتے ہیں کہ بعض بیوقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند اور قبیح سمجھتے ہیں حالانکہ ان کو اتنی عقل نہیں کہ انگلیوں پر جو کھانا لگا ہوا ہے وہی تو ہے جو اتنی دیر سے کھایا جا رہا تھا اس میں کیا نئی چیز ہو گئی؟ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے فعل کو قبیح سمجھے تو اس کے متعلق کلام کیا جا سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو قباحت کی طرف منسوب کرنے سے اندیشہ کفر ہے۔

(جامع الوسائل)

درحقیقت ایسے امور میں عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے جن کو عادت ہوتی ہے ان کو التفات بھی نہیں ہوتا اس لئے اگر کسی کو کراہت طبعی اپنے اس فعل سے ہو بھی تب بھی عادت کی کوشش کرنی چاہئے بندہ جب حجاز گیا تھا تو وہاں کے بعض احباب نے جو ہندوستان کبھی نہیں آئے تھے مجھ سے نہایت ہی تعجب اور بڑی حیرت سے یہ پوچھا تھا ہم نے سنا ہے کہ ہندوستان میں کوئی پھل آم کہلاتا ہے اس کے متعلق ایسی گندی بات سنی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس کو منہ میں لے کر چوسا جاتا ہے۔ پھر باہر نکالا جاتا ہے پھر اس کو منہ میں لے کر چوسا جاتا ہے پھر اس کو نکال کر دیکھتے ہیں پھر منہ میں لے لیتے ہیں۔ غرض اس انداز سے وہ گھناوٹ سے تعبیر کر رہے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو اس تذکرہ سے قے آ جائے گی۔ لیکن کسی ہندی کو کراہت کا خیال بھی نہیں آتا ایک اسی پر کیا موقوف ہے فیرنی کا سارا چمچہ منہ میں لے لیا جاتا ہے پھر اسی لعاب سے بھرے ہوئے کو رکابی میں ڈال دیا جاتا ہے پھر دوبارہ اور سہ بارہ اسی طرح اور سینکڑوں مناظر ہیں کہ ان کے عادی ہونے کی وجہ سے کراہیت کا واہمہ بھی نہیں ہوتا۔

(۵) حدثنا احمد بن منيع حدثنا الفضل بن دكين حدثنا مصعب بن سليم قال سمعت انس بن مالك يقول اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَرَاَيْتُهُ يَاْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوْعِ۔

(۵) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نوش فرما رہے تھے اور اس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔

ف: یعنی کمر کو دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک رکھا تھا۔ کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لیکن اس جگہ چونکہ ضعف کے عذر سے تھا اس لئے نہ اس روایت پر ان احادیث کے خلاف کا اشکال ہو سکتا ہے جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلا عذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے۔

باب ما جاء فی صفۃ خبز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

باب ۲۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا ذکر

ف:۔ یعنی کس قسم کی روٹی کھانے کا آپؐ کا معمول تھا؟ اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) حدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق قال سمعت عبد الرحمٰن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انّہا قالت ما شبع اٰلُ محمّدٍ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم من خبزِ الشّعیرِ یومینِ متتابعینِ حتّٰی قُبِضَ رسولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

ف:۔ یعنی کھجوروں سے اگرچہ اس کی نوبت آ گئی ہو لیکن روٹی سے کبھی یہ نوبت نہیں آئی کہ مسلسل دو دن ملی ہو لیکن اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ روایات سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کا ایک سال کا نفقہ مرحمت فرما دیا کرتے تھے اب ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔ علماء نے اس کی مختلف توجیہیں فرمائی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں اہل کا لفظ زائد ہے اور مراد خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے اور اپنے لئے ذخیرہ ثابت نہیں۔ چنانچہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت باب کے اخیر میں اسی مضمون کی آ رہی ہے۔ بعض نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ذخیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوالہ فرما دیا کرتے تھے لیکن ازواج مطہرات بھی شوقِ ثواب میں سب صدقہ فرما دیتی تھیں۔ بندہ ناچیز کے نزدیک ان کے علاوہ دو توجیہیں اور بھی ممکن ہیں لیکن چونکہ کسی بڑے کے کلام سے منقول نہیں ہے اس لئے حجت نہیں تاہم محتمل ضرور ہیں اول یہ کہ سال بھر کا نفقہ اسی حساب سے ہو کہ مسلسل دو دن کی روٹی کا حساب نہ بیٹھتا ہو کبھی روٹی کبھی کھجوریں کبھی فاقہ۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ دو نفقہ کیا عجب ہے کہ کھجوریں ہوں۔ اس حدیث میں اس کی نفی نہیں بلکہ روٹی کی نفی ہے۔

(۲) حدثنا عباس بن محمد الدوری حدثنا

(۲) ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس

یحیی بن ابی بکیر حدثنا حریز بن عثمان عن سلیم بن عامر قال سمعت ابا امامۃ الباھلی یقول ما کانَ یَفضُلُ عن اَھلِ بیتِ رسولِ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم خُبزُ الشّعیرِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔

ف:۔ یعنی جو کی روٹی اگر کبھی پکتی تھی تو وہ مقدار میں اتنی ہوتی ہی نہیں تھی کہ بچتی اس لیے کہ پیٹ بھرنے کو بھی کافی نہیں ہوتی تھی اور اس پر حضور اقدس اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی کثرت اور اہل صفہ تو مستقل طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے ہی۔

(۳) حدثنا عبد اللہ بن معاویۃ الجمحی حدثنا ثابت بن یزید عن ھلال بن خباب عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کانَ رسولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم یبیتُ اللّیالی المتتابعۃَ طاویًا ھُوَ واَھلُہٗ لا یجدونَ عشاءً وکانَ اَکثرُ خبزِھم خبزَ الشّعیرِ۔

(۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے کئی کئی رات پے در پے بھوکے گزار دیتے تھے کہ رات کو کھانے کے لئے کچھ موجود نہیں ہوتا تھا اور اکثر غذا آپ کی جو کی روٹی ہوتی تھی۔ گو کبھی کبھی گیہوں کی روٹی بھی مل جاتی تھی۔

ف:۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اگرچہ بعض لوگ ایسے تھے جو اہل ثروت تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت اخفاء کی وجہ سے ان کو علم ہی نہیں ہوتا تھا۔ ایسے ہی اہل و عیال بھی اخفاء کرتے تھے۔

(۴) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا عبید اللہ بن عبد المجید الحنفی حدثنا عبد الرحمٰن وھو ابن عبد اللہ بن دینار حدثنا ابو حازم عن سھل بن سعد اَنّہٗ قِیلَ لہٗ اَکَلَ رسولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم النّقیَّ یعنی الحُوّارٰی فقالَ سھلٌ ما رَاٰی رسولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم النّقیَّ حتّٰی لقیَ اللہَ تعالٰی فقیلَ لہٗ ھل کانت لکم مناخلُ علٰی عھدِ رسولِ اللہِ

(۴) سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا پھر سائل نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں انہوں نے فرمایا کہ نہیں تھیں سائل نے پوچھا کہ پھر جو کی روٹی کیسے پکاتے تھے؟

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ فَقِيْلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِيْرِ قَالَ نَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نَعْجُنُهُ۔

(۱چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے ہیں) سہل نے فرمایا کہ اس آٹے میں پھونک مار لیا کرتے جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اڑ جاتے تھے۔ باقی گوندھ لیتے تھے

ف:۔ اللہ الصمد، آج کل گیہوں کی روٹی بھی بغیر چھنے کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے حالانکہ بغیر چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم بھی ہوتی ہے اور میدہ کی روٹی نہایت ثقیل۔ لیکن پھر بھی تنعم کے زور میں بہت سے گھرانوں میں یہ فضول رواج جاری ہو گیا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو اسلام میں آئی ہے وہ چھلنیوں کا رواج ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بدعت ہے جو شرعاً سنت کے مقابل شمار کی جاتی ہے بلکہ جدید رواج کے اعتبار سے بدعت کہہ دیا ہے ورنہ اس کے جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذ ابن هشام قال حدثني ابي عن يونس عن قتادة عن انس بن مالك قال مَا اَكَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا فِيْ سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلٰى مَا كَانُوْا يَأْكُلُوْنَ قَالَ عَلٰى هٰذِهِ السُّفَرِ قال محمد بن بشار يونس هذا الذي روى عن قتادة هو يونس الاسكاف۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانا میز پر تناول نہیں فرمایا نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا نہ آپ کے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ یونس رحؒ کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہی چمڑے کے دستر خوان پر۔

ف:۔ یونس رحؒ اور قتادہ رحؒ جن کا ذکر ترجمہ میں آیا ہے وہ اس حدیث کی سند میں دو راوی ہیں۔ علامہ مناوی اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ میز پر کھانا کھانا ہمیشہ سے متکبر لوگوں کی عادت رہی ہے۔ کوکب دری میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں چونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ بھی ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہے تشبہ کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ احادیث میں بہت کثرت سے اس پر مختلف عنوانات سے تنبیہ کی گئی ہے کھانے میں پینے میں لباس میں حتیٰ کہ عبادات تک میں بھی اس سے روکا گیا ہے۔ جیسا کہ عاشورا کے روزے اور اذان کی احادیث میں کثرت سے یہ مضمون کتب حدیث میں مذکور ہے مگر ہم لوگ اس میں خاص طور سے لاپروا ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

(۶) حدثنا احمد بن منيع حدثنا عباد بن عباد المهلبي عن مجالد عن الشعبي عن مسروق قال دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَدَعَتْ لِيْ بِطَعَامٍ وَقَالَتْ مَا اَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَاَشَاءُ اَنْ اَبْكِيَ اِلَّا بَكَيْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ اَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِيْ فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا وَاللهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ۔

(۶) مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا انہوں نے میرے لئے کھانا منگایا اور یہ فرمانے لگیں کہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے پس رونے لگتی ہوں۔ مسروق رحؒ نے پوچھا کہ کیوں رونے کو دل چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حالت یاد آجاتی ہے جس پر ہم سے مفارقت فرمائی ہے کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت یا روٹی سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آئی۔

(۷) حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو داؤد قال حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق قال سمعت عبد الرحمٰن ابن يزيد يحدث عن الاسود بن يزيد عن عائشة قالت مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن پے در پے پیٹ نہیں بھرا۔

ف:۔ یہ وہی حدیث ہے جو شروع باب میں گذر چکی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ وہاں سب گھر والوں کا ذکر تھا۔ یہاں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذات والاصفات کا ذکر ہے۔ مآل ایک ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے فقر ہی پسند تھا۔ اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر سکیں۔ جو کچھ ہوتا تھا وہ غرباء پر تقسیم ہو جاتا تھا۔

(۸) حدثنا عبد الله بن عبد الرحمٰن حدثنا عبد الله بن عمرو ابو معمر حدثنا عبد الوارث عن سعيد ابن ابي عروبة عن قتادة عن انس قال مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا اَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ۔

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اخیر تک میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور نہ کبھی چپاتی نوش فرمائی۔

ف: یہ حدیث اسی باب کے نمبر ۵ پر گذر چکی ہے۔ روایات حدیث سے یہ بات تو تصریحاً ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کی حالت خود پسند فرمائی تھی اور جب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کسی فرشتے کی زبانی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فقر و فاقہ اور ثروت و ریاست کے درمیان ترجیح پوچھی جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی ہی قسم کو پسند فرماتے۔ چنانچہ متعدد احادیث اس مضمون کی وارد ہیں لیکن اس میں علماء کے دو قول ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ میسر ہی اتنا ہوتا تھا جس کا اوپر ذکر ہوا یا باوجود میسر ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تواضعاً تناول نہیں فرماتے تھے اور تقسیم فرما دیتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ اِدَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۲۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کا ذکر

ف:۔ اس باب میں تیس سے زائد حدیثیں ہیں۔ بعض نسخوں میں اس باب میں ایک مضمون اور بھی ذکر کیا ہے وہ یہ کہ سالن اور مختلف اشیاء کا ذکر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن سهل بن عسكر وعبد الله ابن عبد الرحمن قالا حدثنا يحيى بن حسان حدثنا سليمان بن بلال عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عبد الرحمن فِيْ حديثه نِعْمَ الْاُدْمُ اَوِ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔

ف:۔ اس لحاظ سے کہ اس میں وقت و محنت زیادہ نہیں ہوتی اور روٹی بے تکلف کھائی جاتی ہے ہر وقت میسر آجاتا ہے نیز تکلفات سے بعید ہے اور دنیوی گذران میں اختصار بھی مقصود ہے اس کے علاوہ سرکہ کے خصوصی فوائد بھی بہت سے ہیں۔ سمیات کے لیے مفید ہیں۔ بلغم اور سودا کا قاطع ہے۔ کھانے کے ہضم میں معین ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کا قاتل ہے۔ بھوک

کھولتا ہے۔ البتہ سرد مزاج ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے لیکن اس لحاظ سے کہ بہترین سالن ہے ہر وقت میسر آسکتا ہے جتنی بھی مدح ہو قرین قیاس ہے۔ اسی لیے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ کیا ہی اچھا سالن ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کی دعا فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ پہلے انبیاء کا بھی یہ سالن رہا ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہیں ہیں یعنی سالن کی احتیاج باقی نہیں رہتی جمع الوسائل میں ان روایات کو ابن ماجہ سے نقل کیا ہے۔

(۲) حدثنا قتيبة حدثنا ابو الاحوص عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان بن بشير يقول اَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَّشَرَابٍ مَّا شِئْتُمْ لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بَطْنَهٗ۔

(۲) نعمان بن بشیر کہتے ہیں کیا تم کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں نہیں ہو حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان کے ہاں معمولی قسم کی کھجوروں کی بھی اتنی مقدار نہ ہوتی تھی کہ جس سے شکم سیر ہو سکے۔

ف: صحابی کا مقصود ترغیب دینا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور دنیا کی مختصر گیری کی اور حدیث میں جب شکم سیر کھجوروں کی نفی ہوگئی تو روٹی، سالن کا کیا ذکر؟ لہٰذا ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی ظاہر ہو گئی۔

(۳) حدثنا عبدة بن عبد الله الخزاعی حدثنا معاوية بن هشام عن سفيان عن محارب بن دثار عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔

ف: ممکن ہے کہ جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات موجود تھے اور اقرب یہ ہے کہ مختلف اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہو۔

(۴) حدثنا هناد حدثنا وكيع عن سفيان عن ايوب عن ابى قلابة

(۴) زہدم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔ ان کے پاس

عن زہدم الجرمی قال کنا عند ابی موسیٰ فاُتِیَ بلحم دجاج فتنحّٰی رجل من القوم فقال ما لک قال انی رأیتہا تاکل شیئا نتنا فحلفت ان لا اٰکلہا قال اُدن فانی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل لحم دجاج۔

کھانے میں مرغی کا گوشت آیا۔ مجمع میں سے ایک آدمی پیچھے ہٹ گیا۔ ابوموسیٰ رضؓ نے اس سے ہٹنے کی وجہ دریافت کی اس نے عرض کیا کہ میں نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا ہے اس لئے میں نے مرغی نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضؓ نے فرمایا کہ آؤ اور بے تکلف کھاؤ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت نوش فرماتے دیکھا ہے اگر ناجائز یا ناپسند ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تناول فرماتے۔

ف: مقصود یہ ہے کہ مباحِ شرعی کی تحریم نہیں کرنی چاہیئے اس لئے اپنی قسم کو توڑ دو اور کفارہ دو۔ مرغی جمہور آئمہ رحؒ کے نزدیک جائز ہے البتہ جلالہ کو (جلالہ وہ مرغی ہے جو گندگی کھاتی ہو) علماء نے مکروہ فرمایا ہے۔ مُرغی حار رطب ہوتی ہے۔ سریع الہضم ہے۔ اخلاط اچھے پیدا کرتی ہے۔ دماغ اور جملہ اعضائے رئیسہ کو قوت دیتی ہے۔ آواز بھی صاف کرتی ہے اور رنگ بھی خوشنما پیدا کرتی ہے۔ عقل کو بھی قوت دیتی ہے۔

(۵) حدثنا الفضل بن سہل (الاعرج البغدادی) حدثنا ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن مہدی عن ابراہیم ابن عمر بن سفینۃ عن ابیہ عن جدہ قال اکلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحم حُباریٰ۔

(۵) سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباریٰ کا گوشت کھایا ہے۔

ف: حباریٰ ایک پرندہ ہے۔ اس کے ترجمہ میں علماء مختلف ہوئے ہیں۔ بعض نے تغذری کیا ہے۔ بعض نے بٹیر اور بعض نے سرخاب اور بعض مترجمین نے چکا چاکوٹی کیا ہے۔ محیط اعظم میں لکھا ہے کہ حباریٰ کو فارسی میں ہوبرہ اور شوات اور شوال کہتے ہیں۔ ترکی میں عذری اور ہندی میں چرز کو کہتے ہیں۔ جنگلی پرندہ ہے جس کا رنگ خاکی اور گردن بڑی اور پاؤں لمبے اور چونچ بھی تھوڑی سی لمبائی ہوتی ہے بہت تیز اڑتا ہے اس کو جرج بھی کہتے ہیں۔ یونانی لوگ اس کو غلوفس کہتے ہیں جثہ میں کونج اور مرغابی کے درمیان ہوتا ہے۔ صاحب لغات الصراح نے بھی حباریٰ کا ترجمہ شوات لکھا ہے اور مظاہر حق میں تغذری لکھا ہے۔ حباریٰ کا ترجمہ اور حضرات نے بھی تغذری لکھا ہے اس لئے یہی صحیح ہے۔ صاحبِ غیاث نے تغذری اور چرز لکھا ہے۔ صاحب بحرالجواہر نے

بھی تغذری اور چرز لکھا ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو سرخاب بھی کہتے ہیں۔ لیکن صاحبِ محیط نے سُرخاب جس کو چکوہ بھی کہتے ہیں دوسرا پرندہ لکھا ہے اور صاحب نفائس نے چکوا اور سرخاب کی عربی نحام لکھا ہے اس لئے اقرب یہی ہے کہ سرخاب دوسرا جانور ہے سفینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ کا لقب تھا۔ ان کو سفینہ اس لئے کہتے تھے کہ کشتی کی طرح سے سفر میں بہت سا سامان اپنے اوپر لاد لیتے تھے۔

(۶) حدثنا علی بن حجر حدثنا اسمٰعیل بن ابراہیم عن ایوب عن القاسم التمیمی عن زہدم الجرمی قال کنا عند ابی موسیٰ فقال فقُدِّمَ طعامہ وقُدِّمَ فی طعامہ لحم دجاج وفی القوم رجل من بنی تیم اللہ احمر کانہ مولیٰ قال فلم یدن فقال لہ ابوموسیٰ اُدن فانی قد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل منہ فقال انی رأیتہ یاکل شیئا فقذرتہ فحلفت ان لا اطعمہ ابدًا۔

(۶) زہدم کہتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ان کے پاس کھانا لایا گیا۔ جس میں مرغی کا گوشت بھی تھا۔ مجمع میں ایک آدمی قبیلۂ بنو تیم اللہ کا بھی تھا جو سرخ رنگ تھا۔ بظاہر آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا اس نے یکسوئی اختیار کی ابوموسیٰ رضؓ نے اسے متوجہ ہونے کو کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرغی تناول فرمانے کا ذکر فرمایا اس نے عذر کیا کہ میں نے اس کو کچھ ایسی ہی چیز کھاتے دیکھا جس کی وجہ سے مجھے اس سے کراہت آتی ہے اس لئے میں نے اس کے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔

ف: یہ وہی حدیث ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ اختلاف سند سے ہے صورتاً قصہ میں کچھ اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ شمائل میں دونوں حدیثیں مختصر ذکر کی گئیں۔ بخاری شریف میں یہ لمبا قصہ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضؓ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کھاؤ اور قسم کا کفارہ ادا کرو کہ حلال چیز کے نہ کھانے کی قسم کے کیا معنے؟۔

(۷) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو احمد الزبیری وابو نعیم قالا حدثنا سفیٰن عن عبد اللہ بن عیسیٰ عن رجل من اہل الشام یقال لہ عطاء عن ابی اسید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلوا الزیت وادہنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ۔

(۷) ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو اور مالش میں بھی۔ اس لئے کہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔

ف :- اس درخت پر مبارک کا اطلاق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں آیا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ الآیۃ اور بابرکت ہونے کی وجہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اکثر شام میں پیدا ہوتا ہے اور وہ زمین اس لئے بابرکت ہے کہ اس میں ستر نبی مبعوث ہوئے بعض کہتے ہیں کہ برکت کا اطلاق اس لئے ہے کہ اس میں منافع بہت ہیں۔ چنانچہ ابونعیمؒ نے نقل کیا ہے کہ اس میں ستر بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے ایک جذام بھی ہے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی ہر چیز میں منافع ہیں، اس کا تیل جلانے کے کام میں آتا ہے۔ کھانے کے کام میں آتا ہے دباغت کے کام میں آتا ہے۔ ایندھن جلانے کے کام میں آتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی راکھ ریشم دھونے کے لئے خاص طور سے مفید ہے کہتے ہیں کہ اس کے درخت کی عمر بہت ہوتی ہے۔ چالیس سال کے بعد تو پھل لاتا ہے اور ایک ہزار برس کی عمر اکثر ہوتی ہے اس کے منافع طب کی کتب میں بکثرت ذکر کئے گئے ہیں۔

(۸) **حدثنا** یحیی بن موسٰی، حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن زید بن اسلم عن ابیہ **عن** عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ **قال** ابو عیسی وکان

(۸) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں استعمال کرو اس لئے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔

عبد الرزاق یضطرب فی ھٰذا الحدیث فربما اسندہ وربما ارسلہ **حدثنا** السنجی وھو ابوداؤد سلیمان بن معبد المروزی السنجی حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن زید بن اسلم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ ولم یذکر فیہ عن عمر۔

ف :- ان روایات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے تو خود استعمال فرمانا ظاہر ہے۔

(۹) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر وعبد الرحمٰن بن مھدی قالا حدثنا شعبۃ عن قتادۃ **عن** انس بن مالك قال كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ فَاُتِيَ

(۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو مرغوب تھا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا آیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعوت میں تشریف

بطعامٍ اَوْ دُعِيَ لَهٗ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُهٗ فَاَضَعُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا اَعْلَمُ اِنَّهٗ يُحِبُّهٗ۔

لے گئے (راوی کو شک ہے کہ یہ قصہ کس موقع کا ہے) جس میں کدو تھا۔ چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرغوب ہے اس لئے اس کے قتلے ڈھونڈ کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیتا تھا۔

ف :- اس سے معلوم ہوا کہ اگر برتن میں مختلف چیزیں ہوں تو اپنے علاوہ دوسری جانب سے بھی کسی مرغوب چیز کے اٹھا لینے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ ساتھی کو کراہت نہ آئے۔ ڈھونڈ کر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شوربا زیادہ رکھنے کا معمول تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ترغیب بھی فرمائی ہے کہ شوربا زیادہ رکھو کہ پڑوسی بھی منتفع ہو سکے۔

(۱۰) **حدثنا** قتیبۃ بن سعید حدثنا حفص بن غیاث عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن حکیم بن جابر عن ابیہ قال دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ عِنْدَهٗ دُبَّاءً يُقَطَّعُ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ نُكَثِّرُ بِهٖ طَعَامَنَا **قال** ابو عیسیٰ جابر ھٰذا ھو جابر بن طارق ویقال ابن ابی طارق و

(۱۰) جابر بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کدو کے چھوٹے ٹکڑے کئے جارہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا بنے گا۔ فرمایا کہ اس سے سالن میں اضافہ کیا جائے گا۔

ھو رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ عَلَيْهِ وسلم ولا یعرف لہ الا ھٰذا الحدیث الواحد وابو خالد اسمہ سعد۔

ف :- کدو کے فوائد بھی علماء حدیث نے بہت سے لکھے ہیں اور طب کی کتابوں میں بھی بہت سے منافع لکھے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ عقل کو تیز کرتا ہے دماغ کو قوت دیتا ہے۔

(۱۱) **حدثنا** قتیبۃ بن سعیدؒ عن مالك بن انس عن اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ انہ سمع انس بن مالك یقول اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ فَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ

(۱۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرتبہ دعوت کی۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی اور کدو گوشت

اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِیْرٍ وَمَرَقًا فِیْہِ دُبَّاءٌ وَقَدِیْدٌ قَالَ اَنَسٌ رضی فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کا شوربا پیش کیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالہ کے سب جانبوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما کر نوش فرما رہے تھے۔ اس وقت سے مجھے بھی کدو مرغوب ہوگیا۔

یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَی الْقَصْعَۃِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ یَوْمَئِذٍ۔

ف: حضرت انس رضی کی خود بھی دعوت ہوگی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خادمیت میں چلے گئے ہوں گے اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ داعی کو گراں نہ ہو۔ حضرت انس رضی کا یہ ارشاد کہ مجھے اس وقت سے کدو سے رغبت ہوگئی اس محبت کا ثمرہ ہے جو ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور محبت کا متقضے یہی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پسند ہو۔ اس کی بات دل میں جگہ کرنے والی ہو، جس درجہ کی محبت ہوگی اسی مرتبہ میں محبوب کے اثرات کے ساتھ شغف ہوگا لیکن اللہ کی شان ہے کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے دعوے داروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صورت بنانا بھی پسند نہیں، ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا۔

(۱۲) حدثنا احمد بن ابراھیم الدورقی وسلمۃ بن شبیب ومحمود بن غیلان قالوا حدثنا ابو اسامۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ

(۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا۔

قالت کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ۔

ف: بظاہر حدیث میں حلوے سے مراد ہر میٹھی چیز ہے لیکن بعض لوگوں نے اس سے متعارف حلوا مراد لیا جو مٹھائی اور گھی وغیرہ سے بنایا جاتا ہے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلوا بنوا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اور حضور نے اس کو پسند فرمایا۔ یہ حلوا آٹے اور شہد اور گھی سے بنایا گیا تھا۔ شکر کا اس زمانہ میں کچھ ایسا دستور نہ تھا اس لئے میٹھی چیز عموماً شہد یا کھجور سے بنائی جاتی تھی۔

(۱۳) حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا حجاج بن محمد قال قال ابن جریج اخبرنی

(۱۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور صلی اللہ

محمد بن یوسف ان عطاء بن یسار اخبرہ ان ام سلمۃ اخبرتہ انھا قَرَّبَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِیًّا فَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَمَا تَوَضَّاَ۔

علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور پھر بلا وضو کئے نماز پڑھی۔

ف: بعض روایات سے آگ سے پکی ہوئی چیز کا ناقضِ وضو ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب بعض علماء متقدمین کا ہے لیکن خلفائے اربعہ اور ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو احادیث وجوب وضو پر دلالت کرتی ہیں وہ منسوخ ہیں یا مؤول ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی کی یہ حدیث بھی جمہور کی تائید کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا وضو کئے بغیر نماز پڑھی۔

(۱۴) حدثنا قتیبۃ حدثنا ابن ھیعۃ عن سلیمان بن زیاد بن عبد اللہ بن الحارث قال اَکَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شِوَاءً فِی الْمَسْجِدِ

(۱۴) عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔

ف: اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کھانا پینا جائز ہے بشرطیکہ ریزہ وغیرہ سے مسجد خراب نہ ہو ورنہ مکروہ ہوگا اور ممکن ہے کہ یہ حالتِ اعتکاف کا ذکر ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہر سال اعتکاف کرنے کا تھا اور اس صورت میں مسجد میں کھانا پینا ظاہر ہے۔

(۱۵) حدثنا محمود بن غیلان انبانا وکیع حدثنا مسعر عن ابی صخرۃ جامع بن شداد عن المغیرۃ بن عبد اللہ عن المغیرۃ بن شعبۃ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَاُتِیَ بِجَنْبٍ مَشْوِیٍّ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَۃَ فَجَعَلَ یَحُزُّ لِیْ بِھَا مِنْہُ قَالَ فَجَاءَ بِلَالٌ یُؤْذِنُہٗ بِالصَّلٰوۃِ فَاَلْقَی الشَّفْرَۃَ فَقَالَ مَا لَہٗ تَرِبَتْ یَدَاہُ قَالَ وَکَانَ شَارِبُہٗ قَدْ وَفٰی فَقَالَ لَہٗ اَقُصُّہٗ لَكَ عَلٰی سِوَاكٍ اَوْ قُصَّہٗ عَلٰی سِوَاكٍ۔

(۱۵) مغیرہ بن شعبہ رضی کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضور کے ساتھ مہمان ہوا کھانے میں ایک پہلو بھنا ہوا لایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاقو لے کر اس میں سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے اسی دوران میں حضرت بلال رضی نے آکر نماز کی تیاری کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاک آلودہ ہوں، اس کے دونوں ہاتھ، کیا ہوا اس کو کہ ایسے موقع پر خبر کی اور پھر چھری رکھ کر نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ مغیرہ رضی کہتے ہیں کہ دوسری بات میری یہ تھی یہ پیش آئی کہ میری مونچھ

بہت بڑھ رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاؤ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دوں۔ یا یہ فرمایا کہ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دو۔ راوی کو الفاظ میں شک ہے کہ کیا لفظ فرمائے؟۔

ف:۔ اس حدیث میں چند مضمون قابلِ تنبیہ ہیں اوّل یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا اس کے مطلب میں علماء کے دو قول ہیں، اور روایاتِ مختلفہ سے دونوں کی تائید ہوتی ہے ایک یہ کہ ساتھ کا لفظ زائد ہے اور مقصود یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبانی کی مد میں پہلو کا گوشت بھنوایا اور کاٹ کاٹ کر کھلایا۔ جامع ترمذی شریف کی روایت اس مضمون کے کچھ زیادہ مناسب ہے اور ابو داؤد کی روایت تو گویا اس مضمون میں صریح ہے۔ جس کے لفظ یہ ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا دوسرے یہ کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کسی تیسرے شخص کے مہمان ہوئے ساتھ کا لفظ روایات میں اس کی تائید کرتا ہے اس صورت میں حضورؐ کا کاٹ کر کھلانا تالیف قلوب کے لئے تھا تیسرا مطلب بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مہمان کیا مگر یہ صحیح نہیں۔ بندہ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مع مہمانوں کے کسی جگہ دعوت تھی جیسا کہ دستور عام ہے کہ اکابر کی دعوت مع خدام و مہمانان ہوتی ہے اس صورت میں ابو داؤد اور ترمذی دونوں کی روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ اصل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت مع مہمانوں کے دعوت کی وجہ سے یہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں دوسرے کے مہمان تھے۔ دوسرا مضمون چاقو سے کاٹنے کے متعلق ابو داؤد شریف اور بیہقی کی روایات میں چاقو سے کاٹنے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ علماء حدیث نے ان دونوں حدیثوں کے درمیان مختلف طریقوں سے تطبیق فرمائی ہے سہل یہ ہے کہ وہ ممانعت چاقو سے کھانے کی ہے اور یہ واقعہ چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے کا ہے اگر گوشت اچھی طرح نہ گلا ہو تو چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور ضابطہ کی بات یہ ہے کہ جس چیز میں اجازت اور ممانعت دونوں پائی جاتی ہوں اور وجوہ ترجیح میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو قاعدہ کے موافق ممانعت کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔ یہ ضابطہ مستقل ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے اس کے لفظ یہ ہیں کہ چاقو سے گوشت نہ کاٹا کرو یہ عجمیوں کا (یعنی کفار کا) طریقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت اس طریق پر ہے جس سے کفار سے تشبہ ہوتا ہے۔ مطلقاً چاقو سے کاٹنے کی ممانعت نہیں،

اور کفار کے ساتھ تشبہ سے بچنے کی تاکید تو سینکڑوں احادیث میں ہے۔ تیسری بات حضرت بلالؓ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے یہ الفاظ تنبیہ سے ہے۔ ایسے الفاظ کے معنی مقصود نہیں ہوتے ملامت اور تنبیہ مقصود ہوتی ہے ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ ڈانٹنے کے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس جگہ پر بعض علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہونے کی وجہ سے اس کے نفیس نفیس معنے بھی بتلائے ہیں۔ لیکن ظاہر صرف تنبیہ ہے اور تنبیہ اس امر پر تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہمان کی وجہ سے اس کے اہتمام میں مشغول تھے تو اس کے درمیان میں اطلاع نہ کرنی چاہئے تھی بلکہ فراغت کا انتظار مناسب تھا جب کہ نماز کے وقت میں گنجائش بھی تھی۔ چوتھی بات لبوں کے کاٹنے کے متعلق ظاہر یہی مطلب ہے جو ترجمہ میں لکھا گیا کہ مغیرہؓ کی لبیں بڑھی ہوئی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھے کے بجائے مسواک رکھ کر کاٹنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ بعض شراح حدیث اس طرف گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی لبیں مراد ہیں لیکن ابو داؤد شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ میری لبیں بڑھی ہوئی تھیں جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ دیا۔ متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مختلف الفاظ سے وارد ہوا ہے جس کے ڈاڑھی کے بڑھانے کا حکم ہے اور مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرنے کی تاکید ہے اسی وجہ سے ایک جماعت علمائے سلف کی اس طرف ہے کہ مونچھوں کا منڈانا سنت ہے لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ مونڈنے کے قریب ہو جائے۔

(۱۶) **حدثنا** واصل بن عبد الاعلیٰ حدثنا محمد بن فضیل عن ابی حیان التیمی عن ابی زرعۃ عن ابی ہریرۃ قال أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَشَ مِنْهَا۔

(۱۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے گوشت آیا اس میں سے دست (یعنی بونگ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست یعنی بونگ کا گوشت پسند بھی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا (یعنی چھری وغیرہ سے نہیں کاٹا)

ف:۔ دانتوں سے کاٹ کر کھانے کی ترغیب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ چنانچہ

حدیث میں آیا ہے کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو اس سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے اور بدن کو زیادہ موافق پڑتا ہے۔

(۱۷) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا ابوداؤد عن زهير يعني ابن محمد عن ابي اسحق عن سعد بن عياض **عن** ابن مسعود قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يُرٰى اَنَّ الْيَهُوْدَ سَمُّوْهُ۔

(۱۷) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ذراع یعنی دست کا گوشت مرغوب تھا اور اسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا۔ گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر دیا تھا۔

ف ۱۔ فتح خیبر میں ایک یہودی عورت کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپؐ کو دست کا گوشت یعنی بونگ مرغوب ہے تو ایک بکری کا گوشت بھونا اور اس میں بہت زیادہ زہر ملا دیا، اور دست میں خصوصیت سے بہت زیادہ زہر قاتل بھر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور سامنے پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ منہ میں رکھا لیکن نگلنے کی نوبت نہیں آئی تھی یا کچھ نگل بھی لیا تھا کہ اس کو تھوک دیا اور فرمایا کہ اس گوشت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس میں زہر ہے لیکن کچھ نہ کچھ اثر پہنچ گیا تھا چنانچہ اس کا ہی اثر کبھی زور کرتا تھا اور آخر یہی سمی اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت عود کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا سبب بنا. اس حدیث میں گوشت کے خود اطلاع دینے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اطلاع دینے کا ذکر ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں کہ اوّل گوشت نے معجزہ کے طور پر خود کہا ہو کہ مجھ میں زہر ہے اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے اس کی تصدیق فرمائی ہو۔ اس اطلاع کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ترک فرمادیا اور ساتھیوں کو بھی کھانے سے منع فرمادیا اس کے بعد اس عورت کو بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ اس میں زہر ملایا ہے! اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نے اس میں زہر ملایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے انتقام نہیں لیا اس لئے عورت کو اس وقت معاف فرمادیا گیا لیکن بشر بن براء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زہر سے شہید ہوئے اس لئے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شہادت پر اس عورت کو قصاصاً یا تعزیراً قتل فرمایا اس کے بارے میں مختلف روایتیں آتی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص لیا۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں لیا اور دونوں صحیح ہیں۔ جیسا کہ اصل واقعہ سے معلوم

ہوگیا۔ ایسی صورت میں شرعاً قصاص واجب ہوتا ہے یا دیت وغیرہ، یہ فقہی مسئلہ ہے جو ائمہ میں مختلف ہے اور علمی بحث ہے اس لئے ترک کردی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا کہ گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر ملا دیا تھا، یہ ان کے خیال کی بناء پر ہے بظاہر ان کو محقق نہیں ہوا ورنہ اصل واقعہ محقق ہوچکا اور یہود نے خود اقرار کیا کہ ہم نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں مفصل مذکور ہے۔

(۱۸) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا مسلم بن ابراهيم حدثنا ابان بن يزيد عن قتادة عن شهر بن حوشب عن ابي عبيد قال طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِيْ الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِيْ الذِّرَاعَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِي الذِّرَاعَ مَادَعَوْتُ۔

(۱۸) ابو عبیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہانڈی پکائی چونکہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا اس لئے میں نے ایک بونگ پیش کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طلب فرمائی۔ میں نے دوسری پیش کی۔ پھر حضورؐ نے اور طلب فرمائی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو چپ رہتا تو میں جب جب تک مانگتا رہتا اس دیگچی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔

ف ۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ تھا۔ مسند احمد میں اس روایت کے ہم معنی ابو رافعؓ سے منقول ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ دونوں کے ساتھ پیش آیا۔ اس میں کچھ استعجاب نہیں اس قسم کے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات میں بکثرت ملتے ہیں۔ چند واقعات قاضی عیاضؒ نے شفا میں ذکر کیے ہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت ابو بکرؓ کی دعوت کی اور اتنا کھانا تیار کیا کہ جو دو آدمیوں کو کافی ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ شرفاءِ انصار میں سے تیس آدمیوں کو بلالاؤ وہ بلاکر لے آئے اور ان کے کھانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ساٹھ آدمیوں کو بلاکر لے آؤ اور ان کے فارغ ہونے کے بعد اوروں کو بلایا۔ غرض ایک سو اسی نفر کو یہ کھانا کافی ہوگیا۔

حضرت سمرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے ایک پیالہ میں گوشت آیا اور صبح سے لے کر رات تک مجمع آتا رہا اور اس میں سے کھاتا رہا

حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی میں چند کھجوریں دس دانوں سے کچھ زیادہ تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چند کھجوریں اس تھیلی میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اس تھیلی میں سے تھوڑی سی نکالیں اور ان کو پھیلایا اور دعا پڑھی اور فرمایا کہ دس دس نفر کو بلاتے رہو اور کھلاتے رہو۔ اس طرح پورے لشکر کو کافی ہو گئیں اور جو بچیں وہ حضرت ابوہریرہؓ کو واپس کر دی گئیں اور ارشاد فرمایا کہ اس تھیلی میں سے نکال کر کھاتے رہنا اس کو الٹ کر خالی نہ کرنا چنانچہ یہ اس میں سے نکال نکال کر کھاتے رہتے تھے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرات شیخینؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں نکال کر کھائیں اور متفرق اوقات میں اس میں سے نکال کر صدقہ بھی کرتا رہتا تھا جس کی مقدار کئی من ہو گئی ہو گی لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے حادثہ کے وقت وہ کسی نے مجھ سے زبردستی چھین لی اور مجھ سے جاتی رہی۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی کے ایک ولیمہ میں میری والدہ نے ملیدہ تیار کیا اور ایک پیالہ میں میرے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پیالہ کو رکھ دو، فلاں فلاں شخص کو بلا لاؤ اور جو تمہیں ملے اس کو بھی بلا لینا میں ان لوگوں کو بلا کر لایا اور جو ملتا رہا اس کو بھی بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ تمام مکان اور اہل صفہ کے رہنے کی جگہ سب آدمیوں سے پُر ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھتے رہیں اور کھاتے رہیں جب سب شکم سیر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اس پیالہ کو اٹھا لو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتدا میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا جس وقت میں نے اس کو اٹھایا اس وقت زیادہ پُر تھا۔

غرض اس قسم کے بہت سے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعات بڑے بڑے مجمعوں میں پیش آئے ہیں ایسے واقعات کو خلافِ واقعہ نقل کرنا بہت دشوار ہے اور جو لوگ ان واقعات میں شریک تھے وہ خلافِ واقعہ نقل پر کو

نہیں کر سکتے تھے۔ حدیث بالا میں حضرت ابو عبیدؓ کے اس کہنے پر کہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں آئندہ کا سلسلہ بند ہو جانا ملّا علی قاریؒ کے نزدیک اس بنا پر ہے کہ معجزات کرامات اور اس قسم کے خوارق کا پیش آنا فنائے تامہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس جواب کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ توجہ تام جو پہلے سے تھی باقی نہ رہی اور توجہ کے انقطاع کی وجہ سے یہ چیز بھی منقطع ہو گئیں علامہ مناویؒ کہتے ہیں کہ یہ حقیقت میں ایک انعام الٰہی تھا اگر یہ انقیادِ تام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے رہتے تو وہ باقی رہتا لیکن ان کی طرف سے اعتراض کی صورت پیدا ہوئی جو موقع کے مناسب نہ تھی اس لئے وہ اکرامِ تام بھی منقطع ہو گیا۔

(۱۹) حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا یحیی بن عباد عن فلیح بن سلیمان قال حدثنی رجل من بنی عباد یقال له عبد الوهاب بن یحیی بن عباد عن عبد الله بن الزبیر عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ الذِّرَاعُ أَحَبَّ اللَّحْمِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهُ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا غِبًّا وَكَانَ يَعْجَلُ إِلَيْهَا لِأَنَّهَا أَعْجَلُهَا نُضْجًا

(۱۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بونگ کا گوشت کچھ لذت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند نہ تھا۔ بلکہ گوشت چونکہ گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند فرماتے تھے تاکہ جلدی سے فارغ ہو کر اپنے مشاغل علیہ میں مصروف ہوں۔

ف:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست کو پسند فرمانا روایات متعددہ سے معلوم ہوتا ہے لیکن وجوہِ رغبت ممکن ہے کہ کئی ہوں منجملہ ان کے یہ بھی ہو جو حضرت عائشہؓ نے تجویز فرمائی اور جس رغبت کی نفی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ رغبت بظاہر میلانِ خاطر اور اشتہا کا درجہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں ورنہ صرف پسندیدگی کا بظاہر انکار نہیں ہے۔

(۲۰) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو احمد حدثنا مسعر قال سمعت شیخًا من فهمٍ قال سمعت عبد الله ابن جعفر یقول سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ

(۲۰) عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

ف:۔ یہ روایات ان روایات کے خلاف نہیں ہے جو دست کی پسندیدگی کے بارے

ہی گذری ہیں، اس لئے کہ پسندیدگی اور عمدگی مختلف وجوہ سے دونوں میں ہو سکتی ہے۔ مثلاً قوت کے لحاظ سے، باریشہ نہ ہونے یا چکنا نہ ہونے کی وجہ سے وغیرہ وغیرہ۔ غرض مختلف لحاظ سے دو چیزیں پسندیدہ اور عمدہ ہو سکتی ہیں۔

(۲۱) حدثنا سفین بن وکیع حدثنا زید بن الحباب عن عبد اللہ بن المؤمل عن ابی ملیکۃ عن عائشۃ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

(۲۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔

ف: یہ مضمون شروع باب میں متعدد روایات میں گذر چکا ہے۔

(۲۲) حدثنا ابو کریب حدثنا ابو بکر بن عیاش عن ثابت ابی حمزۃ الثمالی عن الشعبی عن ام ھانی قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَیْئٌ فَقُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ یَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ ھَاتِیْ مَا اَقْفَرَ بَیْتٌ مِنْ اُدُمٍ فِیْہِ خَلٌّ

(۲۲) حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن) فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی (فتح مکہ میں) میرے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے آؤ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔

ف:۔ یہ قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جسکو بیہقی نے تخریج کیا ہے زیادہ مفصل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی رضؓ کے گھر تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو بھی رکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سوکھی روٹی ہے جس کو پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ نہیں لے آؤ۔ وہ لے آئیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ٹکڑے کئے اور پانی میں بھگو کر نمک ملایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کچھ سالن بھی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ سرکہ کے سوا اور کچھ نہیں آپؐ نے منگایا اور اس پر ڈال کر نوش فرمایا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ ام ہانی رضؓ جس کے گھر میں سرکہ موجود ہو وہ گھر سالن سے خالی نہیں۔ اللہ اکبر کیا سادہ زندگی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کاش حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہم لوگوں کو بھی

اس سادگی کا اتباع نصیب فرمانا۔ حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں کھانا پینا صرف اضطرار اور مجبوری ہی کا درجہ رکھتا تھا۔ ضرورت کے وقت جو میسر ہوا جیسا موجود ہوا نوش فرما لیا کہ کھانا زندگی کی ضرورت سے تھا نہ یہ کہ ہم لوگوں کی طرح سے زندگی کھانے پینے کی ضرورت سے ہے، جس میں اصل مقصد پیٹ کا پالنا بن جائے اور دینی مشاغل مدِ زائد میں شمار ہو جائیں وہاں مقصدِ زندگی دین کی اشاعت اور اس کو سرسبز کرنا تھا اور یہ ضروریات بشریہ مجبوری کے درجہ میں پوری کرلی جاتی تھیں۔ نیز حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں بے تکلفی ہو، تعلقات وسیع ہوں سوال میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔

(۲۳) حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن مرۃ الھمدانی عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ۔

(۲۳) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ رضؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

ف: اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر بھی ثابت ہوتی ہے اور ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر بھی نکلتی ہے۔ ثرید شوربے میں بھگوئے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جن میں علاوہ لذت و قوت کے سہولت و سرعت ہضم، جلد تیار ہو جانا وغیرہ وغیرہ منافع ہیں۔ عرب میں اس کا دستور تھا اور سب کھانوں میں افضل ہوتا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت میں بہت سی روایات آئی ہیں۔ اس روایت میں علماء کا اختلاف ہے عورتوں سے مراد سب عورتیں ہیں یا کچھ مستثنیٰ ہیں۔ اس بناء پر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کی فضیلت حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ہے یا نہیں۔ کسی نے حضرت عائشہ رضؓ کی افضلیت بتائی ہے اور کوئی حضرت فاطمہ رضؓ کی افضلیت کا قائل ہے کوئی حضرت خدیجہ رضؓ کی افضلیت عن الکل کی طرف مائل ہے لیکن بندہ کے نزدیک ان میں سے ہر ایک کسی خاص فضیلت کے لحاظ سے سب سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقاہت اور محبوبیت کے ساتھ اس امر میں بھی بڑھی ہوئی ہیں کہ وحی ان کے لباس میں نازل ہو جاتی تھی۔ حضرت خدیجہ پہلی بیوی، پہلی مومنہ وغیرہ وغیرہ

بہت سے امور کی بناء پر افضل ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ اور جنت کی سردار وغیرہ وغیرہ امور کے باعث سب سے افضل ہیں۔

(۲۴) حدثنا علی بن حجر حدثنا اسمٰعیل بن جعفر حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن معمر الانصاری ابو طوالۃ انہ سمع انس بن مالک یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

(۲۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔

ف:- امام ترمذیؒ کا مقصد ان روایات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثرید پسند تھا چنانچہ مختلف روایات سے اس کے نوش فرمانے کا معمول معلوم ہوتا ہے۔

(۲۵) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا عبد العزیز بن محمد عن سهیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی هریرة انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ من ثور اقط ثم راٰہ اکل من کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضاء

(۲۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو فرماتے دیکھا اور پھر ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ نوش فرمایا اور وضو نہیں فرمایا۔

ف:- ابتدائے اسلام میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر کے ٹکڑے سے جس زمانہ میں وضو فرمایا ہو وہ زمانہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں سے وضو ٹوٹ جانے کا زمانہ ہو یا کسی اور وجہ سے وضو فرمایا ہو مثلاً وضو بر وضو کا ارادہ فرمایا ہو یا پہلا وضو کسی اور وجہ سے جاتا رہا ہو۔ لیکن ابوہریرہؓ کے طرز بیان سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے تھے اسی لئے پنیر کے نوش فرمانے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا بعد میں یہ حکم باقی نہیں رہا اسی لئے بکری کا گوشت نوش فرما کر وضو نہیں کیا

(۲۶) حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیان بن عیینۃ عن وائل بن داؤد عن ابنہ وھو بکر بن وائل عن الزھری عن انس بن مالک قال اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صفیۃ بتمر و سویق۔

(۲۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔

ف:- حضرت صفیہ رضؓ حضرت ہارون علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔ محرم سنہ ہجری میں جنگ خیبر میں باندی بن کر آئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور سفر ہی میں ان کا ولیمہ ہوا۔ ولیمہ میں کیا چیز تھی اس میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں بعض میں حیس جو ایک قسم کا حلوا ہے اس کا ولیمہ وارد ہوا ہے۔ بعض میں پنیر بھی آیا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ چونکہ سفر کا موقعہ تھا اس لئے ناشتہ وغیرہ میں جو کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خاص مخلصین کے پاس موجود تھا سب ولیمہ میں شریک کر دیا۔

(۲۷) حدثنا الحسین بن محمد البصری حدثنا الفضیل بن سلیمان حدثنی فائدٌ مولی عبید اللہ بن علی ابن ابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنا عبید اللہ بن علی عن جدتہ سلمی ان الحسن ابن علی و ابن عباس و ابن جعفر اتوها فقالوا لها اصنعی لنا طعاما مما کان یعجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحسن اکلہ فقالت یا بنی لا تشتهیہ الیوم قال بلی اصنعیہ لنا قال فقامت فاخذت شیئا من الشعیر فطحنتہ ثم جعلتہ فی قدر وصبت علیہ شیئا من زیت ودقت الفلفل والتوابل فقربتہ الیهم فقالت هذا مما کان یعجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحسن اکلہ۔

(۲۷) سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ امام حسنؓ و عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کھانا پسند تھا اور اس کو رغبت سے نوش فرماتے تھے وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ سلمیٰؓ نے کہا پیارے بچو! اب وہ کھانا پسند نہیں آئے گا (وہ تنگی ہی میں ہی پسند ہوتا ہے) انہوں نے فرمایا کہ نہیں ضرور پسند آئے گا وہ اٹھیں اور تھوڑے جو لے کر ہانڈی میں ڈالے اور اس پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ مسالا پیس کر ڈالا اور پکا کر رکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند تھا۔

---

(۲۸) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو احمد حدثنا سفیان عن الاسود ابن قیس عن نبیح العنزی عن جابر بن عبد اللہ قال اتانا

(۲۸) جابر رضؓ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَذَبَحْنَا لَهُ شَاةً فَقَالَ كَأَنَّهُمْ عَلِمُوا أَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ۔

نے دلداری کے لئے اظہارِ مسرت کے طرز پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو یہ علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب ہے ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور بھی قصہ ہے جس کو مختصر کر دیا گیا۔

ف: کہتے ہیں کہ یہ وہ قصہ ہے جو کتب حدیث میں غزوۂ خندق کے قصہ میں مذکور ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کا بھی ذکر ہے۔ وہ یہ کہ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر محسوس کیا۔ گھر میں جاکر پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی ہے معلوم ہوا کہ ایک بکری کا بچہ ہے اور تھیلی میں تھوڑے سے جو ہیں۔ میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس کر آٹا گوندھا گوشت دیگچی میں پکنے کے لئے رکھ کر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے سے عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا موجود ہے آپؐ اور چند رفقاء آپ کے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تمام اہلِ خندق میں جو تقریباً ایک ہزار آدمی تھے اعلان فرما دیا کہ جابرؓ کے یہاں دعوت ہے سب چلیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اتنے میں میں نہ آؤں دیگچی کو چولہے سے نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو آئے اور دیگچی پر دم کیا جس کی وجہ سے اس قدر برکت ہوئی کہ اس دیگچی میں سے برابر سالن نکلتا رہا اور آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں خدا کی قسم ایک ہزار آدمی کھا کر چلے گئے اور دیگچی میں سالن جوش مارتا رہا اور اس آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲۹) حدثنا ابن ابی عمرؒ حدثنا سفیان حدثنا عبد الله بن محمد بن عقیل سمع جابرا قال سفیان وحدثنا محمد بن المنکدر عن جابر قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا معه فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَأَكَلَ مِنْهَا وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ

(۲۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک انصاری عورت کے مکان پر تشریف لے گئے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اس کے بعد کھجور کی چنگیری میں کچھ تازہ کھجوریں لائیں حضور صلی

لِلظُّهْرِ وَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

علیہ وسلم نے اس میں سے بھی کچھ تناول فرمایا پھر ظہر کی نماز کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے نماز ادا کی، پھر واپس تشریف لانے پر انہوں نے بچا ہوا گوشت سامنے رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا اور عصر کی نماز کے لئے دوبارہ وضو نہیں کیا اسی پہلے وضو سے نماز ادا فرمائی۔

ف:- اس حدیث سے بھی آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہ ٹوٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے نیز دن میں دو مرتبہ کھانے کا اثبات بھی اس حدیث سے کیا جاتا ہے لہٰذا جن احادیث میں دو مرتبہ کا انکار گزرا ہے وہ کہنے والے کے اپنے علم کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان میں دو مرتبہ پیٹ بھرنے کا انکار تھا دو مرتبہ کھانے کا انکار نہ تھا کہ تھوڑا سا دوبارہ کھا لیا جائے۔

(۳۰) حدثنا العباس بن محمد الدوری حدثنا یونس بن محمد حدثنا فلیح بن سلیمان عن عثمان بن عبد الرحمان عن یعقوب بن ابی یعقوب عن ام المنذر قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مَهْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَلَسَ عَلِيٌّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ۔

(۳۰) ام منذرؓ کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے تناول فرمانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ بھی نوش فرمانے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو، تم مت کھاؤ۔ وہ رک گئے اور حضورؐ تناول فرماتے رہے۔ ام منذرؓ کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جو اور چقندر لے کر پکائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ کھاؤ یہ تمہارے لئے مناسب ہے۔

ف:۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسباب کی رعایت توکل کے منافی نہیں۔ چنانچہ احیاء العلوم میں اس کو مفصل لکھا ہے اس کے ترجمہ میں جس کا دل چاہے تفصیلات دیکھ لے۔

(۲۳۱) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا بشر بن السری عن سفیان عن طلحۃ بن یحییٰ عن عائشۃ بنت طلحۃ عن عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْتِیْنِیْ فَیَقُوْلُ اَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَاَقُوْلُ لَا قَالَتْ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ صَائِمٌ قَالَتْ فَاَتَانَا یَوْمًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ اُهْدِیَتْ لَنَا هَدِیَّةٌ قَالَ وَمَا هِیَ قُلْتُ حَیْسٌ قَالَ اَمَا اِنِّیْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ اَکَلَ۔

(۲۳۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاکر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کھانے کو رکھا ہے جب معلوم ہوتا کہ کچھ نہیں تو فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک ہدیہ آیا ہوا رکھا ہے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا چیز ہے میں نے عرض کیا کہ کھجور کا ملیدہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو روزہ کا ارادہ کر رکھا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا۔

ف:۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ نفلی روزہ کی نیت صبح کے وقت بھی آدھے دن تک ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی عمل روزہ کے منافی نہ کیا ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمانے پر نیت فرمائی۔ یہ مذہب حنفیہ شافعیہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نفل روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے۔ اس مسئلہ میں یہ حدیث ہمارے موافق ہے لیکن جب ایک معتبر امام کا خلاف ہے تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ نفلی روزہ کی نیت بھی رات ہی کو کرلی جائے البتہ کوئی عارض پیش آجائے تو دوپہر سے پہلے پہلے دن میں بھی نیت کرنے کا مضائقہ نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نفل روزہ رکھے تو اس کو توڑ دینے کا اختیار ہے یہ مذہب شافعیہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک قرآن شریف کی آیۃ، وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ (اپنے اعمال کو باطل مت کرو) کی بناء پر روزہ نماز کوئی عمل توڑنا جائز نہیں۔ لیکن اس حدیث سے چونکہ روزہ کا توڑنا معلوم ہوتا ہے اس لئے دونوں چیزوں پر عمل اس طرح کیا جائے گا کہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری درپیش ہو تو اس حدیث کی وجہ سے اس میں گنجائش سمجھنی چاہیئے اور بلا ضرورت توڑنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے حال سے بھی یہی ظاہر ہے۔ بعض علماء نے حدیث کے اس جملہ کا کہ روزہ رکھنے کا ارادہ کر رکھا تھا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ پختہ نیت نہیں فرمائی تھی البتہ ارادہ تھا کہ آج روزہ رکھ لوں گا لیکن بندہ کے نزدیک پہلی توجیہ اچھی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی ضرورت سے نفل روزہ توڑنے کی نوبت آئے تو حنفیہ کے نزدیک کسی دوسرے وقت قضا کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا کہ کسی دوسرے دن قضا کرلیجیو۔

(۲۳۲) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا عمر بن حفص بن غیاث حدثنا ابی عن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی عن یزید بن ابی امیۃ الاعور عن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ کِسْرَةً مِّنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ فَوَضَعَ عَلَیْهَا تَمْرَةً ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ فَاَکَلَ

(۲۳۲) یوسف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ نے ایک روٹی کا ٹکڑا لے کر اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا کہ اس کا یہ سالن ہے اور نوش فرمایا۔

ف:۔ چونکہ کھجور کا سالن کے موقع پر کھانا متعارف نہیں تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمادی کہ اس سے سالن کا کام بھی لیا جاسکتا ہے اور زندگی کے چند ایام کو اس طرح بھی گزارا جاسکتا ہے اس لئے آدمی کو اپنی زندگی کے اوقات کو ایسے مشاغل میں خرچ کرنا جو ابدی اور سرمدی زندگی میں کارآمد ہوں۔ سمجھ کی بات ہے اور تمام اوقات کو محض پیٹ پالنے میں ضائع کردینا انتہائی ناسمجھی ہے، کہ یہ چند ایام زندگی بہرحال گزر ہی جائیں گے اور موت ہر تکلیف کا خاتمہ ہے لیکن جس تکلیف کے لئے موت بھی نہیں ہے وہ نہایت اہتمام کے قابل ہے۔

(۲۳۳) حدثنا عبد اللہ ابن عبد الرحمن حدثنا سعید بن سلیمان عن عباد بن العوام عن حمید عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُعْجِبُہُ الثُّفْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ یَعْنِیْ مَا بَقِیَ مِنَ الطَّعَامِ۔

(۲۳۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہانڈی اور پیالہ کا بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔

ف:۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع کی بناء پر تھا کہ اوپر کا کھانا دوسروں کو دل

کھلاتے اور ماتحتی اپنے لئے پسند فرماتے چنانچہ متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں اس کے شاہد ہیں۔ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نیچے کے کھانے میں دہنیت کم ہونے کی وجہ سے ہضم میں سہولت ہوتی ہے۔

بابُ ماجاءَ فی صِفَةِ وُضُوءِ رسولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وسلَّم عِندَ الطَّعامِ

باب ۲۷ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے وقت وضو کا ذکر

ف:۔ کھانے کے وقت سے مراد عام ہے کہ کھانے کے بعد ہو یا پہلے۔ وضو اصطلاحی تو وہی ہے جو نماز کے لئے شرط ہے اور نماز کے اوقات میں کیا جاتا ہے سب اس کو جانتے ہیں لیکن لغتِ عرب میں صرف ہاتھ منہ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے اور یہ وضو لغوی کے نام سے مشہور ہے اس باب میں دو طرح کی روایات وارد ہوئی ہیں بعض روایات سے وضو کرنا معلوم ہوتا ہے، یہ دوسرا وضو ہے جو وضوءِ لغوی کہلاتا ہے اور بعض روایات سے وضو نہ کرنا معلوم ہوتا ہے یہ پہلا وضو ہے جو وضوءِ اصطلاحی کہلاتا ہے۔

(۱) حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ایوب عن ابن ابی ملیکۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ اِلَیْہِ الطَّعَامُ فَقَالُوْا اَلَا نَأْتِیْکَ بِوَضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جبکہ بیت الخلاء سے فراغت پر باہر تشریف لائے تو آپؐ کی خدمت میں کھانا حاضر کیا گیا اور وضو کا پانی لانے کے لئے پوچھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے وضو کا اسی وقت حکم ہے جب نماز کا ارادہ کروں۔

ف:۔ یعنی وضوءِ اصطلاحی کا وجوب نماز ہی کے لئے ہے کھانے کے لئے یا جب استنجے وغیرہ سے فراغت ہو فوراً وضو کرنا ضروری نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے انکار فرما دیا کہ یہ ضروری نہ سمجھ لیا جائے کہ جب استنجے سے فراغت ہو تو وضو کیا جائے۔

(۲) حدثنا سعید بن عبد الرحمٰن

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ

المخزومی حدثنا سفیان بن عیینۃ عن عمرو بن دینار عن سعید ابن الحویرث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَاُتِیَ بِطَعَامٍ فَقِیْلَ لَہٗ اَلَا تَوَضَّأُ فَقَالَ اُصَلِّیْ فَاَتَوَضَّأُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ استنجے سے فارغ ہو کر تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا وضو نہیں فرمائیے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا اس وقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں۔؟

ف:۔ اس سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ کھانے کے لئے وضو مستحب نہیں ہے البتہ ویسے ہی ہر وقت باوضو رہنا اولےٰ اور بہتر ہے کہ ظاہری طہارت کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ اس لئے اگر استنجے وغیرہ سے فراغت پر وضو کر لیا جائے تو اولےٰ ہے۔

(۳) حدثنا یحیی بن موسٰی حدثنا عبد اللہ بن نمیر حدثنا قیس بن الربیع ح وحدثنا قتیبۃ حدثنا عبد الکریم الجرجانی عن قیس بن الربیع عن ابی ہاشم عن زاذان عن سلمان قال قَرَأْتُ فِی التَّوْرٰىۃِ اِنَّ بَرَکَۃَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَخْبَرْتُہٗ بِمَا قَرَأْتُ فِی التَّوْرٰىۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرَکَۃُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَہٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ

(۳) سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے سے فراغت کے بعد وضو (یعنی ہاتھ دھونا) برکت کا سبب ہے میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔

ف:۔ ممکن ہے کہ تورات میں ایک ہی وقت کا ذکر ہو۔ اس صورت میں دوسرے وقت کا اضافہ شریعتِ محمدیہ کی زیادتی ہوگی کہ اس شریعت میں بہت سے احکام پہلی شریعتوں میں زیادہ ہیں اور ممکن ہے کہ تورات میں بھی دونوں ہوں لیکن چونکہ اس میں تحریف ہوئی ہے اس لئے ایک حکم یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا مسئلہ اس میں غلطی سے نکل گیا ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونے میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی ہوتی ہے۔ کھانے والوں کا شکم سیر ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے برکت کا مفہوم یہ ہے کہ جن فوائد اور مقاصد کے لئے

کھانا کھایا جاتا ہے وہ پورے ہوتے ہیں بدن کا جزُ بنتا ہے، نشاط پیدا کرتا ہے، عبادات اور عمدہ اخلاق پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔

باب ما جاء فی قول رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قبل الطعام وما بعد یفرغ منہ

باب ۲۸ ان کلمات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد فرمایا کرتے تھے

ف: یعنی جو دعائیں وغیرہ کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد پڑھنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ ان کا ذکر۔ اس باب میں امام ترمذیؒ نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا ابن لھیعۃ عن یزید بن ابی حبیب عن راشد بن جندل الیافعی عن حبیب بن اوس عن ابی ایوب الانصاری قال کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقُرِّبَ اِلَیْہِ طَعَامٌ فَلَمْ اَرَ طَعَامًا کَانَ اَعْظَمَ بَرَکَۃً مِنْہُ اَوَّلَ مَا اَکَلْنَا وَلَا اَقَلَّ بَرَکَۃً فِیْ اٰخِرِہٖ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ ھٰذَا قَالَ اِنَّا ذَکَرْنَا اسْمَ اللّٰہِ حِیْنَ اَکَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ اَکَلَ وَلَمْ یُسَمِّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَاَکَلَ مَعَہُ الشَّیْطٰنُ۔

(۱) ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھانا سامنے لایا گیا میں نے آج جیسا کھانا کہ جو ابتداء یعنی کھانے کے شروع کے وقت نہایت بابرکت معلوم ہوتا ہو اور کھانے کے ختم کے وقت بالکل بے برکت ہوگیا ہو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے حیرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شروع میں ہم لوگوں نے بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا اور اخیر میں فلاں شخص نے بدون بسم اللہ پڑھے کھایا اس کے ساتھ شیطان شریک ہوگیا۔

ف: شیطان کا کھانا جمہور کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے اور اس میں کوئی محال بھی نہیں ہے کہ شیطان کھاتا پیتا ہو۔ اس حدیث میں صرف بسم اللہ کا ذکر ہے اس وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ اگر فقط اتنا ہی کلمہ یعنی صرف بسم اللہ پڑھے تب بھی کافی ہے لیکن بہتر اور اولیٰ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ہے علماء نے لکھا ہے کہ بسم اللہ کو آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ دوسرے ساتھی کو اگر خیال نہ رہے تو یاد آجائے۔

(۲) حدثنا یحیی بن موسی حدثنا ابوداود حدثنا ھشام الدستوائی عن بدیل العقیلی عن عبداللہ بن عبید بن عمیر عن ام کلثوم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَنَسِیَ اَنْ یَذْکُرَ اسْمَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی طَعَامِہٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ کہہ لے۔

(۳) حدثنا عبداللہ بن الصباح الھاشمی البصری حدثنا عبدالاعلی عن معمر عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ طَعَامٌ فَقَالَ اُدْنُ یَا بُنَیَّ فَسَمِّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ۔

(۳) عمر بن ابی سلمۃ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا بیٹا قریب ہوجاؤ اور بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔

ف: بسم اللہ کہنا بالاتفاق سنت ہے اور دائیں ہاتھ سے کھانا جمہور کے نزدیک سنت ہے، اور بعض کے نزدیک واجب ہے اس لئے کہ ایک بائیں ہاتھ سے کھانے والے شخص پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تھی تو اس کا ہاتھ شل ہوگیا تھا۔ جس کا عبرت انگیز واقعہ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اُس نے کہہ دیا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ آئندہ بھی نہ کھا سکیو۔ اس کے بعد دایاں ہاتھ منہ تک نہیں جاسکتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک عورت کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تھا تو اس پر بددعا فرمائی اور وہ عورت طاعون میں مری۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے اس لئے تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ۔ بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی بناء پر دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے جمہور کے نزدیک گو یہ سنت ہے لیکن ان روایات کی وجہ سے اہتمام ضروری ہے۔ آج کل لوگ اس سے غافل ہیں بالخصوص پانی پینے میں تو بائیں ہاتھ سے

پانی پینے کی عام وبا پھیل گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو اس لئے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے اسی طرح تیسرا مضمون یعنی اپنی جانب سے کھانا بھی بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی وجہ سے واجب ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک سُنّت ہے۔

(۴) حدثنا محمد بن غیلان حدثنا ابو احمد الزبیری حدثنا سفیان الثوری عن ابی ھاشم عن اسمٰعیل بن رباح عن رباح بن عبیدة عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من طعامہ قال الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔

(۴) ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ تمام تعریف اس ذات پاک کے لئے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)۔

ف:۔ کھانے پر حمد تو ظاہر ہے کہ کھانے سے فراغت تو ہوئی اور آیت لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں عطا میں زیادتی کروں گا) کی بناء پر شکر کا موقعہ ہے ہی۔ مسلمان ہونے کو اس کے ساتھ ہی اس لئے منضم فرمایا کہ انعاماتِ ظاہریہ کے ساتھ انعاماتِ باطنیہ بھی شامل رہیں یا اس لئے کہ درحقیقت کھانے پینے پر شکر اور حق تعالیٰ شانہ کی حمد اسلام ہی کا ثمرہ ہے اس لئے اس کو بھی شامل کیا۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار حدثنا یحیٰی بن سعید حدثنا ثور بن یزید حدثنا خالد بن معدان عن ابی امامة رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفعت المائدة من بین یدیہ یقول الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ غیر مودّع ولا مستغنی عنہ ربنا۔

(۵) ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا (تمام تعریف حق تعالیٰ شانہ کے لئے مخصوص ہے ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے ایسی تعریف جو پاک ہے ریا وغیرہ اوصافِ رذیلہ سے جو مبارک ہے ایسی حمد جو نہ چھوڑی جا سکتی ہے اور نہ اس سے استغناء کیا جا سکتا ہے اے اللہ (ہمارے شکر کو قبول فرما)

(۶) حدثنا ابوبکر محمد بن ابان حدثنا وکیع

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور

عن هشام الدستوائی عن بدیل بن میسرة العقیلی عن عبد اللہ بن عبید بن عمیر عن ام کلثوم عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاکل الطعام فی ستة من اصحابہ فجاء اعرابی فاکلہ بلقمتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو سمّی لکفاکم۔

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک بدوی آیا اور اس نے دو لقموں میں سب کو نمٹا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا سب کو کافی ہو جاتا۔

ف:۔ یعنی اس کے بسم اللہ نہ پڑھنے سے شیطان کی شرکت ہوئی اور وہ سب کو نٹ گیا جس سے بے برکتی ہو گئی۔

(۷) حدثنا ھناد و محمود بن غیلان قالا حدثنا ابو اسامة عن زکریا بن ابی زائدة عن سعید بن ابی بردة عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیرضی عن العبد ان یاکل الاکلة و یشرب الشربة فیحمدہ علیہا۔

(۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ حق تعالیٰ جل جلالہٗ عم نوالہٗ بندہ کی اس بات پر بہت ہی رضا مندی ظاہر فرماتے ہیں کہ ایک لقمہ کھانا کھائے یا ایک گھونٹ پانی پیوے حق تعالیٰ شانہ کا اس پر شکر ادا کرے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ قَدَحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ۲۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ذکر

ف:۔ پیالہ سے مراد جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے وہ پیالہ ہے جس سے پانی نوش فرماتے تھے۔

(۱) حدثنا الحسین بن الاسود البغدادی حدثنا عمرو بن محمد حدثنا عیسٰی بن طھمان

(۱) ثابتؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے

عن ثابت قال اَخْرَجَ اِلَیْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِیْظًا مُضَبَّبًا بِحَدِیْدٍ فَقَالَ یَا ثَابِتُ هٰذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

کے پترے لگ رہے تھے. نکال کر دیکھا اور فرمایا کہ اے ثابتؓ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

ف:۔ کہتے ہیں کہ حضرت نضر بن انسؓ کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درم میں فروخت ہوا تھا اور امام بخاریؒ نے بصرہ میں اس پیالہ سے پانی بھی پیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور پیالہ تھا۔

(۲) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا حماد بن سلمۃ حدثنا حمید وثابت عن انس قال لَقَدْ سَقَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ کُلَّهُ الْمَاءَ وَالنَّبِیْذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ سے پینے کی سب انواع پانی، نبیذ، شہد، دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔

ف:۔ نبیذ یہ کہلاتی ہے کہ کھجور، کشمش وغیرہ پانی میں بھگودی جائے اور جب اس کا اثر اچھی طرح آجائے تو وہ پانی نبیذ کہلاتا ہے مقوی اور مفرح ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شب کو کھجوریں وغیرہ بھگودی جاتی تھیں اور صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرمالیتے اور کبھی دوسرے دن تک بھی جب تک کہ اس میں سُکر (نشہ) کا اندیشہ نہ ہوتا تھا، کام میں لایا جاتا تھا۔

باب ماجاء فی صِفَةِ فَاكِهَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم

باب ۳۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلوں کا ذکر

ف:۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا پھل تناول فرمائے ہیں۔ اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر کی گئیں۔

(۱) حدثنا اسمٰعیل بن موسی الفزاری حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن عبد اللہ بن جعفر قال کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ۔

(۱) عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

ف:۔ ککڑی چونکہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور گرم۔ اس طرح سے دونوں کی اصلاح ہو کر اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں ان کے مزاج کی رعایت رکھنا مناسب ہے نیز ککڑی پھیکی ہوتی ہے اور کھجور میٹھی جس کی وجہ سے ککڑی میں بھی مٹھاس آجاتی ہے۔

(۲) حدثنا عبدة بن عبد اللہ الخزاعی البصری حدثنا معاویة بن هشام عن سفین عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی اللہ عنها اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْکُلُ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجوروں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

ف:۔ ترمذی وغیرہ کی روایت میں اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو زائل کر دیگی۔

(۳) حدثنا ابراهیم بن یعقوبؒ حدثنا وهب بن جریر حدثنا ابی قال سمعت حمیدا یقول او قال حدثنی حمید قال وهب وکان صدیقا لہ عن انس بن مالك قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ الْخِرْبِزِ وَالرُّطَبِ۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور کھجور اکٹھے کھاتے ہوئے دیکھا۔

ف:۔ بعض علماء نے اس جگہ بھی بجائے خربوزہ کے تربوزہ کا ترجمہ کیا ہے اور منشاء پہلی روایت کی بناء پر اس کا ٹھنڈا ہونا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں خربوزہ متعارف ہی مراد ہے اور کھجور سے کھانے کی وجہ بظاہر اس کا پھیکا پن ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی مصلحت سب جگہ جاری کی جائے ممکن ہے کہ کسی جگہ کوئی اور مصلحت ہو اس لئے بندۂ ناچیز کے نزدیک تربوز کو کھجور سے کھانے کا قصہ منتقل ہے۔ اور اس کی مصلحت دونوں کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنا ہے کہ تربوز ٹھنڈا ہوتا ہے اور خربوزہ کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اس کی مصلحت خربوزہ کا پھیکا ہونا ہے کہ بسا اوقات اس کے پھیکے ہونے کی وجہ سے اس میں شکر ڈال کر اس کو کھایا جاتا ہے اس لئے دونوں حدیثوں کو ایک پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) حدثنا محمد بن یحیٰی حدثنا محمد بن عبد العزیز الرملی حدثنا عبد اللہ بن یزید بن الصلت

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں

عن محمد بن اسحٰق عن یزید بن رومان عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکَلَ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ۔

کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

(۵) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا مالک بن انس ح وحدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالک عن سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ قَالَ کَانَ النَّاسُ اِذَا رَاَوْا اَوَّلَ الثَّمَرِ جَاؤُا بِہٖ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ ثِمَارِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَفِیْ مُدِّنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَبْدُکَ وَخَلِیْلُکَ وَنَبِیُّکَ وَاِنِّیْ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ وَاِنَّہٗ دَعَاکَ لِمَکَّۃَ وَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ لِلْمَدِیْنَۃِ بِمِثْلِ مَا دَعَاکَ بِہٖ لِمَکَّۃَ وَمِثْلِہٖ مَعَہٗ قَالَ ثُمَّ یَدْعُوْا اَصْغَرَ وَلِیْدٍ یَرَاہُ فَیُعْطِیْہِ ذٰلِکَ الثَّمَرَ۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ لوگ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے۔ تو اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ ثِمَارِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَفِیْ مُدِّنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّ ابراھیم عَبْدُکَ وَخَلِیْلُکَ وَنَبِیُّکَ وَاِنِّیْ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ وَاِنَّہٗ دَعَاکَ لِمَکَّۃَ وَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ للمدینۃ بمثل ما دعاک بہ لمکۃ ومثلہ معہ۔ اس کے بعد جس چھوٹے بچہ کو دیکھتے اس کو مرحمت فرما دیتے۔ (ترجمہ دعا) اے اللہ تعالٰی ہمارے پھلوں میں برکت فرما۔ اور ہمارے شہر میں برکت فرما۔ اور ہماری اس چیز سے جو صاع اور مد سے ناپی جاتی ہو۔ (یہ دو پیمانے ہیں مدینہ منورہ میں کھجوریں وغیرہ سب چیزیں ان سے ناپ کر فروخت کی جاتی تھیں۔)

اس میں برکت فرما اے اللہ تعالٰی واقعی حضرت ابراہیم تیرے بندے اور تیرے دوست اور تیرے نبی تھے اور بیشک میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں (چونکہ موقع تواضع کا تھا اس لئے اپنے حبیب ہونے کا ذکر اس جگہ نہیں فرمایا۔) انہوں نے (جن چیزوں کی) دعا اپنے آباد کردہ شہر مکہ مکرمہ کے لئے کی ہے۔ (جس کا بیان آیت فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ میں ہے کہ لوگوں کے قلوب مکہ کی طرف مائل فرمادے اور پھلوں کی روزی ان لوگوں کو میسر فرما۔) وہی دعا اس سے دوچند مقدار میں مدینہ منورہ کے لئے کرتا ہوں۔

(۶) حدثنا محمد بن حمید الرازی رض حدثنا ابراھیم

(۶) ربیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے چچا

بن المختار عن محمد بن اسحٰق عن ابی عبیدۃ بن محمد بن عمار بن یاسر عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قَالَتْ بَعَثَنِیْ مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُّطَبٍ وَّعَلَیْہِ اَجْرٍ مِّنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ وَّکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ الْقِثَّاءَ فَاَتَیْتُہٗ بِہٖ وَعِنْدَہٗ حِلْیَۃٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَیْہِ مِنَ الْبَحْرَیْنِ فَمَلَاَ یَدَہٗ مِنْھَا فَاَعْطَانِیْہِ۔

معاذ بن عفراء نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی مرغوب تھی میں جس وقت ککڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوئی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے رکھے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔

ف:۔ ککڑی کھجور کے ساتھ علاوہ مذکورہ فوائد کے بدن کو فربہ بھی کرتی ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ کو خیال ہوا کہ اس کا بدن کچھ فربہ ہو جائے تاکہ اٹھان کچھ اچھا ہو جائے۔ تو مجھے ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ کھلائی۔ جس سے میرے بدن میں اچھی فربہی آگئی۔ ایک ضعیف حدیث سے حضرت عائشہ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی نمک سے نوش فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی مانع نہیں کہ کبھی نمک سے نوش فرماتے ہوں۔ کبھی کھجور کے ساتھ کہ رغبت کسی وقت میٹھے کی ہوتی ہے کسی وقت نمکین کی۔

(۷) حدثنا علی بن حجر انبأنا شریک عن عبد اللّٰہ بن محمد بن عقیل عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُّطَبٍ وَّاَجْرٍ زُغْبٍ فَاَعْطَانِیْ مِلْأَ کَفِّہٖ حُلِیًّا اَوْ قَالَتْ ذَھَبًا۔

(۷) ربیع رضی اللہ عنہا ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں لے کر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک ہاتھ بھر کر سونا یا زیور مرحمت فرمایا۔

ف:۔ یہ وہی پہلا قصہ ہے۔ اس حدیث میں مختصر کر دیا۔ سونے اور زیور میں کسی راوی کو شک ہوا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ شُرْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب ۳۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کی چیزوں کے احوال

ف:- اس باب میں مصنف رحؒ نے دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیٰن عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها قالت كَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوُ الْبَارِدُ۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔

ف:- بظاہر تو اس حدیث سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی مراد ہے۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں بالتصریح وارد ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے شہد کا شربت یا کھجوروں کا نبیذ مراد ہو جیسا کہ پیالہ کے باب میں گزر چکا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کھانے کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا جو حاضر ہوتا وہی تناول فرما لیتے لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔ سقیا جو مدینہ طیبہ سے کئی میل پر ہے وہاں سے میٹھا پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لایا جاتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے الفاظ میں یہ بھی نقل فرمایا کہ اے اللہ مجھے ایسی اپنی محبت عطا فرما جو میرے لئے اپنی جان و مال اور اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ ہو۔

(۲) حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم انبأنا علی بن زید عن عمر هو ابن ابی حرملة عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ عَلٰی مَیْمُوْنَةَ فَجَاءَتْنَا بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰی یَمِیْنِهٖ وَخَالِدٌ عَلٰی شِمَالِهٖ

(۲) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن الولید رضؓ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے (ام المومنین حضرت میمونہؓ ان دونوں حضراتؓ کی خالہ تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا میں دائیں جانب تھا اور خالد بن الولید بائیں

فَقَالَ لِیَ الشَّرْبَةُ لَكَ فَاِنْ شِئْتَ اٰثَرْتَ بِهَا خَالِدًا فَقُلْتُ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ عَلٰی سُؤْرِكَ اَحَدًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِنْهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْیَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ یُجْزِیْ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَیْرَ اللَّبَنِ قال ابو عیسی هٰكذا روی سفین ابن عیینة هٰذا الحدیث عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها ورواه عبد الله بن المبارك وعبد الرزاق وغیر واحد عن معمر عن الزهری عن النبی صلی الله عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مرسلا ولم یذكروا فیه عن عروة عن عائشة وهكذا روی یونس وغیر واحد عن الزهریؒ عن النبی صلی الله علیه وسلم مرسلا قال ابو عیسی انما اسنده ابن عیینة من بین الناس ومیمونة بنت الحارث زوج النبی صلی الله علیه وسلم هی خالة خالد بن الولید وخالة ابن عباس رضی الله عنهم وخالة یزید بن الاصم واختلف الناس فی روایة هذا الحدیث عن علی بن زید بن جدعان فروی بعضهم عن علی بن زید عن عمر ابن ابی حرملة وروی شعبة عن علی بن زید فقال عن عمرو بن حرملة والصحیح عمر بن ابی حرملة۔

جانب مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اب پینے کا حق تیرا ہے (کہ تو دائیں جانب ہے) اگر تو اپنی خوشی سے چاہے تو خالد کو ترجیح دیدے میں نے عرض کیا کہ آپؐ کے جھوٹے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو حق تعالےٰ شانہ کوئی چیز کھلائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِنْهُ (اے میرے اللہ تو اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر چیز عطا فرما)۔

اور جب کسی کو حق تعالےٰ شانہٗ دودھ عطا فرمائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ۔ (اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور زیادتی نصیب فرما) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کھانے کے بعد اس سے بہتر کی دعا اور دودھ کے بعد اس میں زیادتی کی دعا اس لئے تعلیم فرمائی) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کھانے اور پانی دونوں کا کام دیتی ہو۔

ف:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ مرحمت فرمانے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حق اس لئے فرمایا کہ وہ داہنی جانب تشریف فرما تھے اور خالد بائیں جانب اور پیالہ کا دور (جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے کہ داہنی ہاتھ سے چلنا چاہیئے اور خالد کی ترجیح کو اس لئے ارشاد فرمایا کہ وہ عمر میں بڑے تھے نیز ابن عباسؓ کی تعلیم مقصود تھی کہ حق اگرچہ ان کا ہے مگر خود ان کو چاہیئے کہ بڑے کی ترجیح کی رعایت کریں لیکن حضرت ابن عباسؓ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے کی اہمیت اور ان کا شغف حاصل ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت عشق کا ثمرہ تھا

باب ماجاء فی صفة شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب ۳۱ اُن احادیث کا ذکر جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کا طرز وارد ہوا ہے

ف:۔ اس باب میں مصنف رح نے دس (۱۰) حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) حدثنا احمد بن منیع حدثنا هشیم انا عاصم الاحول ومغیرة عن الشعبی عن ابن عباس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

(۱) ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے چنانچہ دوسری حدیث کے ذیل میں اس کا مفصل ذکر آئے گا۔ اس بناء پر بعض علماء نے زمزم پینے کو بھی اس ممانعت میں داخل فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوش فرمانے کو ازدحام کے عذر یا بیان جواز پر حمل فرمایا ہے لیکن علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ زمزم اس نہی میں داخل نہیں۔ اس کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے۔

(۲) حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا محمد بن جعفر عن حسین (المعلم) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْرَبُ قَائِمًا وَّ قَاعِدًا۔

(۲) عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت میں بہت سی روائتیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر کوئی شخص پانی نہ پیئے۔ اگر بھول کر پی لے تو قے کردے علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل میں اور ممانعت میں چند وجوہ سے جمع کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ ممانعت بعد میں وارد ہوئی اس لئے یہ ناسخ ہے۔ بعض علماء اس کا عکس فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینے کی روائتیں ناسخ ہیں ممانعت کے لئے لیکن مشہور قول یہ ہے کہ ممانعت حکم شرعی اور تحریمی نہیں بلکہ آداب کے طریقہ سے ہے نیز شفقت اور رحمت کے باب سے بھی ہے اس لئے کہ ابن قیمؒ وغیرہ نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی چند مضرتیں بتلائی ہیں۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر نوش فرمانا بیانِ جواز کے لئے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ممانعت کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا حرام نہیں البتہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔

(۳) حدثنا علی بن حجر حدثنا ابن المبارک عن عاصم الاحول عن الشعبی عن ابن عباس قال سَقَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

(۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔

ف:۔ باب کی پہلی حدیث میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

(۴) حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ومحمد بن طریف الکوفی قالا انبأنا ابن الفضیل عن الاعمش عن عبد الملک بن میسرة عن النزال بن سبرة قال اُتِیَ عَلِیٌّ بِکُوْزٍ مِّنْ مَّاءٍ وَّهُوَ فِی الرَّحْبَةِ فَاَخَذَ مِنْهُ کَفًّا فَغَسَلَ یَدَیْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَیْهِ وَرَأْسَهٗ ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَّمْ یُحْدِثْ هٰکَذَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

(۴) نزال بن سبرةؓ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب کہ وہ مسجد کوفہ کے میدان میں (جو ان کا دارالقضاء تھا) تشریف فرما تھے۔ ایک کوزہ پانی لایا گیا۔ انہوں نے ایک چلو پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے منہ پر اور ہاتھوں پر سر پر مسح کیا پھر کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کا وضو ہے جو پہلے سے باوضو ہو۔ ایسے ہی میں نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا

ف :۔ یہ حدیث مختصر ہے مفصّل مشکوٰۃ شریف میں بروایت بخاری منقول ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ منہ ہاتھ وغیرہ میں حقیقۃً مسح کیا گیا ہو اس صورت میں اس کو وضو کہنا مجازاً ہے لغوی معنی کے اعتبار سے اس کو وضو کہہ دیا چنانچہ پاؤں کا ذکر اس میں ہے ہی نہیں یہ قرینہ اسی احتمال کا ہے۔ دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس حدیث میں ہلکے سے دھونے کو مجازاً مسح سے تعبیر کر دیا اور پاؤں کا ذکر اس قصہ میں بعض روایات میں آتا ہے اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسح کی جگہ بعض روایات میں منہ ہاتھ دھونے کا ذکر ہے اس صورت میں اس حدیث سے تجدید وضو مراد ہے اور یہی توجیہ بندۂ ناچیز کے نزدیک اولیٰ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔ کتب فقہ میں اس کے اور آب زمزم کے کھڑے ہو کر پینے کے جواز کی تصریح ہے بلکہ علامہ شامیؒ نے تو وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینے کو بعض بزرگوں سے شفاءِ امراض کے لئے علاج مجرب نقل کیا ہے اور ملا علی قاریؒ نے شرح شمائل میں اس کا استحباب نقل کیا ہے۔

(۵) حدثنا قتیبۃ بن سعید ویوسف بن حماد قالا حدثنا عبد الوارث بن سعید عن ابی عصام عن انس بن مالکؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَنَفَّسُ فِی الْاِنَاءِ ثَلَاثًا اِذَا شَرِبَ وَیَقُوْلُ ھُوَ اَمْرَءُ وَاَرْوٰی ۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار ہے اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔

ف :۔ پانی ایک سانس میں پینے کی ممانعت بھی آئی ہے علماء نے ایک دفعہ ہی پینے کی بہت سی مضرتیں بھی لکھی ہیں۔ بالخصوص ضعفِ اعصاب کا سبب بتایا ہے نیز معدہ اور جگر کے لئے بھی مضرت کا سبب ہے

(۶) حدثنا علی بن خشرم حدثنا عیسیٰ بن یونس عن رشدین بن کریب عن ابیہ عن ابن عباس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَیْنِ ۔

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی نوش فرماتے دو دفعہ سانس لیتے تھے۔

ف :۔ اس حدیث میں یا تو پانی دو سانس میں پینا مراد ہے اور یہی بظاہر قریب ہے اس لئے

کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قولی حدیث میں ہے کہ پانی ایک ہی دفعہ نہ پیا کرو بلکہ دو یا تین سانس میں پیا کرو۔ اس صورت میں یہ حدیث بعض اوقات پر محمول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اقل درجہ کے بیان فرمانے کے لئے دو سانس میں بھی پیتے تھے۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں پانی پینے کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لینا مراد ہے اور جب پانی پینے کے درمیان دو مرتبہ سانس لیا تو تمام پانی تین سانس میں ہو گیا اس صورت میں اور روایات سے کچھ تعارض ہی نہیں رہا۔

(۷) حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیان عن یزید ابن یزید بن جابر عن عبد الرحمن بن ابی عمرۃ عن جدتہ کبشۃ قالت دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَۃٍ مُعَلَّقَۃٍ قَائِمًا فقمت اِلٰی فِیْھَا فَقَطَعْتُہٗ ۔

(۷) کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا۔ میں نے اٹھ کر مشکیزہ کے منہ کو کتر لیا۔

ف :۔ امام نوویؒ نے امام ترمذی سے اس کترنے کی دو وجہ نقل کی ہیں ایک تو تبرکاً کہ اس حصہ کو جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا تھا تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھنے کے لئے کتر لیا دوسرے یہ کہ جس جگہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا ہے دوسرا کوئی اس کو استعمال نہ کرے۔ یعنی مقصود یہ کہ ادباً اس جگہ کو کتر لیا کہ کسی دوسرے کا منہ اس جگہ لگنا بے ادبی تھی اس حدیث میں دو باتیں ہیں ایک کھڑے ہو کر پانی پینے کی وہ پہلے گذر چکی ہے دوسری یہ کہ بخاری شریف وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اس لئے اس حدیث کو بیانِ جواز پر حمل کریں گے یا اس ممانعت کی روایت کو خلاف اولیٰ پر حمل کریں گے۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پینے کو اس نہی کی وجہ سے ضرورت پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے ایک حدیث میں ایک قصہ آیا ہے کہ ایک شخص مشکیزہ کو منہ لگا کر پانی پی رہے تھے کہ اس میں سے ایک سانپ نکل آیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پانی پینے سے ممانعت فرما دی اس حدیث کی بنا پر اس طرح پانی پینے کے واقعات بظاہر ابتدائی ہیں

ایک خصوصی بات اور بھی ہے کہ اس طرح پانی پینے میں منجملہ دوسری وجوہ کے ایک وجہ ممانعت یہ بھی ہے کہ ہر شخص کا منہ ایسا نہیں ہوتا جس کے گھڑے یا مشک وغیرہ کے لگنے سے دوسروں کو گھن نہ آئے لیکن بعض منہ ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کا لعاب بیماروں کی شفا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ لذیذ اور ہر فرحت کی چیز سے زیادہ سرور پیدا کرنے والا ہوتا ہے

عنابِ لبِ لعابِ دہن شربت وصال　　یہ نسخہ چاہیئے ترے بیمار کے لئے

اس لئے حضور اقدس محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے سے پینے کو دوسروں کے پینے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(۸) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی حدثنا عزرة بن ثابت الانصاری **عن** ثمامة ابن عبد الله قال كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلٰثًا وزعم انس اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلٰثًا۔

(۸) ثمامہ رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ رضی اللہ تعالٰے عنہ پانی تین سانس میں پیتے تھے اور کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

---

(۹) **حدثنا** عبد الله بن عبد الرحمٰن حدثنا ابو عاصم عن ابن جريج عن عبد الكريم عن البراء بن زيد ابن ابنة انس بن مالك **عن** انس بن مالك اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ وَقِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ فَقَامَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى رَأْسِ الْقِرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا۔

(۹) حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہی کھڑے اس میں سے پانی نوش فرمایا ام سلیم کھڑی ہوئیں اور اس مشکیزہ کے منہ کو کتر کر رکھ لیا۔

ف:۔ حضرت کبشہ کی حدیث بھی اسی نوع کی ابھی گذر چکی ہے۔ لٹکے ہوئے مشکیزے سے بیٹھ کر پانی پینا ویسے بھی مشکل ہے۔ اس لئے ضرورت کے درجہ میں بھی یہ واقعات داخل ہیں ام سلیم رضی اللہ عنہا کے قصہ میں بعض حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ انہوں نے مشکیزہ کترتے ہوئے یہ کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی اس کو منہ لگا کر نہیں پی سکتا۔ جس سے

معلوم ہوا کہ انہوں نے ادباً کتر لیا۔

(۱۰) **حدثنا** احمد بن نصر النیسابوری حدثنا اسحٰق بن محمد الفروی حدثتنا عبيدة بنت نائل عن عائشة بنت سعد بن ابی وقاص عن ابيها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا **وقال** ابو عيسى وقال بعضهم عبيدة بنت نابل۔

(۱۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰے عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پانی نوش فرما لیتے تھے۔

ف:۔ یہ عادتِ شریفہ نہیں بلکہ گاہے گاہے کسی ضرورت سے ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ پہلے مفصل گزر چکا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعَطُّرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۳۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگانے کا ذکر

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی۔ گو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال نہ فرمائیں چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مُشک نہ کوئی اور خوشبو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔ ایسے ہی اور بہت سی روایات اس مضمون پر دال ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ خوشبو کے بجائے استعمال کرنے کے بارے میں متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ اُم سلیمؓ کی روایت مسلم شریف وغیرہ میں وارد ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ سونے کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا۔ انہوں نے اس کو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک کھل گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ کہنے لگیں کہ اس کو ہم اپنی خوشبو میں ملائیں گے یہ سب سے زیادہ معطر ہے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک پر دم فرما کر حضرت عقبہؓ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس سے اس قدر خوشبو پھیل گئی تھی کہ ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک بے حد خوشبو لگاتی کہ ان کی برابر خوشبو ہو جائے مگر ان کی خوشبو غالب رہتی

نکہت گل راچہ کنم اے نسیم   بوئے آں پیرہنم آرزو است

ابو یعلیٰؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جس کوچہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے تھے۔ بعد کے گزرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پاکر سمجھ لیتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابھی اس راہ سے گزر ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ روایاتِ کثیرہ اس مضمون پر دال ہیں لیکن باوجود اس کے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے تھے۔ اس باب میں مصنفؒ نے چھ۶ حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) **حدثنا** محمد بن رافع وغیر واحد قالوا انبانا ابو احمد الزبیری حدثنا شیبان عن عبد اللہ بن المختار عن موسی ابن انس بن مالک **عن** ابیه قال کان لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سُکَّةٌ یتطیب منها۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سُکّہ تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

ف: سُکّہ کے معنی میں علماء کے دو قول ہیں۔ بعض تو اس کا ترجمہ عطردان اور اس ڈبہ کو بتلاتے ہیں جس میں خوشبو رکھی جاتی تھی۔ تب تو یہ معنی کہ اس عطردان میں سے نکال کر استعمال فرماتے تھے میرے استاد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ترجمہ ارشاد فرمایا تھا۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ایک مرکب خوشبو ہے چنانچہ قاموس وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے اور صاحبِ قاموس نے اس کے بنانے کی ترکیب بھی مفصل لکھی ہے۔

(۲) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن بن مهدی حدثنا عزرة بن ثابت **عن** ثمامة بن عبد اللہ قال کان انس بن مالک لا یرد الطیب وقال انس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان لا یرد الطیب۔

(۲) ثمامہؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔

(۳) **حدثنا** قتیبة بن سعید حدثنا ابن ابی فدیک عن عبد اللہ بن مسلم بن جندب عن ابیه **عن** ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہئیں،

وسلم ثلث لا تُرد الوسائد والدهن والطیب واللبن۔

تکیے اور تیل خوشبو اور دودھ۔

ف: ان چیزوں کو اس لئے ذکر فرمایا کہ ہدیہ دینے والے پر بار نہیں ہوتا اور لوٹانے سے اس کو بعض اوقات رنج ہوتا ہے۔ انہیں چیزوں کے حکم میں وہ سب چیزیں داخل ہیں جو نہایت مختصر ہوں کہ جن کے ہدیہ دینے والے پر بار نہ ہو۔ تکیہ سے مراد بعض علماء نے ہدیہ کے طور پر تکیہ کا دینا بتایا ہے کہ اس میں سے بھی کچھ ایسا بار نہیں ہے اور بعض علماء نے ویسے ہی کسی استعمال کے لئے کسی کے لیٹنے یا بیٹھنے والے کے پاس عارضی طور پر تکیہ رکھ دینا اور اس پر سر رکھنا یا ٹیک لگا لینا مراد بتایا ہے۔

(۴) **حدثنا** محمود بن غیلان حدثنا ابو داؤد الحفری عن سفیان عن الجریری عن ابی نضرة عن رجل **عن** ابی هریرة رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم طیب الرجال ما ظهر ریحه وخفی لونه وطیب النساء ما ظهر لونه وخفی ریحه۔ **حدثنا** علی بن حجر حدثنا اسمعیل بن ابراهیم عن الجریری عن ابی نضرة عن الطفاوی **عن** ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم مثله بمعناه۔

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو پھیلتی ہوئی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو (جیسے گلاب کیوڑہ وغیرہ) اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو اور خوشبو مغلوب رہے جیسے حنا زعفران وغیرہ۔

ف: مطلب یہ ہے کہ مردوں کو مردانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ رنگ ان کی شان کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کو زنانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ دور اجنبیوں تک اس کی خوشبو نہ پہنچے۔

(۵) **حدثنا** محمد بن خلیفة وعمرو بن علی قالا حدثنا یزید بن زریع حدثنا حجاج الصواف عن حنان **عن** ابی عثمان النهدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا اعطی احدکم

(۵) ابو عثمان نہدیؒ تابعی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو ریحان دیا جائے اس کو چاہیے کہ لوٹائے نہیں

الرَّیحانَ فَلَا یَرُدُّہٗ فَاِنَّہٗ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّۃِ قال ابو عیسٰی لا یعرف لحنان غیر ھذا الحدیث وقال عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم فی کتاب الجرح والتعدیل حنان الاسدی من بنی اسد بن شریک وھو صاحب الرقیق عم والد مُسَدَّدٍ وروی عن ابی عثمان النھدی وروی عنہ الحجاج بن ابی عثمان الصواف سمعت ابی یقول ذٰلک۔

اس لئے کہ اس کی اصل جنت سے نکلی ہے۔

ف:۔ ریحان سے خاص یہی قسم مراد ہے یا ہر خوشبو ریحان کہلاتی ہے اہلِ لغت کے دونوں قول ہیں اور دونوں یہاں مراد ہو سکتے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کی خوشبوؤں کی نقل دنیا میں اس لئے پیدا فرمائی ہے کہ یہ جنت کی طرف ترغیب کا سبب بنے اور زیادتیٔ شوق کا ذریعہ ہو کہ خوشبو کی طرف طبعاً رغبت پیدا ہوتی ہے اور طبیعت کو ادھر کشش ہوتی ہے لیکن دنیا کی خوشبوؤں کو جنت کی خوشبوؤں سے کیا نسبت کہ انکی مہک اتنی دور پہنچتی ہے کہ پانچ سو برس میں وہ راستہ طے ہو۔

(۶) **حدثنا** عمر بن اسماعیل بن مجالد بن سعید الھمدانی حدثنا ابی عن بیانٍ عن قیس بن ابی حازم **عن** جریر بن عبد اللّٰہ قال عُرِضْتُ بَیْنَ یَدَیْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَلْقٰی جَرِیْرٌ رِدَاءَہٗ وَمَشٰی فِیْ اِزَارٍ فَقَالَ لَہٗ خُذْ رِدَائَکَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ مَارَأَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ صُوْرَۃً مِنْ جَرِیْرٍ اِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُوْرَۃِ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

(۶) جریر بن عبد اللہ بجلی رضؓ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں (معائنہ کے لئے) پیش کئے گئے انہوں نے چادر اتار کر صرف لنگی میں چل کر اپنا امتحان کرایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چادر لے لو (معائنہ ہو چکا ہے) پھر قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کبھی کسی کو نہیں دیکھا کہ سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے جیسا کہ ہم تک پہنچا۔

ف:۔ یعنی حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کے قصے جو ہم تک پہنچے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جریر سے زیادہ حسین ہوں گے ورنہ ان کے علاوہ ان سے زیادہ حسین کوئی معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت عمر نے جہاد کے موقعہ پر لشکر کا تفصیلی معائنہ فرمایا ہر ایک کا امتحان لیا جن میں یہ بھی پیش ہوئے اس حدیث میں چند اشکالات ہیں جو اختصاراً ترک کئے جاتے ہیں ان کے منجملہ ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کا استثناء کیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کا استثناء نہ کیا مگر ایک کھلی ہوئی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال و کمال

حضرت یوسف علیہ السلام سے بڑھا ہوا تھا تو ان کے استثناء کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا استثناء خود ہی ہو گیا اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال عام طور سے مستور رہی تھا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے تحریر فرمایا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث کو باب سے بھی کچھ مناسبت نہیں اس کے جوابات میں ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسی ہی متناسب خوشبو اس کے بدن ولباس سے مہکا کرتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور ہونا مسلم ہے اس لئے اسکو طبعی خوشبو لازم ہے۔

باب کیف کان کلام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

باب ۳۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کیسی ہوتی

ف:۔ اس باب میں تین حدیثیں ذکر کی گئیں ہیں۔

(۱) **حدثنا** حمید بن مسعدۃ البصری حدثنا حمید بن الاسود عن اسامۃ بن زید عن الزھری عن عروۃ **عن** عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قَالَتْ مَاکَانَ رسول اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْرُدُ سَرْدَکُمْ ھٰذَا وَلٰکِنَّہٗ کَانَ یَتَکَلَّمُ بِکَلَامٍ بَیِّنٍ فَصْلٍ یَحْفَظُہٗ مَنْ جَلَسَ اِلَیْہِ۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح سے لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیتے تھے۔

ف:۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مجمل یا جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی کہ کچھ سمجھ میں آئے کچھ نہ آئے بلکہ ایسی اطمینان کی واضح گفتگو ہوتی تھی کہ مخاطبین اچھی طرح سمجھ جاتے تھے۔

(۲) **حدثنا** محمد بن یحییٰ حدثنا ابو قتیبۃ سلم بن قتیبۃ عن عبد اللّٰہ بن المثنی عن ثمامۃ **عن** انس بن مالکٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعِیْدُ الْکَلِمَۃَ ثَلٰثًا لِتُعْقَلَ عَنْہُ۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (بعض مرتبہ) کلام کو (حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔

ف:۔ یعنی یہ کہ اگر مضمون مشکل ہوتا تو غور و تدبر کے لئے یا مجمع زیادہ ہوتا تو تینوں جانب متوجہ ہو کر تین مرتبہ مضمون بیان فرماتے تاکہ حاضرین اچھی طرح محفوظ کر لیں۔ تین مرتبہ غایت اکثر یہ ہے ورنہ دو مرتبہ کافی ہو جاتا تو دو مرتبہ فرماتے۔

(۳) **حدثنا** سفیان بن وکیع انبانا جُمَیع بن عمرو بن عبد الرحمٰن العجلی حدثنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی هالة زوج خدیجة یکنی ابا عبد اللہ عن ابن لابی هالة **عن** الحسن بن علی قال سألت خالی هند بن ابی هالة وکان وصافا فقلت صف لی منطق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الاحزان دائم الفکرة لیست لہ راحة طویل السکت لا یتکلم فی غیر حاجة یفتتح الکلام ویختمہ باشداقہ ویتکلم بجوامع الکلم کلامہ فصل لا فضول ولا تقصیر لیس بالجافی ولا المهین یعظم النعمة وان دقت لا یذم منها شیئا غیر انہ لم یکن یذم ذواقا ولا یمدحہ ولا تغضبہ الدنیا ولا ما کان لها فاذا تعدی الحق لم یقم لغضبہ شیئ حتی ینتصر لہ لا یغضب لنفسہ ولا ینتصر لها اذا اشار اشار بکفہ کلها واذا تعجب

(۳) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اکثر بیان فرماتے ہیں عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمائیے، انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (آخرت کے) غم میں متواتر مشغول رہتے (ذات وصفات باری تعالیٰ یا امت کی بہبود کے) ہر وقت سوچ میں رہتے تھے ان امور کی وجہ سے کسی وقت آپؐ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی (یا یہ کہ امور دنیویہ کے ساتھ آپؐ کو راحت نہ ملتی تھی بلکہ دینوی امور سے آپ کو راحت اور چین ملتا تھا چنانچہ حدیث میں ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے) اکثر اوقات خاموش رہتے تھے بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے آپؐ کی تمام گفتگو ابتداء سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی (یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی متکلم کے ذہن میں رہی جیسا کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جامع الفاظ کے ساتھ (جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور معانی بہت ہوں) کلام فرماتے تھے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے ایسی چالیس

قلبها واذا تحدث اتصل بها وضرب براحتہ الیمنی بطن ابهامہ الیسری واذا غضب اعرض واشاح واذا فرح غض طرفہ جل ضحکہ التبسم یفتر عن مثل حب الغمام۔

حدیثیں اپنی شرح میں جمع کی ہیں جو نہایت مختصر ہیں عربی حاشیہ پر نقل کر دیں جو یاد کرنا چاہے اس کو دیکھ کر یاد کر لے) آپؐ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو آپؐ نہ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے اس کی مذمت نہ فرماتے تھے البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے نہ تعریف (مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، کی نعمت ہے زیادہ تعریف نہ فرمانا اس لئے تھا کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے البتہ اظہارِ رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمائی ہے) دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپؐ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا (چونکہ آپؐ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اس لئے کبھی دینوی نقصان پر آپؐ کو غصہ نہ آتا تھا) البتہ کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اس کا انتقام لیتے تھے جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بتلائی ہے کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے اور بعض علماء نے یہ تحریر فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ انگلی سے توحید کی طرف اشارہ فرمانے کی تھی اس لئے غیر اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے) جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو اس کو ملا لیتے (کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے) اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھی کے اندرونی حصہ پر مارتے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا درگذر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرما لیتے۔ آپؐ کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی اس وقت آپؐ کے دندانِ مبارک اولے کی طرح چمکدار سفید ظاہر ہوتے تھے۔

ف:۔ یہ حدیث اسی حدیث کا بقیہ ہے جو سب سے پہلے باب میں ساتویں نمبر پر گذری

ہے۔ اس کا ہر ہر ٹکڑا نہایت غور سے پڑھنے اور اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کے قابل ہے کہ ہر ادا تواضع اور اخلاق کا کمال لئے ہوئے ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِی ضِحْکِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم

باب ۳۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا بیان

ف:۔ اس باب میں نو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) **حدثنا** احمد بن منیع حدثنا عباد بن العوام اخبرنا الحجاج وھو ابن ارطاۃ عن سماک بن حرب **عن** جابر بن سمرۃ قال کان فِیْ سَاقَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَکَانَ لَا یَضْحَکُ اِلَّا تَبَسُّمًا فَکُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَیْهِ قُلْتُ اَکْحَلَ الْعَیْنَیْنِ وَلَیْسَ بِاَکْحَلَ۔

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپؐ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔ جب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا تو دل میں سوچتا کہ آپؐ سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اس وقت سرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔

ف: بلکہ طبعاً آپ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔

(۲) **حدثنا** قتیبة بن سعید اخبرنا ابن لھیعة عن عبید اللّٰہ بن المغیرۃ **عن** عبد اللّٰہ بن الحارث بن جزء قال مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(۲) عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا۔

ف:۔ اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ اس سے پہلے باب کی اخیر حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکر اور پے در پے غموم میں مبتلا رہتے تھے۔ یہ بظاہر اس کے منافی ہے۔ اس لئے اس حدیث کی دو توجیہیں کی گئیں، ایک تو یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کا تبسم آپ کے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا۔ ایسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا جس کا تبسم

آپ کے ہنسنے سے زیادہ ہو۔ چنانچہ آئندہ حدیث جو انہی صحابیؓ سے روایت کی جا رہی ہے اس میں یہی مطلب متعین ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود طبعی غموم کے صحابہ کی دلداری اور انبساط کے خیال سے خندہ پیشانی اور تبسم فرماتے ہوئے پیش آتے تھے۔ اور یہ کمال درجۂ اخلاق و تواضع ہے، اسی باب کے ۵ و ۶ پر حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے، تبسم فرماتے۔ یعنی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔ اب پہلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی رنج و فکر میں مبتلا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی دلداری یا ضرورت سے اس کو خندہ پیشانی سے ملنے کی نوبت آتی ہے، جو لوگ دل میں عشق کی چوٹ کھاتے ہوئے ہوں، ان کو اس کا تجربہ بہت ہوتا ہے۔

(۳) **حدثنا** احمد بن خالد الخلال حدثنا یحیی بن اسحٰق السیلحانی حدثنا لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن عبد اللّٰہ بن الحارث قال مَا کَانَ ضَحِکُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا **قال** ابو عیسٰی ھذا حدیث غریب من حدیث لیث بن سعد۔

(۳) عبد اللہ ابن حارثؓ ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

ف:۔ یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا، ہنسنے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔

(۴) **حدثنا** ابو عمار الحسین بن حریث انبانا وکیع حدثنا الاعمش عن المعرور بن سوید عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَوَّلَ رَجُلٍ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَاٰخِرَ رَجُلٍ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَیُقَالُ اعْرِضُوْا عَلَیْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَیُخَبَّأُ عَنْهُ کِبَارُهَا فَیُقَالُ لَهٗ عَمِلْتَ یَوْمَ کَذَا کَذَا وَکَذَا وَهُوَ مُقِرٌّ لَا یُنْکِرُ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ کِبَارِهَا فَیُقَالُ اَعْطُوْهُ

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے اول جنت میں داخل ہوگا اور اس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک آدمی دربارِ الٰہی میں حاضر کیا جائے گا، اس کے لئے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کئے جائیں اور بڑے بڑے

مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فَيَقُولُ إِنَّ لِي ذُنُوبًا مَا أَرَاهَا هٰهُنَا قَالَ أَبُوذَرٍّ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔

گناہ مخفی رکھے جائیں، جب اس پر چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں گناہ کئے ہیں تو وہ اقرار کرے گا۔ اس لئے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اور اپنے دل میں نہایت خوفزدہ ہوگا کہ ابھی تو صغائر ہی کا نمبر ہے۔ کبائر پر دیکھیں، کیا گزرے؟ کہ اس دوران میں یہ حکم ہوگا کہ اس شخص کو ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقولہ نقل فرما کر ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔ ہنسی اس بات پر تھی کہ جن گناہوں کے اظہار سے ڈر رہا تھا ان کے اظہار کا خود طالب بن گیا۔

ف:۔ یہ شخص جس کا مفصل حال بیان فرمایا، وہی شخص ہے جس کو اوّل مجملاً جنت میں آخری داخل ہونے والا ارشاد فرمایا تھا یا کوئی اور شخص ہے۔ شراح کی تحقیق یہ ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور جنت میں آخری داخل ہونے والا شخص وہ ہے جس کا قصہ اسی باب کے ۷ پر آرہا ہے۔

(۵) حدثنا احمد بن منیع حدثنا معاویۃ بن عمرو حدثنا زائدۃ عن بیان عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبد اللہ قال مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا ضَحِكَ۔

(۶) حدثنا احمد بن منیع حدثنا معاویۃ بن عمرو حدثنا زائدۃ عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس عن جریر قال مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ۔

(۵، ۶) جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا۔ اور جب مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے، کہ تبسم فرماتے تھے۔

ف:۔ یہ دوسری روایت اسی لئے ذکر کی گئی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پہلی حدیث میں ہنسنے سے تبسم فرمانا ہی مراد ہے اور یہ تبسم اظہارِ مسرت کے لئے ہوتا تھا کہ خندہ پیشانی سے ملنا دوسرے

کے لئے انبساط کا سبب ہوتا ہے۔ میں نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ بسا اوقات آنے والوں کے ساتھ ایسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے، جس سے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔

(۷) حدثنا ہناد بن السری حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابراہیم عن عبیدۃ السلمانی عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ فَيَقُولُ نَعَمْ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ قَالَ فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔

(۷) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر میں آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا (کہ جہنم کے عذاب کی سختی کی وجہ سے سیدھے چلنے پر بھی قادر نہ ہوگا۔) اس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ وہاں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ سب جگہیں پر ہو چکی ہیں۔ لوٹ کر بارگاہِ الٰہی میں اس کی اطلاع کرے گا، وہاں سے ارشاد ہوگا کیا دنیوی منازل کی حالت بھی یاد ہے (کہ جب جگہ پر ہو جائے تو آنے والے کی گنجائش نہ ہو اور پہلے جانے والے جتنی جگہ پر چاہیں قبضہ کر لیں اور بعد میں آنے والوں کے لئے جگہ نہ رہے اس عبارت کا ترجمہ اکابر علماء نے یہی تحریر فرمایا مگر بندہ ناچیز کے نزدیک اگر اس کا مطلب یہ کہا جائے تو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کیا دنیا کی وسعت اور فراخی بھی یاد ہے کہ تمام دنیا کتنی بڑی تھی۔ اور یہ اس لئے یاد دلایا کہ آئندہ تمام دنیا سے دس گنا زائد اس کو عطا فرمانے کا اعلان ہونے والا ہے تو ساری دنیا کا ایک مرتبہ تصور کرنے کے بعد اس عطیہ کی کثرت کا اندازہ ہو) وہ عرض کرے گا کہ رب العزت خوب یاد ہے اس پر ارشاد ہوگا کہ اچھا کچھ تمنائیں کرو، جس نوع سے دل چاہے وہ اپنی تمنائیں بیان کرے گا، وہاں سے ارشاد ہوگا کہ اچھا تم کو تمہاری تمنائیں اور خواہشات بھی دیں

اور تمام دنیا سے دس گنا زائد عطا کیا، وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہوکر مجھ سے تمسخر فرماتے ہیں (کہ وہاں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے اور آپ تمام دنیا سے دس گنا زائد مجھے عطا فرما رہے ہیں۔) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کہ جب اس شخص کا یہ مقولہ نقل فرما رہے تھے تو آپؐ کو ہنسی آ گئی حتیٰ کہ آپؐ کے دندانِ مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا یا تو اللہ جل شانہ کے اس انعام واکرام پر خوشی اور مسرت کی وجہ سے ہے کہ جب ایسے شخص کو جو جہنم سے سب سے اخیر میں نکالا گیا، جس سے اس کا سب سے زیادہ گنہ گار ہونا بدیہی ہے۔ اس قدر زیادہ عطاء وانعام ہوا تو سارے مسلمانوں پر بالخصوص متقی اور پرہیزگاروں پر کیا کچھ الطاف کی بارش ہوگی اور انبیوں پر جس قدر انعام ہو آنا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسرت کا سبب ہے، اور ممکن ہے کہ یہ ہنسی اس شخص کی حالت پر ہو کہ کس قدر عذاب اور مصائب برداشت کر کے تو نکلا ہے اور پھر یہ جرأتیں اور تمنائیں کہ اللہ جل شانہ سے یہ کہے کہ آپ تمسخر کر رہے ہیں۔

(۸) **حدثنا** قتيبة بن سعيد انبانا ابو الاحوص عن ابي اسحق **عن** علي بن ربيعة قال شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلٰثًا سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ لَهٗ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ

(۸) ابن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس (ان کے زمانہ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی، آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب سوار ہو چکے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ دعا پڑھی سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرمادیا ورنہ ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہم لوگ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ سواری چونکہ اسبابِ ہلاکت سے ہے اس لئے سواری کی تسخیر

كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَيْرِيْ۔

حق تعالیٰ جل شانہ شکریہ کے ساتھ اپنے موت کے ذکر کو بھی متصل فرمادیا کہ ہم آخر کار مرنے کے بعد لوٹ کر اسی طرف جانے والے ہیں۔) پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الحمد للہ تین مرتبہ کہا، پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا، پھر سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے پس یا اللہ آپ میری مغفرت فرمائیں، کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا اس دعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنسے۔ ابن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبسم فرمایا تھا، میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبسم کی وجہ پوچھی تھی جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھی تو حضور اطہر واقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ خوش ہوکر فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ لَكَ الْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظَمَةُ۔

(۹) **حَدَّثَنَا** محمد بن بشار انبانا محمد بن عبد اللّٰه الانصاري حدثنا ابن عون عن محمد بن الاسود **عن** عامر بن سعد قال قَالَ سَعْدٌ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ ضَحِكُهٗ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مَعَهٗ تُرْسٌ وَكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا وَكَانَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا بِالتُّرْسِ يُغَطِّيْ جَبْهَتَهٗ فَنَزَعَ لَهٗ سَعْدٌ بِسَهْمٍ فَلَمَّا

(۹) عامرؓ بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میرے والد سعدؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن ہنسے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔ عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے؟ انہوں نے کہا، کہ ایک کافر ڈھال لیے ہوئے تھا۔ اور سعدؓ گو بڑے تیر انداز تھے لیکن وہ اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر لیتا تھا، جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر رہا تھا، (گویا مقابلہ

رَفَعَ رَأْسَهٗ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِئْ هٰذِهٖ مِنْهُ يَعْنِيْ جَبْهَتَهٗ وَانْقَلَبَ وَشَالَ بِرِجْلِهٖ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ قُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكَ قَالَ مِنْ فِعْلِهٖ بِالرَّجُلِ۔

میں سعدؓ کا تیر لگنے نہ دیتا تھا، حالانکہ یہ مشہور تیر انداز تھے) سعدؓ نے ایک مرتبہ تیر نکالا اور اس کو کمان میں کھینچ کر انتظار میں رہے) جس وقت اس نے ڈھال سے سر اٹھایا فوراً ایسا لگایا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور فوراً گر گیا۔ ٹانگ بھی اوپر کو اٹھ گئی۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ پر ہنسے، میں نے پوچھا کہ اس میں کونسی بات پر، انہوں نے فرمایا کہ سعدؓ کے اس فعل پر۔

ف ۱۔ چونکہ اس قصہ میں اس کا شبہ ہوگیا تھا کہ اس کے پاؤں اٹھنے اور ستر کھل جانے پر تبسم فرمایا ہو، اس لئے مکرر دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی، انہوں نے فرمادیا کہ یہ نہیں بلکہ میرے حسنِ نشانہ اور اس کے باوجود اتنی احتیاط کے تیر لگ جانے پر کہ وہ تو ہوشیاری کر ہی رہا تھا، کہ ڈھال کو فوراً ادھر ادھر کرلیتا تھا، مگر سعد نے بھی تدبیر سے ایسا جڑا کہ فوراً ہی گرا اور مہلت بھی نہ ملی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِىْ صِفَةِ مِزَاحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۳۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

ف ۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح ثابت ہے۔ اور ممانعت بھی وارد ہوئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ امام نوویؒ نے دونوں میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے۔ کہ کثرتِ مزاح جو باعثِ قساوت قلب کا بن جائے یا اللہ جلِ شانہٗ کے ذکر و فکر سے روک دے یا ایذاء مسلم کا سبب بن جائے، یا وقار و ہیبت گرا دے یہ سب ممانعت میں داخل ہے اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے چنانچہ عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش طبعی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی بجائے گرانی کے مایہ فخر و ناز تھی۔

گر طمع خواہد ز من سلطان دیں | خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مزاح کی ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی وقار اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینے کے سفر کی دوری تک آپ کا رعب پہنچتا تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم اور مزاح کا اہتمام نہ فرماتے تو حاضرین کو رعب کی وجہ سے پاس رہنا مشکل ہوجاتا اور استفاع کے اسباب مسدود ہوجاتے۔ نیز قیامت تک آنے والے مشائخؒ و اکابر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں جان توڑ کوشش کرتے ہیں وہ قصداً تبسم اور مزاح سے گریز کرتے ان کے جملہ خدام کے لئے بھی مشائخ کا یہ طرزِ مشکلات کا سبب بنتا۔ حق تعالیٰ جل شانہ بے نہایت درود و سلام اس پاک ہستی پر نازل فرمائے جو امت کی ہر سہولت کا دروازہ کھول گئی سفیانؒ بن عیینہ سے جو بڑے محدث ہیں۔ کسی نے کہا کہ مذاق بھی ایک آفت ہے، انہوں نے کہا بلکہ سنت ہے مگر اس شخص کے حق میں جو اس کے مواقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کرسکتا ہو۔

(۱) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ اَنْبَانَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا ذَا الْاُذُنَيْنِ قَالَ مَحْمُوْدٌ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ يَعْنِيْ يُمَازِحُهٗ۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مرتبہ مزاحاً یَا ذَا الْاُذُنَيْنِ فرمایا اے دو کانوں والے۔

ف ۱۔ کان تو سب ہی کے دو ہوتے ہیں، ان کو جو دو کانوں والا فرمایا تو کوئی مقامی خصوصیت ہوگی مثلاً ان کے کان بڑے ہوں گے یا تیز ہوں گے کہ بات دور سے سن لیتے ہوں گے، یہی اقرب ہے

(۲) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِّيْ صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَفِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُمَازِحُ وَفِيْهِ اَنَّهٗ كَنّٰى غُلَامًا صَغِيْرًا فَقَالَ لَهٗ يَا اَبَا عُمَيْرٍ وَفِيْهِ

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول میں مزاح فرماتے تھے، چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے یَا اَبَا عُمَيْرُ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ، اے ابو عمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی؟

ان لا باس ان یعطی الصبی الطایر لیلعب بہ و انما قال لہ النبی صلی اللہ وعلیہ وسلم یا ابا عمیر ما فعل النغیر لانہ کان لہ نغیر فیلعب بہ فمات فحزن الغلام علیہ فمازحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔

ف :۔ نغیر ایک جانور ہے، جس کا ترجمہ علماء لال سے کرتے ہیں۔ صاحب حیوۃ الحیوان نے بلبل لکھا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمایا، اس نے ایک جانور پال رکھا تھا، وہ مر گیا تھا جس کی وجہ سے رنجیدہ بیٹھا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھیڑنے کے لئے پوچھا، کہ وہ نغیر کیا ہوا؟ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مر گیا۔ یہ حدیث ایک مسئلہ مختلف فیہ میں حنفیہ کی تائید بھی ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ حرمِ مدینہ کا شکار شافعیہ کے نزدیک حرم مکہ کے شکار کے حکم میں ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے حرمِ مکہ میں شکار جائز نہیں بخلاف حرم مدینہ کے وہاں جائز ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر انکار نہ فرمانا منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے اور تفصیل کتبِ فقہ و حدیث میں موجود ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ابوعمیر ان کی پہلے ہی سے کنیت تھی یا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ابتداءً کنیت سے تعبیر فرمایا، بعض علماء نے اس حدیث میں سو سے زائد مسائل اور فوائد بتائے ہیں، اس ذات کے قربان جس کے ایک مذاقی فقرہ میں سو سو مسائل ہوتے ہیں اور ان علماء کی قبروں کو حق تعالیٰ شانہ سراپا نور بنائے جنہوں نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے کتنے مسائل استنباط کئے، ان کو محفوظ رکھا اور پھیلایا اس حدیث میں ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ اس میں جانور کا پنجرہ وغیرہ میں بند کرنا اور بچہ کا اس سے کھیلنا وارد ہے۔ یہ جانور کو عذاب دینا اور ستانا ہے اور جانور کو عذاب دینے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محض بند کرنا یا اس سے دل بہلانا اور کھیلنا عذاب دینا نہیں ہے ستانا اور عذاب دینا دوسری چیز ہے اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جانور کا رکھنا اسی کو جائز ہے جو اس کو ستائے نہیں اس کی خیر خبر رکھے اور جو بچہ ناسمجھ ہو یا سخت دل ہو کہ جانور کو تکلیف پہنچاتا ہو۔ اس کے لئے جائز نہیں

(۳) حدثنا عباس بن محمد الدوری قال

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صحا

حدثنا علی بن الحسین بن شقیق حدثنا عبد اللہ بن المبارك عن اسامۃ بن زید عن سعید المقبری عن ابی هریرۃ قال، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔

نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

ف :۔ صحابہؓ کے سوال کا منشاء یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق سے منع بھی فرما رکھا ہے اور ویسے بھی بڑائی کی شان کے خلاف ہے کہ یہ وقار کو گراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری خوش طبعی اس میں داخل نہیں ہے چنانچہ شروع باب میں اس کی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

(۴) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا خالد بن عبد اللہ عن حمید عن انس بن مالك اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَۃٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرمایا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دیں گے سائل نے عرض کیا کہ حضور میں بچہ کو کیا کروں گا۔ مجھے تو سواری کے لئے چاہئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹ کا بچہ ہوتا ہے۔

ف :۔ سائل کا گمان یہ ہوا کہ وہ چھوٹا ناقابل سواری ہوگا، اس حدیث میں علاوہ مزاح کے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو گفتگو میں دوسرے کی بات کمال غور و فکر سے سننی اور سمجھنی چاہئے

(۵) حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن ثابت عن انس بن مالك اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ کَانَ اسْمُہٗ زَاھِرًا وَکَانَ یُھْدِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَدِیَّۃً مِنَ الْبَادِیَۃِ فَیُجَھِّزُہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ زَاھِرًا بَادِیَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْہُ

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جن کا نام زاہرؓ بن حرام تھا وہ جب حاضر خدمت ہوتے، جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورد و نوش کا

وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهُ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيمًا فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ وَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَلَا يُبْصِرُهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا أَرْسِلْنِي فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يَشْتَرِي هٰذَا الْعَبْدَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ أَوْ قَالَ أَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ۔

ان کو عطا فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا، زاہر کچھ بدشکل بھی تھے، ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی کولی ایسی طرح بھری کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکیں، انہوں نے کہا اسے کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کرکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزار نعمتوں اور لذائذ سے بڑھ کر ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے؟ زاہر نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے فروخت فرمادیں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو، یا یہ فرمایا کہ بیش قیمت ہو۔

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے سے تشریف لاکر کولی بھر لینا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینا تو مزاح تھا ہی، یہ ارشاد بھی مزاح ہی تھا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اس لئے کہ حضرت زاہر غلام نہ تھے آزاد تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بطور فرض اور تنبیہ کے تھا بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صورت میں مزاح ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے بڑی حکمتیں اور اسرار اس میں ہیں اس لئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سامان کی فروختگی میں نہایت مشغول پایا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں انہماک اور ان کی توجہ الی اللہ کی کمی

کا بظاہر خوف ہوا، اس لئے کہ اول کولی بھری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلبس رجوع الی اللہ کا ذریعہ ظاہر ہے اور پھر تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے؟ اس لئے کہ جو شخص غیر اللہ میں اس قدر مشغول ہو وہ گویا اپنی خواہشات کا بندہ ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس تلبس سے انابۃ الی اللہ یعنی اللہ کی طرف توجہ تام حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو مژدہ فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو، بلکہ بیش قیمت ہو۔

(۶) حدثنا عبد بن حميد حدثنا مصعب بن المقدام حدثنا المبارك بن فضالة عن الحسن قَالَ أَتَتْ عَجُوزٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ فَقَالَ يَا أُمَّ فُلَانٍ إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوزٌ قَالَ فَوَلَّتْ تَبْكِي فَقَالَ أَخْبِرُوهَا أَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا۔

(۶) حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ مجھے جنت میں داخل فرمادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوسکتی، وہ عورت روتی ہوئی لوٹنے لگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ جل شانہٗ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنادیں گے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کے اس قول إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا۔ الآية میں اس کا بیان ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے، یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں (بیان القرآن) یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں، صحبت کے بعد پھر کنواریاں بن جاتی ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ كَلَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّعْرِ

باب ۳۷ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات درباب اشعار

ف ۱۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جن اشعار کو پڑھنا یا سننا روایات میں آیا ہے، ان کا ذکر۔ شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو قصداً مقفّٰی وموزوں بنایا گیا ہو۔ یعنی ارادہ سے شعر کی طرز پر بنایا گیا ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا قطعی ہے کلام اللہ شریف میں صاف طور پر مذکور ہے، بلکہ کفار کے ان مقولوں کو جو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جادوگر یا شاعر یا مجنوں ہونا بیان کرتے تھے۔ نہایت تعجب سے ذکر کیا گیا اور آپ کی شاعری کے متعلق صاف ارشاد فرمادیا۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ۔ ہم نے ان کو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری کا علم نہیں دیا اور یہ علم شاعری ان کی شان کے مناسب بھی نہیں ہے۔ پھر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کہیں کہیں کلام موزوں پایا جاتا ہے وہ بلا قصد پر محمول ہے اور کلام میں بلا قصد موزونیت اگر آجائے تو وہ شعر نہیں کہلاتا۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک درحقیقت یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا عجز کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ جس شخص کے کلام میں بلا ارادہ موزونیت آجاتی ہو وہ اگر قصداً موزوں بنائے تو کس قدر بے تکلف اور بہترین بنا سکتا ہے، لیکن حق تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کی شان کو اس سے بہت ارفع بنایا تھا اس لئے کبھی اس پر توجہ نہیں فرمائی اشعار کی تعریف اور مذمت کے بارے میں روایات مختلف آئی ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر اچھی چیز ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ممنوع اور برا ہے لیکن قولِ فیصل بھی ایک حدیث میں خود ہی وارد ہو گیا ہے کہ نفسِ شعر میں کچھ بھلائی یا برائی نہیں ہے۔ مضمون صحیح اور مفید ہے۔ تو شعر اچھی چیز ہے اور مضمون جھوٹ یا غیر مفید ہے تو جو حکم اس مضمون کا ہے وہی حکم شعر کا بھی ہے یعنی جس درجہ میں وہ مضمون ناجائز ہے یا حرام یا مکروہ ہے یا خلافِ اولیٰ ہے۔ اسی درجہ میں شعر بھی ہے لیکن بہتر ہونے کی صورت میں بھی اس میں انہماک اور کثرت سے مشغولی ممنوع ہے اس باب میں مصنفؒ نے نو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا علی بن حجر حدثنا شریک عن المقدام بن شریح عن ابیہ عن عائشۃ قالتْ قِيلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِّنَ الشِّعْرِ قَالَتْ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَتَمَثَّلُ وَيَقُوْلُ وَيَأْتِيْكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ مثال کے طور پر کبھی عبداللہ بن رواحہ کا کوئی شعر بھی پڑھ لیتے تھے (اور کبھی کبھی کسی اور شاعر کا بھی) چنانچہ کبھی طرفہ کا یہ مصرعہ بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ ویاتیک بالاخبار من لم تزود" یعنی تیرے پاس خبریں کبھی وہ شخص بھی لے آتا ہے جس کو تو نے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا، یعنی واقعات کی تحقیق کے لئے کسی جگہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے تنخواہ دینا پڑتی ہے سفر خرچ دے کر آدمی کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجنا پڑتا ہے۔ مگر کبھی گھر بیٹھے بٹھائے کوئی آکر خود ہی سارے حالات سنا جاتا ہے کسی قسم کا خرچ بھی اس کے لئے کرنا نہیں پڑتا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال ارشاد فرمائی کہ بلا کسی اجرت اور معاوضہ کے گھر بیٹھے جنت دوزخ آخرت قیامت پچھلے انبیاءؑ کے حالات اور آئندہ آنے والے واقعات سناتا ہوں، پھر بھی یہ کافر قدر نہیں کرتے اس حدیث میں دو شاعروں کا ذکر ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تو مشہور صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ طرفہ عرب کا مشہور شاعر ہے ادب کی مشہور کتاب "سبعہ معلقہ" میں دوسرا معلقہ" اسی کا ہے۔ اس نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔

(۲) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مہدی قال حدثنا سفین عن عبدالملک بن عمیر حدثنا ابو سلمۃ عن اَبِي هريرة قال قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ
اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

(۲) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے وہ لبیدؓ بن ربیعہ کا یہ کلمہ ہے اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ۔ آگاہ ہو جاؤ اللہ جل شانہٗ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور امیہ بن اَبِي الصَّلْت قریب تھا کہ اسلام لے آئے!

وَكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِي الصَّلْتِ اَنْ يُّسْلِمَ۔

ف:- لبید رضؓ ایک مشہور شاعر تھے، لیکن مسلمان ہونے کے بعد سے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔ یہ کہتے تھے کہ مجھے حق تعالیٰ جل شانہ نے اشعار کا نعم البدل عطا فرمادیا یہ مکرم صحابہ رضؓ میں ہیں ایک سو چالیس یا اس سے کچھ زیادہ عمر ہوئی، اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے، "وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر نعمت کسی نہ کسی وقت میں زائل ہونے والی ہے۔ اور امیہ بن ابی الصلت بھی ایک مشہور شاعر تھا جو اپنے اشعار میں حقائق باندھتا تھا، قیامت کا قائل تھا لیکن توفیق ایزدی شامل حال نہ ہوئی اس لئے مسلمان نہ ہوسکا۔ آٹھویں حدیث کے ذیل میں اس کی کسی قدر تفصیل بھی آرہی ہے۔

(۳) **حدثنا** محمد بن المثنى قال انبانا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن الاسود بن قيس **عن** جندب ابن سفيان البجلي قال اَصَابَ حَجَرٌ اِصْبَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمِيَتْ فَقَالَ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ۔

حدثنا ابن ابي عمر حدثنا سفيان ابن عيينة عن الاسود بن قيس عن جندب بن عبد الله البجلي نحوه۔

(۳) جندب بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک پتھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی میں لگ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ خون آلود ہو گئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے تو ایک انگلی ہے جس کو اس کے سوا کوئی مضرت نہیں پہنچی کہ خون آلود ہو گئی، اور یہ بھی رائیگاں نہیں بلکہ اللہ جلّ شانہ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی ہے جس کا ثواب ہوگا۔

ف:- اس حدیث میں بھی وہ اشکال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کیسے فرمایا؟ اس کا مختصر جواب گزر بھی چکا ہے۔ اس خاص جگہ پر یہ بھی ایک جواب دیا جاتا تھا، کہ یہ رجز ہے شعر نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے، کہ ایک آدھ شعر کہنے سے آدمی شاعر نہیں ہوتا، لہٰذا یہ آیت وما علمناہ الشعر کے خلاف نہیں۔ بعض نے کہا کہ، دمیت اور لقیت کی تے ساکنہ ہے مکسورہ نہیں۔ اس صورت میں موزونیت سے بھی نکل گیا۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر اس کی توجیہ یہ کی جائے کہ یہ شعر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں، بلکہ منقول تھا کسی دوسرے شاعر کے کلام سے تو اس صورت کسی میں اور توجیہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔ چنانچہ واقدیؒ نے اس شعر کو ولید

کا بتایا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب "محاسبۃ النفس" میں ابن رواحہ کی طرف منسوب کیا ہے دو شاعروں سے کسی ایک شعر کا ورود ممنوع نہیں اس لئے ممکن ہے کہ دونوں نے یہ شعر کہا ہو، اس میں اختلاف ہے کہ یہ قصہ کب کا ہے؟ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ جنگ احد کا ہے اور بعض لوگ اس کو ہجرت سے قبل کا بتاتے ہیں۔

(۴) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا يحيى بن سعيد حدثنا سفيان الثوري حدثنا ابو اسحاق **عن** البراء بن عازب قال قال له رجل اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا عُمَارَةَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ وَلّٰى سَرَعَانُ النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ !

(۴) براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا، کیا تم سب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جنگِ حنین میں بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت نہیں پھیری، بلکہ فوج میں سے بعض جلد بازوں نے (جن میں اکثر قبیلہ بنی سلیم اور مکہ کے نو مسلم نوجوان تھے) قبیلہ ہوازن کے سامنے کے تیروں کی وجہ سے منہ پھیر لیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (جن کے ساتھ اکابر صحابہ رضؓ کا ہونا ظاہر ہے) اپنے خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہ فرمارہے تھے۔ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ میں بلاشک وشبہ نبی ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد (پوتا) ہوں)

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بجائے باپ کے اپنے دادا عبدالمطلب کی طرف اس لئے نسبت کیا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کی اطلاع کفار قریش کو دی تھی اور یہ وقت گویا اس کی تصدیق کرتا تھا، بعض نے یہ وجہ بتائی ہے، چونکہ آپ کے والد کا انتقال زمانہ حمل ہی میں ہو گیا تھا، اس لئے آپؐ ابن عبدالمطلب ہی کے ساتھ مشہور تھے۔ نیز یہ بھی کہا گیا کہ چونکہ عبدالمطلب مشہور سردار تھے، اس لئے شہرت کی وجہ سے اس سے طرف نسبت فرمائی۔ حافظ ابن حجر نے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ کفار میں یہ بات مشہور تھی کہ عبدالمطلب کی اولاد میں ایک

شخص پیدا ہوگا جس سے لوگوں کو ہدایت ہوگی، وہ خاتم النبیین ہوں گے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نسبت کے ساتھ ان لوگوں کو یہ مشہور چیز یاد دلائی، غزوۂ حنین ۸ھ میں ہوا ہے۔ قبائل عرب ایک زمانہ سے اپنے اسلام لانے میں فتح مکہ کے منتظر تھے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قبضہ کرلیا تب تو سمجھو کہ آپؐ غالب ہیں اور بے چون وچرا اطاعت کرو اور اگر مکہ مکرمہ فتح نہ ہو تو سمجھ لو یہ غالب نہیں ہوسکتے بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔ تو قبیلہ ہوازن وغیرہ نے بھی جو مواضع حنین وغیرہ کے رہنے والے تھے اپنی قسمت آزمائی کا فیصلہ چاہا اور چند قبائل نے مل کر یکجائی لڑائی کے خیال سے حنین میں جو مکہ مکرمہ سے طائف وعرفات کی جانب میں تقریباً دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں مجتمع ہوئے بعض کہ بعض تجربہ کار بوڑھوں نے ان کو اس ارادہ سے روکا۔ مگر بعض جوشیلے نوجوانوں نے نہ مانا اور یہ کہا کہ مسلمانوں کو اب تک تجربہ کار لڑنے والوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا اس لئے غالب ہوتے جارہے ہیں، مبادا ہم پر بھی حملہ کریں اس لئے خود ہی استبداد کرنا چاہئے۔ بیس ہزار سے زیادہ مجمع لڑائی کے لئے جمع کرلیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو دس بارہ ہزار کا مجمع تیار فرمایا، جس میں مہاجرین وانصار اور فتح مکہ کے نو مسلم شریک ہوئے تھے۔ نیز ایک جماعت کفارِ مکہ کی بھی شریک تھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ ان میں سے بعض لوگ غنیمت کے لالچ سے شریک ہوئے تھے اور بعض لوگ محض لڑائی کا نظارہ دیکھنے گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کے ساتھ ۶ شوال ۸ھ کو حنین کی جانب روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کو حنین تک پہنچنے کے لئے ایک نہایت تنگ گھاٹی سے گزرنا پڑتا تھا۔ دشمنوں نے اپنے لشکر کو ان پہاڑوں میں چھپا رکھا تھا جیسے ہی مسلمان وہاں سے گزرے، انہوں نے دفعۃً تیروں کا نشانہ بنایا، مسلمان اس بے خبری کے حملہ سے سخت گھبرائے اور پریشان ہوکر ادھر ادھر متفرق ہوگئے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی حملہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی۔ اور وہ پیچھے بھاگے، یہ لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے کہ دفعۃً ان لوگوں نے جو پہاڑوں کے درمیان چھپے ہوئے تھے، چاروں طرف سے حملہ کردیا۔ یہ مجمع نہایت پریشانی کی حالت میں ادھر ادھر منتشر ہوگیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجز چند اکابر صحابہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ وغیرہ وغیرہ چند حضرات کے کوئی بھی نہیں رہا۔ اس کی حالت میں بعض ضعیف الاسلام لوگوں

کا عقیدہ بھی متزلزل ہوا اور بعض نے آوازے اور فقرے کسنا شروع کئے۔ بعض لوگ بھاگ کر مکہ واپس آگئے اور مسلمانوں کے مغلوب ہوجانے کا مژدہ ان لوگوں کو سنایا جو مسلمان نہ ہوئے تھے یا ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاشمی خون اس وقت جوش پر تھا آپؐ نے اس خوفناک منظر میں اپنی سواری سے اتر کر یا پیادہ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب فرماتے ہوئے دشمنوں کی فوج کا رخ کیا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین وانصار اور اصحابِ شجرہ کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک آواز دی، کہ کہاں جارہے ہو؟ ادھر آؤ! آواز کا سننا تھا کہ پریشان حال متفکر جماعت لبیک کہتی ہوئی ایسی جوشِ محبت میں لوٹی جیسے اونٹنی اپنے بچہ کی طرف لوٹتی ہے، مسلمانوں کا لوٹنا تھا کہ طرفین سے ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے کچھ مٹی وکنکریاں وغیرہ اٹھا کر شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فرماتے ہوئے لشکر مقابل پر پھینکی تھوڑی دیر لڑائی کا یہ منظر رہا، اس کے بعد لڑائی کا رخ ایسا پھرا کہ جس میدان میں مسلمان پریشان نظر آرہے تھے اب کافر وہاں بھاگتے ہوئے نظر آنے لگے اور اپنا مال ومتاع اہل وعیال مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت بنا کر ایسے بھاگے کہ ادھر کا رخ بھی نہ کیا۔ قصہ حسبِ ضرورت مختصر طور پر لکھا گیا جو صاحبِ مفصل دیکھنا چاہیں کسی اردو اسلامی تاریخ میں دیکھ لیں۔

یہاں پر ایک امر پر تنبیہ اشد ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق صرف ایک دو روایت دیکھنے سے کسی قسم کا اشکال پیدا کرلینا یہ علم کی کوتاہی ہے کسی ایک دو حدیث میں اکثر واقعہ کی پوری تفصیل نہ آسکتی ہے نہ مقصود ہوتی ہے ہر واقعہ کے متعلق اگر کوئی رائے قائم کرنا ہو تو جب تک اس واقعہ کے پورے حالات سامنے نہ ہوں، رائے زنی بے محل ہے۔ اسی جنگ حنین کے متعلق کسی مختصر تاریخ کو دیکھ کر یا ایک دو حدیثوں کا ترجمہ دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ساری جماعت یا یہ پورا لشکر دس ہزار کا بھاگ گیا تھا اور بجز دو چار نفر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہا تھا واقعہ کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل سے بھی دور ہے کفار کی جماعت جو بیس ہزار سے زیادہ تھی اس کو کیا مشکل تھا کہ دو چار نفر کا محاصرہ کرلیتی جب کہ سب بھاگ چکے تھے، چہ جائیکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو لڑائیوں کے حالات سے واقف

ہوتے ہیں لشکروں کی ترتیب اور حملہ کے حالات پر بصیرت رکھتے ہیں وہ کسی ایسی روایت سے متعجب یا متاثر ہوں۔ لشکروں کی عام ترتیب کے موافق پانچوں حصوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی بھی ترتیب فرمائی تھی، مقدمۃ الجیش (لشکر کا اگلا حصہ) میمنہ میسرہ (دایاں بایاں حصہ) قلب یعنی درمیانی حصہ جس میں امیر لشکر کی حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے اور پانچواں حصہ لشکر کا پچھلا حصہ اس کے علاوہ ہر ہر جماعت کا مستقل حصہ تھا جس کا ایک امیر مستقل جھنڈا لئے ہوئے تھا۔ اس کی جماعت اس کے ساتھ تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سعد بن ابی وقاصؓ، اسید بن حضیرؓ، خباب بن منذرؓ وغیرہ وغیرہ حضرات ایک جماعت کے امیر بنے ہوئے اپنی اپنی مقررہ جگہ پر مامور تھے۔ مقدمۃ الجیش میں قبیلہ بنی سلیم کی جماعت تھی، جس کا جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھا۔

یہ جماعت لشکر کا اگلا حصہ تھی، اسی جماعت کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا جب یہ گھاٹیوں کے درمیان سے نکلے تو دشمنوں نے اول پسپائی ظاہر کی جس کی وجہ سے ان کو آگے بڑھنے اور اپنے کو غالب سمجھ کر مال غنیمت کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ملا۔ اور چھپے ہوئے دشمنوں نے چاروں طرف سے تیر برسانا شروع کر دیا، ایسی صورت میں اس جماعت کی پسپائی بھی فطری چیز تھی اور ان کی پسپائی سے تمام لشکر میں تشویش انتشار ادھر ادھر دوڑنا ضروری تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ لینا کہ سارا ہی لشکر بھاگ گیا تھا پورے حالات پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ عبدالرحمٰنؓ ایک شخص کا قول نقل جو اس وقت کا فر تھا کہ ہم جب مسلمانوں پر حنین میں حملہ کیا اور ان کو پیچھے ہٹانا شروع کیا تو ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور پیچھے ہٹتے رہے ہم لوگ ان کا تعاقب کرتے رہے اور آگے بڑھتے رہے۔ بڑھتے بڑھتے ہم ایک ایسے شخص کے قریب پہنچے، جو سفید خچر پر سوار تھے اور نہایت حسین چہرہ والے۔ لوگ ان کے گرد جمع تھے انہوں نے ہم کو دیکھ کر شَاهَتِ الْوُجُوهُ اِرْجَعُوْا کہا۔ یہ کہنا تھا کہ ہم مغلوب ہونا شروع ہو گئے اور وہ جماعت ہم پر چڑھ گئی۔ اسی بنا پر حضرت براءؓ نے شمائل کی روایت میں جو اوپر گزری یہ کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ نہیں پھیرا، بلکہ کچھ تیز رو لوگ جو تیروں کی بوچھاڑ برداشت نہ کر سکے بھاگ گئے تھے اس کے ساتھ

ہی یہ قصہ بھی پیش آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس راستے سے بڑھ رہے تھے، اس کو ترک فرما کر دائیں جانب کو بڑھنا شروع کیا غور کی بات ہے کہ اس انتشار کی حالت میں لشکر کے اکثر حصہ کو کیسے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کس جانب کو بڑھنے کا ارادہ فرمایا، ایسی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک وقت میں سو آدمیوں کا رہ جانا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے اور ایک موقعہ پر اسی کا رہ جانا جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے، حتیٰ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر کو تیزی سے بڑھایا تو سامنے سے لوگ ہٹتے رہے اور صرف بارہ آدمی رہ گئے اور اس کے بعد صرف وہ چار شخص رہ گئے جو خچر کی باگ اور رکاب تھامے ہوئے تھے، حتیٰ کہ جب خچر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے موافق نہ بڑھ سکا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سے اتر کر تن تنہا کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر ان کی طرف بڑھ گئے یہی وقت ہے جس کو بخاری شریف کی روایت میں اس سے تعبیر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے، کوئی بھی ساتھ نہ تھا، اس کے ساتھ ایک اجمالی مضمون اپنے ذہن میں یہ ہونے سے اس جنگ میں لوگ بھاگ گئے تھے یہ تجویز کر لینا کہ سارے ہی صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھاگ گئے تھے پورے واقعات پر نظر نہ ہونے کا ثمرہ ہے چونکہ پورے لشکر میں انتشار تھا اور یقیناً بہت سے لوگ بھاگ بھی رہے بلکہ بعض لوگ اس ہزیمت سے خوش بھی ہو رہے تھے۔ جیسا کہ مفصل واقعات میں مذکور ہے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی جیسا کہ انتشار کے وقت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے جو نہایت بلند آواز تھے لوگوں کو آوازیں دلوائیں اور مہاجرینؓ انصار، اصحاب شجرہ وغیرہ جماعتوں کو علیحدہ علیحدہ آواز دلوائی جس کے سننے پر وہ سب پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور دوسرے حملہ میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ تھا۔ بہر حال اس مضمون میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت کتنے آدمی تھے مختلف روایتیں ہیں۔ اور ہر روایت اپنے اپنے موقع پر چسپاں ہے، حتیٰ کہ صحیح بخاری کی روایت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا تھے کوئی ساتھ نہ تھا بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر سے اتر کر آگے بڑھ کر ان پر کنکریاں یا مٹی پھینکی تو سب ہی اس وقت پیچھے رہ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا بڑھے چلے جا رہے تھے۔ لیکن کسی روایت میں بھی یہ نہیں ہے کہ جتنے کسی وقت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے ان کے علاوہ باقی سب ہی بھاگ گئے تھے۔

(۵) **حدثنا** اسحٰق بن منصور حدثنا عبد الرزاق حدثنا جعفر بن سلیمان انبانا ثابت **عن** انس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ فِیْ عُمْرَۃِ الْقَضَاءِ وَابْنُ رَوَاحَۃَ یَمْشِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَھُوَ یَقُوْلُ۔

خَلُّوْا بَنِیْ الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ
اَلْیَوْمَ نَضْرِبْکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ
ضَرْبًا یُزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَقِیْلِہٖ
وَیُذْھِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِہٖ!

فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ یَا ابْنَ رَوَاحَۃَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ حَرَمِ اللّٰہِ تَعَالٰی تَقُوْلُ شِعْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَلِّ عَنْہُ یَا عُمَرُ خَلِّ عَنْہُ یَا عُمَرُ فَلَھِیَ اَسْرَعُ فِیْھِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عبد اللہ بن رواحہ (اپنی گردن میں تلوار ڈالے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے) آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے خلوا ... الخ:۔ اے کافرزادو ہٹو۔ آپ کا راستہ چھوڑو۔ آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ آنے سے روک دینے پر جیسا کہ تم گذشتہ سال کر چکے ہو۔ ہم تم لوگوں کی ایسی خبر لیں گے کہ کھوپڑیوں کو تن سے جدا کر دیں گے اور دوست کو دوست سے بھلا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن رواحہ کو روکا کہ اللہ کے حرم میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شعر پڑھتے جا رہے ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ روکو مت یہ اشعار ان پر اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔

ف:۔ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا۔ لیکن کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موضع حدیبیہ میں روک دیا تھا۔ اس وقت جو شرائط فریقین میں ٹھہرے تھے۔ ان میں یہ بھی تھا کہ سال آئندہ آ کر اپنا عمرہ پورا کر لیں۔ اس معاہدہ کی بنا پر ذیقعدہ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ یہ عمرہ حنفیہ کے نزدیک پہلے عمرہ کی قضا ہے اور اس عمرہ کا نام عمرۃ القضا ہونا بھی حنفیہ ہی کی تائید کرتا ہے۔ بعض ائمہ شافعیہ وغیرہ کا اس میں خلاف ہے اس کی بحث شروع حدیث میں مفصل مذکور ہے اسی سفر میں حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور با عزت و شوکت عمرہ سے فراغت فرما کر حسبِ قرار داد تین دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔ اور پھر مدینہ منورہ کو واپسی ہو گئی۔ حضرت عمر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور حرم کے احترام کی رعایت سے ابن رواحہ کو منع فرمایا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامی اور وقتی مصلحت سے کہ اشعار بھی لسانی جہاد ہے اس کو باقی رکھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت کعبؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ جلّ شانہٗ نے قرآن پاک میں شعر کی مذمت نازل فرمائی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ اور یہ زبانی جہاد بھی ایسا ہی ہے گویا کہ تم تیر برسا رہے ہو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اشعار بھی جہاد کے حکم میں ہیں مگر شرائط اور قواعد کی رعایت جیسا کہ اس جہاد میں ضروری ہے۔ اس میں بھی ہے۔

(۶) **حدثنا** علی بن حجرؒ انبانا شریکؒ عن سماک بن حرب **عن** جابر بن سمرۃ قَالَ جَالَسْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثَرَ مِنْ مِّائَۃِ مَرَّۃٍ وَّکَانَ اَصْحَابُہٗ یَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ وَیَتَذَاکَرُوْنَ اَشْیَاءَ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ وَھُوَ سَاکِتٌ وَّرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَھُمْ۔

(۶) جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سو مجلسوں سے زیادہ بیٹھا ہوں جن میں صحابہؓ اشعار پڑھتے تھے۔ اور جاہلیّت کے زمانے کے قصّے قصائص نقل فرماتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (ان کو روکتے نہیں تھے۔) خاموشی سے سنتے تھے بلکہ کبھی کبھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شرکت فرماتے تھے۔

ف:۔ یعنی ان تذکروں میں کوئی ہنسی کی بات ہوتی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ وہ سکوت اور خاموشی ناراضی یا گرانی سے نہ تھی بلکہ توجہ باطنی کی وجہ سے ہوتی تھی۔ اس لئے کوئی بات ایسی ہوتی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہتا تھا جب وحی نازل ہوتی تو مجھے طلب فرما کر اس کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ ہم لوگ جب دنیا کے تذکرے کرتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا کا تذکرہ فرماتے تھے اور جب ہم آخرت کے متعلق تذکرہ کرتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخرت کا تذکرہ فرماتے۔ جب ہم کھانے کا کوئی تذکرہ کرتے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بھی اسی نوع کا تذکرہ فرماتے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جس نوع کا تذکرہ صحابہ کرام کرتے تھے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ شفقت درافت کی وجہ سے اسی نوع کے تذکرے ان کی دلداری کے لئے فرماتے۔ یہ نہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صرف دین ہی کا تذکرہ ہو اور کوئی تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ آئے۔ کہ ان مختلف انواع کے تذکروں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور موانست بڑھتی تھی اور جب ایک ہی نوع کا ذکر ہر وقت رہے تو بسا اوقات توحش کا سبب بن جاتا ہے۔ بالخصوص اجنبی کے لئے کہ اجانب عموماً دنیاوی اغراض لے کر آتے ہیں اور یہی تذکرے ان کے تعلقات اور موانست کا سبب بن جاتے

(۷) حدثنا علی بن حجر انبانا شریک عن عبد الملک بن عمیر عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَشْعَرُ کَلِمَۃٍ تَکَلَّمَتْ بِہَا الْعَرَبُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ:

(۷) ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ شاعرانِ عرب کے کلام میں بہترین کلمہ لبید کا یہ مقولہ ہے

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ

الا کل شئ ما خلا اللہ باطل

ف :- ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہ حدیث اسی باب کے نمبر۲ پر گذر چکی ہے۔

(۸) حدثنا احمد بن منیع حدثنا مروان بن معاویۃ عن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الطائفی عن عمرو بن الشرید عن ابیہ قَالَ کُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَنْشَدْتُہٗ مِائَۃَ قَافِیَۃٍ مِنْ قَوْلِ اُمَیَّۃَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ کُلَّمَا اَنْشَدْتُہٗ بَیْتًا قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہِیْہِ حَتّٰی اَنْشَدْتُہٗ مِائَۃً یَعْنِیْ بَیْتًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ کَادَ لَیُسْلِمُ۔

(۸) حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امیہ کے سو شعر سنائے۔ ہر شعر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے اور سناؤ۔ اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا اسلام لے آنا بہت ہی قریب تھا۔

ف :- اس کی وجہ پہلے گذر چکی ہے کہ اس کے اشعار میں توحید اعترافِ قیامت وغیرہ امور حقہ ونصائح زیادہ ہوتے تھے۔ یہی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کی تھی! اور

یہی وجہ اس کے قریب عن الاسلام ہونے کی تھی۔ بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس شعر پر تھا۔ ؎

لک الحمد والنعماء والفضل ربنا فلا شئ اعلٰی منک حمدًا ولا مجدا

اے ہمارے رب آپ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں۔ اور آپ ہی کے لئے ملک کی تمام نعمتیں ہیں۔ اور آپ ہی کے لئے سب فضیلتیں ہیں۔ نہ آپ سے زیادہ کوئی تعریف کے قابل ہے۔ نہ آپ سے زیادہ کوئی بڑائی والا ہے۔

(۹) حدثنا اسمٰعیل بن موسٰی الفزاری و علی بن حجر والمعنی واحد قالا انبانا عبد الرحمٰن بن ابی الزناد عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ یُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا یُنَافِحُ اَوْ یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدثنا اسمٰعیل بن موسٰی وعلی بن حجر قالا حدثنا ابن ابی الزناد عن ابیہ عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثلہ

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت کے لئے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے تاکہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت کریں۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کریں یعنی کفار کے الزامات کا جواب دیں۔ یہ شک راوی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے کہ حق تعالٰی جلّ شانہ روح القدس سے حسان کی امداد فرماتے ہیں۔ جب تک کہ وہ دین کی امداد کرتے ہیں۔

ف :- جہاد ہر وقت اور ہر زمانہ میں مختلف انواع سے ہوتا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جہاد سیفی تھا کہ تلوار سے باہم فیصلہ ہو جائے۔ دوسرا جہاد لسانی تھا کہ وقیعۃ اشعار وقصائد پڑھے جائیں اور ان اشعار میں

مقابلے ہوتے تھے۔ اپنے فخر کے واقعات ذکر کئے جاتے تھے، جیسا کہ آج کل مناظروں کا طر
ایک مرتبہ بنو تمیم کا وفد آیا۔ ان کے ساتھ ان کے شاعر اقرع بھی تھے۔ انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مناظرانہ دعوت اشعار اور فخریہ مضامین بیان کرنے کی دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری بعثت نہ تو اشعار کے لئے ہے نہ فخر کے لئے تاہم یہ مناظرہ بھی کر لو اول ان کا مقرر کھڑا ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو حکم فرمایا کہ اس کے جواب میں تقریر کریں اس کے بعد ان کا شاعر کھڑا ہوا جس کے جواب کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ کو حکم فرمایا۔ دونوں مناظروں میں مسلمانوں کو غلبہ رہا اور سب سے اول ان کا شاعر مسلمان ہوا غرض اشعار کا مقابلہ اس وقت کا عام دستور تھا اور یہ اشعار کثرت سے نقل کئے جاتے تھے اور یہ اشعار ان پر مؤثر بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ اسی باب کی پانچویں حدیث میں یہ مضمون گذر چکا ہے۔ مسلم شریف میں بہ روایت حضرت عائشہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وارد ہے کہ ہجو قریش کے لئے تیر برسانے سے زیادہ نافع ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعبؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اشعار کے بارے میں استمزاج کیا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ اس قصہ کی ایک روایت میں ہے کہ واللہ یہ اشعار ان پر ایسے جا کر لگتے ہیں جیسے تیر۔

بَابُ مَا جَاءَ فِی کَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی السَّمَرِ

باب ۳۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام رات کو قِصّہ گوئی میں

ف:۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قصے کہانی نقل فرمائے ہیں ان کا نمونہ دو حدیثیں مصنّفؒ نے اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا الحسن بن صباح البزار حدثنا ابو النضر حدثنا ابو عقیل الثقفی عبد اللہ بن عقیل عن مجالد عن الشعبی عن مسروق

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا ایک عورت نے کہا

عن عائشۃؓ قالت حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ نِسَآءَہٗ حَدِیْثًا فَقَالَتِ امْرَءَۃٌ مِنْھُنَّ کَاَنَّ الْحَدِیْثَ حَدِیْثُ خُرَافَۃَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا خُرَافَۃُ اِنَّ خُرَافَۃَ کَانَ رَجُلًا مِنْ عُذْرَۃَ اَسَرَتْہُ الْجِنُّ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَمَکَثَ فِیْھِمْ دَھْرًا ثُمَّ رَدُّوْہُ اِلَی الْاِنْسِ فَکَانَ یُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَاٰی فِیْھِمْ مِنَ الْاَعَاجِیْبِ فَقَالَ النَّاسُ حَدِیْثُ خُرَافَۃَ۔

قِصّہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا تھا؟ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے ایک عرصہ تک انہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے۔ وہاں کے زمانۂ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔

ف:۔ ممکن ہے کہ اس شخص کا نام کچھ اور ہو اس کے قصوں کو لوگ جھوٹ اور من گھڑت سمجھتے تھے اس لئے وہ شخص خرافہ سے مشہور ہو گیا۔ زمانۂ جاہلیت میں جنات کا نہایت غلبہ اور زور تھا وہ نہایت کثرت سے لوگوں کو ستاتے تھے، لے جاتے تھے ان سے باتیں کرتے تھے عورتوں سے صحبت کرتے تھے۔ جن کے واقعات مشہور ہیں اسلام کے بعد ان کا زور گھٹ گیا حتیٰ کہ بعض لوگ تو اس کے قائل ہو گئے کہ جنات کا وجود پہلے تھا اب ہے ہی نہیں لیکن یہ صحیح نہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ ان کا وہ زور نہیں رہا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف آوری کے وقت کے واقعات اور جنات کی حیرانی پریشانی اور گریہ و نوحہ کے واقعات اس کے شاہد ہیں بخاری شریف میں حضرت عمرؓ نے ایک کاہن کی محبوبہ جنیہ کے حسرت بھرے اشعار اور جنات کی ذلت و نکبت کا حال ذکر کیا ہے۔ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں بہت سے واقعات اس کے ذکر کئے ہیں۔

(۲) حدیث اُمِّ زَرْعٍ۔ حدثنا علی بن حجر قال اخبرنا عیسیٰ بن یونس عن ہشام بن عروۃ عن اخیہ عبد اللہ بن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃؓ قالت جَلَسَتْ اِحْدٰی عَشْرَۃَ امْرَاَۃً فَتَعَاھَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ اَنْ لَّا یَکْتُمْنَ

(۲) حدیث ام زرع:۔ یہ باب مذکور کی دوسری حدیث ہے لیکن چونکہ اس کا قصہ طویل ہے اور نیز مشہور ہے چنانچہ اس پر مستقل تصانیف بھی کی گئی ہیں اس لئے امام ترمذیؒ نے بھی اس کو ذرا ممتاز کر دیا۔ اس حدیث کے نام بھی مختلف ہیں مگر مشہور

مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا فَقَالَتْ۔

نام یہی ہے چونکہ قصہ طویل ہے اس لئے ہر عورت کا قصہ علیحدہ علیحدہ مع اس کے فائدے کے بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کرکے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کردیں، کچھ چھپائیں نہیں۔

ف:۔ ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں۔ اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آتا ہے۔ یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں ان کے ناموں میں بہت اختلاف ہے اس لئے نام حذف کردیئے گئے ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضروریات میں گئے ہوئے تھے یا خالی تھیں دل بہلانے کو باتیں شروع ہوگئیں اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ہر عورت اپنے خاوند کا صحیح صحیح حال بیان کرے

(۱) قَالَتِ الْأُولَى زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ لَا سَهْلٍ فَيُرْتَقَى وَلَا سَمِينٍ فَيُنْتَقَى۔

ت:۔ ایک عورت ان میں سے بولی کہ میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے (گویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی ہی نہیں رہی اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب بھی نہیں ہوتا) اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے سو دقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش کی ہی جائے اور اس کو اختیار کیا ہی جائے۔

ف:۔ مطلب یہ کہ وہ ایک بیکار ہستی ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بدخلق بھی اس درجہ کا ہے کہ اس تک رسائی بھی مشکل ہے نہ ملتے بن پڑے نہ چھوڑتے بن پڑے کسی مصرف کی دوا نہیں ہے محض بیکار ہے اور بدخلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اس تک رسائی بھی مشکل ہے۔

(۲) قَالَتِ الثَّانِيَةُ زَوْجِي لَا أُبِثُّ خَبَرَهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرَهُ إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ۔

(۲) ت:۔ دوسری بولی کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں؟ اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں۔

ف:۔ مقصود یہ ہے کہ میں اس کے عیوب کو گنواؤں تو کہاں تک گنواؤں؟ سراپا عیب ہے کسی میں دو چار عیب ہوں تو ان کو بھی گنوا دے اور جس میں عیوب ہی عیوب ہوں کہاں تک گنوائے کس کس کو جتائے اتنی لمبی داستان ہے کہ سننے والے اکتا جائیں۔ بعض شراح نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے خاوند کی بات کہنے سے انکار کردیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب ہی کچھ کہہ دیا ہے کہ وہ مجسمہ عیوب ہے اس کے عیوب شمار سے باہر ہیں۔

(۳) قَالَتِ الثَّالِثَةُ زَوْجِي الْعَشَنَّقُ إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ۔

(۳) ت:۔ تیسری بولی کہ میرا خاوند لم ڈھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لمبے قد کا آدمی ہے اگر میں کبھی کسی بات پر بول پڑوں تو فوراً طلاق، اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں۔

ف:۔ اس کے زیادہ لمبے ہونے کو یا تو اس لئے ذکر کیا کہ مشہور قول کے موافق یہ بیوقوفی کی علامت ہوتی ہے اور اگلا کلام اس کی بے وقوفی کا بیان ہے یا اس لئے ذکر کیا کہ بدصورت بھی ہے منارہ کی طرح لمبا جو بلا مناسب مٹاپے کے بدنما بھی ہے اور بدخلق بھی ہے کہ اگر کوئی بات بھی زبان سے نکالوں کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں فوراً طلاق دے دے اور چپ رہوں کہ کوئی ضرورت اس پر ظاہر نہ کروں تو خود اسے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے بس یوں ہی ادھر میں لٹکی رہتی ہوں نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہر والی کوئی بات ہی نہیں اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں۔ بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں ہر وقت ایسی رہتی ہوں جیسے کوئی تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار نہ معلوم کب کام تمام ہوجائے۔

(۴) قَالَتِ الرَّابِعَةُ زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ۔

(۴) ت:۔ چوتھی نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا نہ اس سے کسی کا خوف ہے نہ ملال۔

ف:۔ یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے نہ اس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اکتاتی ہے اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتلایا جاتا ہے تہامہ مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ معتدل رہتی ہے خواہ دن میں کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو۔

(۵) قَالَتِ الْخَامِسَةُ: زَوْجِیْ إِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ وَلَا یَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ۔

(۵) ت:- پانچویں نے کہا کہ میرا خاوند جب گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا۔

ف:- اس عورت کا نام کبشہ بتلایا جاتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس نے اپنے خاوند کی مذمت کی یا تعریف کی اس کے کلام سے دونوں نکل سکتی ہیں لیکن ظاہر تعریف ہی معلوم ہوتی ہے۔ بالجملہ اگر اس کو مذمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر چیتے کی طرح سو جاتا ہے نہ بات کا کہنا نہ کام سے غرض باہر جاتا ہے تو اچھا خاصا شریفانہ برتاؤ کرتا ہے گھر میں کچھ مصیبت آجائے اس سے کچھ مطلب نہیں نہ پوچھنا نہ خبر لینا اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی بات میں کرچیں نہیں نکالتا خفا نہیں ہوتا ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے سونے والا ہوتا ہے ہم جو چاہیں کھائیں پئیں وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا نہ ہم سے ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا فلاں بات کیوں ہوئی؟ باہر جاتا ہے تو شیروں کی طرح سے ڈانٹ ڈپٹ خوب ڈھر ٹوکتا ہے گھر میں جو کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء ہوں ان کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی۔ جو چیز گھر میں آگئی گھر والے جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں۔

(۶) قَالَتِ السَّادِسَةُ: زَوْجِیْ إِنْ أَكَلَ لَفَّ وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا یُوْلِجُ الْكَفَّ لِیَعْلَمَ الْبَثَّ۔

(۶) ت:- چھٹی بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے۔

ف:- اس کے کلام میں بھی تعریف اور مذمت دونوں کہی جاتی ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں تعریف زیادہ ظاہر ہے اس کے کلام میں مذمت زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ اگر مدح ہے جیسا کہ بعض شرّاح نے کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھا جاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے ہیں۔ اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو کبھی دودھ ہے کبھی شراب ہے کبھی شربت ہے غرضیکہ سب کچھ پیتا ہے ہر قسم کی چیزیں اس کے دسترخوان پر ہوتی ہیں خرچ کرنے والا ہے کنجوس بخیل نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت

نہیں ہے پانی ہے تو دودھ نہیں ہے جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے دوسروں کی پھٹن میں ہاتھ نہیں ڈالتا یعنی عیبوں کی تفتیش نہیں کرتا، کوتاہیوں کو تلاش کرتا نہیں پھرتا۔ اور اگر مذمت ہے جیسا کہ اکثر کی رائے ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے آئے سب نمٹا دے گھر والوں کو بچے نہ بچے بھینس کی طرح ساری کونڈ ختم کر دے، پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے۔ غیروں اور اجنبیوں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹنا تو درکنار کبھی بدن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا کہ میرے دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی یا سردی کا کچھ پتہ لے۔

(۷) قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِیْ غَیَایَاءُ أَوْ عَیَایَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ۔

(۷) ت:- ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز نامرد اور اتنا بے وقوف کہ بات بھی نہیں کر سکتا دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں ہوگی وہ اس میں موجود ہے۔ اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

(۸) قَالَتِ الثَّامِنَةُ: زَوْجِی الْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ وَالرِّیْحُ رِیْحُ زَرْنَبٍ۔

(۸) ت:- آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔

ف:- اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتلایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے سخت اور بدخو نہیں اس میں لذّت جسمانی اور روحانی دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن ہے لپٹنے کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام نہیں اس کے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے۔ بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ میں اس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے یعنی میرا غالب رہنا اس کے عاجز ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے بلکہ میری محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں۔

(۹) قَالَتِ التَّاسِعَةُ: زَوْجِیْ رَفِیْعُ الْعِمَادِ عَظِیْمُ الرَّمَادِ طَوِیْلُ النِّجَادِ قَرِیْبُ الْبَیْتِ مِنَ النَّادِ۔

(۹) ت:- نویں نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے دراز قد والا ہے اس کا مکان مجلس اور دار المشورہ کے قریب ہے۔

ف:- اس عورت نے اپنے اس کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں۔ اول یہ کہ اس کا گھر اونچا ہے۔

اس سے اگر حقیقت میں بڑی عمارت مراد ہے تب تو اس کی ریاست اور مالدار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے کہ اونچا محل مالدار ہی تیار کرائے گا اور اگر اونچے محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تاکہ پردیسی مسافر دور سے دیکھ کر چلا آئے تو اس صورت میں اس کے شریف کریم سخی ہونے کی تعریف ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب و نسب کے اعتبار سے اونچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے دوسری تعریف اس کی مہمان نوازی کی ہے۔ گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے کثرت سے کھانا پکنے کو، جو مہمان نوازی کے لئے لازم ہے۔ تیسری تعریف اس کے دراز قد کی ہے دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو۔ مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے۔ مجلس سے گھر کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھدار ہے ہر شخص اس سے مشورہ لینے آتا ہے اس لئے گویا اس کا گھر ہر وقت دار المشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ کرنے کے لئے آتا ہی رہتا ہے بندہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ بھی محتمل ہے کہ دار المشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تاکہ مجتمع ہونے والوں کے لئے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے کہ میرا گھر تو دور ہے۔ اس لئے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضعی سامان میں دیر نہ لگے اور اس کی وجہ سے عذر کرنے کی نوبت نہ آئے۔

(۱۰) قَالَتِ الْعَاشِرَةُ زَوْجِيْ مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ لَهٗ إِبِلٌ كَثِيْرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيْلَاتُ الْمَسَارِحِ إِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ۔

(۱۰) ت:۔ دسویں نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے مالک کا کیا حال بیان کروں وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا ان سب تعریفوں سے جو میں بیان کروں گی بہت ہی زیادہ قابلِ تعریف ہے اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں چراگاہ میں چرنے کے لئے کم جاتے ہیں وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آگیا۔

ف:۔ اس عورت کا نام کبشہ بنتِ مالک بتلایا جاتا ہے اس نے اپنے خاوند کی سخاوت کی تعریف کی ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمانی کے وقت ان کے واپس آنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس کے یہاں ہر وقت مہمانداری رہتی ہے اس لئے اس کے اونٹ چرنے نہیں جاتے گھر ہی کھڑے کر کے کھلائے جاتے ہیں تاکہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ذبح کر دئے جائیں۔ باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس کی عادت ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ نظر آتا ہے تو اس کی مسرت میں باجے سے اس کا استقبال کرتا ہے تو اس باجہ کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آگیا کوئی مہمان آیا ہے لیکن عرب کے دستور کے مطابق یہ مطلب اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو وہ شراب کباب گانے بجانے سے اس کی فوری تواضع کرتا ہے اس آواز سے اونٹ سمجھتے ہیں کہ اب عنقریب کھانے کا وقت آیا چاہتا ہے اس کی تیاری کے لئے ہمارے ذبح کا وقت آگیا ہے۔

(۱۱) قَالَتِ الْحَادِيَةُ عَشْرَةَ:۔ زَوْجِيْ أَبُوْ زَرْعٍ وَمَا أَبُوْ زَرْعٍ أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِيْ فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِيْ وَجَدَنِيْ فِيْ أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِيْ فِيْ أَهْلِ صَهِيْلٍ وَأَطِيْطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَهٗ أَقُوْلُ فَلَا أُقَبَّحُ وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ وَأَشْرَبُ فَأَتَقَمَّحُ أُمُّ أَبِيْ زَرْعٍ فَمَا أُمُّ أَبِيْ زَرْعٍ عُكُوْمُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ ابْنُ أَبِيْ زَرْعٍ فَمَا ابْنُ أَبِيْ زَرْعٍ مَضْجَعُهٗ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَتُشْبِعُهٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ أَبِيْ زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ أَبِيْ زَرْعٍ طَوْعُ أَبِيْهَا وَطَوْعُ أُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ أَبِيْ زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ أَبِيْ زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِيْثَنَا تَبْثِيْثًا وَلَا تُنَقِّثُ مِيْرَتَنَا تَنْقِيْثًا وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيْشًا قَالَتْ خَرَجَ أَبُوْ زَرْعٍ وَالْأَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ

(۱۱) ت:۔ گیارھویں عورت ام زرع نے کہا میرا خاوند ابوزرع تھا۔ ابوزرع کی کیا تعریف کروں؟ زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے (اور کھلا کھلا کر چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے مجھے ایسا خوش رکھتا تھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپ کو بھلی لگنے لگی مجھے اس نے ایسے ایک غریب گھرانے سے پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزارہ کرتے تھے اور وہاں سے ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا تھا جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان تھے (یعنی ہر قسم کی ثروت موجود تھی اس سب کے علاوہ اس کی خوش خلقی کہ میری کسی بات پر بھی مجھے برا نہیں کہتا تھا میں دن چڑھے تک سوتے رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابوزرع کی ماں (میری خوش دامن) بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے۔ اس کا مکان نہایت وسیع تھا (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق

تَحْتَ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِيْ فَنَكَحَهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَاَخَذَ خَطِّيًّا وَاَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا وَاَعْطَانِيْ مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَقَالَ كُلِيْ اُمَّ زَرْعٍ وَمِيْرِيْ اَهْلَكِ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ اَعْطَانِيْهِ مَا بَلَغَ اَصْغَرَ اٰنِيَةِ اَبِيْ زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ لَكِ كَاَبِيْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ۔

بخیل بھی نہیں تھی۔ اس لئے مکان کی وسعت سے بہادر کی کثرت مرادلی جاتی ہے) ابوزرع کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ بھی نورٌ علی نور ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) کھنچی ہوئی یا ستی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک بکری کے بچہ کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی (یعنی بہادر کے سونے کے لئے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی۔ سپاہیانہ زندگی ذراسی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا اسی طرح کھانے میں بھی مختصر مگر بہادر کے مناسب گوشت کے دو چار ٹکڑے اس کی غذا تھی

ابوزرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا بات ماں کی تابعدار باپ کی فرمانبردار موٹی تازی سوکن کی جلن تھی یعنی سوکن کو اس کے کمالات سے جلن پیدا ہو عرب میں مرد کے لئے چھریرا ہونا اور عورت کے لئے موٹی تازی ہونا ممدوح شمار کیا جاتا) ابوزرع کی باندی کا بھی کیا کمال بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جاکر نہ کہتی تھی کھانے تک کی چیز بھی بے اجازت خرچ نہ کرتی تھی۔ گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی ہماری یہ حالت تھی کہ لطف سے دن گزر رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جب دودھ کے برتن بلوئے جارہے تھے ابوزرع گھر سے نکلا۔ راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے (چیتے کے ساتھ تشبیہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے یا تو حقیقتاً انار مراد ہیں کہ ان کو لڑھکا کر کھیل رہے تھے یا دو اناروں سے اس عورت کے دونوں پستان مراد ہیں) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کرلیا (طلاق اس لئے دی کہ سوکن ہونے کی وجہ سے اس کو رنج نہ ہو۔ اور اس کی وجہ سے مجھے طلاق دینے سے اس کے دل میں ابوزرع کی وقعت ہوجائے) ایک روایت میں ہے کہ اس سے نکاح کرلیا نکاح کے بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی آخر مجھے طلاق دے دی اس کے بعد میں نے ایک اور شریف آدمی سے نکاح کرلیا جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے۔ اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور

اونٹ گائے بکری وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ اُمِّ زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیج دے لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سُناکر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیساکہ ابوزرع اُمِّ زرع کے واسطے۔

ف:۔ اس کے بعد اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی نے اس پر فرمایا کہ حضرت ابوزرع کی کیا حقیقت۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔ حق تعالیٰ جلّ شانہٗ ہر مسلم زوجین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اس مضمون میں بھی نصیب فرمائیں کہ یہ عفت کا باعث ہوتا ہے آمین۔ بعض علماء نے اس قصہ میں یہ اشکال کیا ہے جن عورتوں نے اپنے خاوندوں کی برائیاں بیان کیں ہیں وہ غیبت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوئی اور اگر خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ کو ارشاد فرمایا تو اشکال اور بھی قوی ہوجاتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے کہ کسی غیر معروف شخص کا حال بیان کرنا جس کو لوگ نہ جانتے ہوں غیبت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ نَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۳۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا ذکر

ف:۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح سوتے تھے سوتے وقت کیا کیا پڑھتے تھے؟ اس باب میں چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبدالرحمٰن بن مهدی انبانا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن عبد الله ابن یزید عن البراء بن عازب اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ

(۱) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آرام فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے

مَضْجَعَهٗ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَقَالَ رَبِّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔ حدثنا محمد بن المثنى انبانا عبد الرحمٰن انبانا اسرائيل عَنْ اَبِىْ اِسْحٰق عن ابى عبيدة عن عبد الله مثله قال يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ۔

رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے رَبِّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اے اللہ مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو۔

ف:۔ حصن حصین میں ہے کہ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام معمول تھا جس کو متعدد حضرات نے سنا۔ حضور صلعم کا معصوم ہونے کے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا یا اظہارِ عبدیت کے لئے ہوتا ہے کہ بندگی کا مقتضٰی مولٰی سے مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کے لئے اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے اور اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آدمی کا دل چونکہ سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے اس لئے دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور استغراق کی اور گہری نیند نہیں آتی بلکہ آدمی چوکنا سوتا ہے اور اگر بائیں کروٹ پر سوتا ہے تو دِل نیچے کی جانب ہوتا ہے اور اس صورت میں گہری نیند آتی ہے اس وجہ سے بعض اطباء نے بائیں جانب سونے کو اچھا بتایا ہے کہ گہری نیند آنے سے ہضم بہتر ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے جس طرف ان کا ذہن نہیں گیا وہ یہ کہ جب دِل نیچے کی جانب ہوگا تو تمام بدن کا زور اس پر پڑے گا اور بدن کا مواد اس پر اثر کرے گا۔ دِل اعضائے رئیسہ میں اہم عضو ہے اس پر مواد کا تھوڑا سا اثر ہونا بھی بہت سے امراض کا سبب ہے اس لئے بائیں کروٹ پر سونے سے اگر طبیّ مصلحت ہے تو ایک طبی مضرت بھی ہے اور مضرت سے بچنا زیادہ اہم ہے اس لئے طبیّ حیثیت سے بھی دائیں کروٹ پر سونا بہتر ہے اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر لیٹنا موت کے بعد قبر میں لیٹنے کی یاد تازہ کرتا ہے۔ اور موت کو یاد کرنے کا حکم بھی ہے اور دینی دنیاوی بہت سے فوائد موت کو یاد رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ آدمی کو چاہیئے کہ ان لذتوں کو ختم کرنے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرے اور حق تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز

کو کیسے بھولے جو بہر حال آنے والی ہے نہ معلوم کب آجائے۔

(۲) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا عبد الرزاق حدثنا سفیان عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی ابن خراش عن حذیفة قال كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔

(۲) حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى پڑھتے تھے یا اللہ تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں۔ اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا (یعنی سو کر اٹھوں گا) اور جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ تمام تعریف اس اللہ جل و علا کے لئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی پاک ذات کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے (یا زندگی کی پریشانیوں میں وہی مرجع ہے۔)

ف:۔ نوم موت کے مشابہ ہوتی ہے اس لئے سونے کو مرنے سے اور جاگنے کو زندگی سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اسی لئے بھی سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹنا چاہیے کہ سونا مرنے کا نمونہ ہے چونکہ نیند موت کے مشابہ تھی اس لئے جاگنے کو دوبارہ زندہ ہونے سے تعبیر کیا۔ علماء نے لکھا کہ سو کر اٹھنے کے بعد یہ بھی سوچنے کی چیز ہے کہ اسی طرح مرنے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے درحقیقت حق تعالٰے جل شانہ نے اس دنیا کو آخرت کی مثال بنایا ہے اور عبرت اور غور کے واسطے ہر قسم کی چیزیں یہاں پیدا فرمائیں دنیا کی ساری زندگی ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ایک آدمی نہایت خوشحال ہے متمول ہے ہر قسم کی راحت کے سامان اس پر موجود ہیں کسی قسم کی اس کو کوئی بھی تکلیف نہیں ہے وہ خواب میں اگر اپنے کو کوڑے کھاتا ہوا دیکھے ہر قسم کی مصیبتوں میں گرفتار دیکھے وہ نہیں سمجھ رہا کہ یہ خواب ہے وہ اس سے پریشان بھی ہے رو بھی رہا ہے لیکن دفعتاً آنکھ کھل جاتی ہے اور سب راحت و آرام مل جاتے ہیں اس خواب کی تکلیف کا ذرا بھی احساس اس کو نہیں رہتا اسی طرح ایک دیندار کا حال سمجھ لو وہ اس دنیا میں جتنی بھی تکالیف اٹھالے وہ خواب ہے اگر آنکھ کھلنے کے بعد اس کو ساری راحتیں میسر ہیں تو اس خواب کا کیا اثر اس پر ہو سکتا ہے اس کے بالمقابل حسرت سے غور کرو اس تہی دست پر جو اس خواب میں ہر قسم کے آرام پا رہا ہے مگر آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل خانہ میں ہے

کوڑے اس پر پڑ رہے ہیں تو اس خواب کی راحت و آرام کو لے کر وہ کیا چاٹ لے گا۔ ایک بامشقت سزا کا قیدی خواب میں اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا ہوا دیکھے لیکن آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل کی اندھیری کوٹھری میں ہے، ہتھکڑی لگی ہوئی ہے تو اس خواب کی بادشاہت سے اس کو کیا ملا۔ اس گر کو صحابہ رضؓ نے سمجھا تھا اس لئے وہ دنیا میں ہر مشقت کو لطف و لذت سے برداشت کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ خواب ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہ، اپنے لطف سے ہم لوگوں کو بھی یہ دولت نصیب فرما دے تو اس کے کرم سے بعید نہیں۔

(۳) حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا المفضّل بن فضالة عن عقیل اُراہ عن الزھری عن عروۃ عن عائشة قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَةٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ فَنَفَثَ فِیْہِمَا وَقَرَءَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِہِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِہٖ یَبْدَاُ بِہِمَا رَاْسَہٗ وَوَجْھَہٗ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِہٖ یَصْنَعُ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شبانہ جب بستر پر لیٹتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو دُعا مانگنے کی طرح ملا کر ان پر دَم فرماتے اور سورۂ اخلاص اور معوّذ تین مرتبہ پڑھ کر تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں جہاں ہاتھ جاتا ہاتھ پھیر لیا کرتے تھے تین مرتبہ ایسے ہی کرتے سر سے ابتداء فرماتے اور پھر منہ اور بدن کا اگلا حصہ پھر بقیہ بدن پر۔

ف:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کے وقت مختلف دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے اور کلام اللہ کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی کوئی سورت سوتے ہوئے پڑھے اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ محافظ اس کے لئے مقرر ہو جاتا ہے جو جاگنے کے وقت تک اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سورتوں کا پڑھنا حدیث بالا میں وارد ہے ان کے علاوہ مسبحات یعنی ان سورتوں کا پڑھنا جو سبّح یسبّح سبحان سے شروع ہوتی ہے وارد ہے نیز الٓمٓ السجدۃ اور تبارک الذی کا ہمیشہ پڑھنا وارد ہے نیز آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی اخیر دو آیتوں کا پڑھنا بھی وارد ہے ایک صحابی کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ سوتے وقت ہمیشہ قل یاایھا الکفرون پڑھ کر سویا کرو ان کے علاوہ بہت سی دعائیں پڑھنا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (فتح الباری)۔

(۴) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مھدی حدثنا سفیٰن عن سلمة بن کھیل عن کریب عن ابن عباس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰی نَفَخَ وَکَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاَتَاہُ بِلَالٌ فَاٰذَنَہٗ بِالصَّلٰوۃِ فَقَامَ وَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْ وَفِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سوئے اور خراٹے لینے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے پس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر تیاری نماز کی اطلاع دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی وضو نہیں کیا۔ اس حدیث میں ایک قصہ بھی ہے۔

ف:۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو نہیں فرمایا اور اس کی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ سونے کی حالت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا وہ جاگتا رہتا ہے اسی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے کہ شیطان کے اثر سے وہ محفوظ ہوتے ہیں وہ قصہ جس کی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنی خالہ کے گھر سونے کے متعلق ہے جو آئندہ باب کی پانچویں حدیث میں مفصّل مذکور ہے اس باب سے اس کو کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس لئے مصنفؒ نے اس کو اختصاراً ترک کر دیا۔

(۵) حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس بن مالکؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ تمام تعریفیں اللہ جل جلالہٗ عم نوالہ کے لئے ہیں جس نے شکم سیر فرمایا اور سیراب کیا اور ہماری مہمات کے لئے خود کفایت فرمائی اور سونے کے لئے ٹھکانہ مرحمت فرمایا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو

نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ کوئی ٹھکانہ دینے والا ہے۔

ف:۔ چونکہ عادت اللہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ جل جلالہ عم نوالہ پر اپنے کاموں کو چھوڑ دیتا ہے حق تعالیٰ جل شانہ بھی اس کے کاموں کو غیب سے پورا فرماتے ہیں۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ جس کا کسی نے ترجمہ کیا ہے ؎

خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مضمون علی وجہ الاتم ہونا ہی چاہیے تھا اس لئے وہاں کفایت بھی علی وجہ الاتم ہوتی تھی اس کے بعد جو شخص جتنا زیادہ بھروسہ اللہ جل شانہ پر کرتا ہے اتنا ہی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس کی اعانت ہوتی ہے۔ متعدد احادیث سے مختلف عنوانات سے یہ مضمون وارد ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس کو فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اس کے ازالہ کی درخواست کرے تو اس کی حاجت پوری نہیں کی جاتی اور اگر اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں اس کو پیش کرے تو بہت جلد اس کو کسی نہ کسی طرح سے اس کی ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدمی کے بچے اگر تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جائے تو میں تیری ضرورتوں کو پورا کروں اور تیرے دل کو غنا سے بھر دوں ورنہ تیرے دل کو تفکرات سے بھر دوں گا اور ضرورتیں پوری نہ ہونے دوں گا جو لوگ دینی کاموں میں مشغول ہونے کے لئے ضروریات سے فراغت کا انتظار دیکھا کرتے ہیں اس سے سبق حاصل کریں کہ ضروریات سے فراغت کا راستہ ہی اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے کاموں میں مشغول ہونا ہے۔ حدیث بالا میں جو دعا نقل کی گئی ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنی حالت میں شکر کرنا ضروری ہے کہ زیادتی انعام کا ذریعہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ اگر تم شکر کرتے رہو گے تو میں اپنے احسانات میں اضافہ کروں گا" اور اس طرف متوجہ فرمایا کہ اپنے سے کمتر کے حالات کی طرف بھی غور کرنا چاہئے تاکہ شکر دل سے نکلے کتنے آدمی دنیا میں ایسے ہیں جنکو کھانا میسر نہیں فاقے کرتے ہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو ٹھکانا نصیب نہیں ہے ٹھکانے گزرتے ہیں اسی طرح سے کوئی حامی مددگار نہیں ہے جو مصائب میں کوئی اعانت کر سکے اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں جس نے یہ سب کچھ عطا فرما رکھا ہے۔

(۶) حدثنا الحسین بن محمد الجریری حدثنا سلیمان بن حرب حدثنا حماد بن سلمۃ عن حمید عن بکر بن عبد اللہ المزنی عن عبد اللہ بن رباح عن ابی قتادۃ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا عَرَّسَ بِلَیْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَیْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَہٗ وَوَضَعَ رَأْسَہٗ عَلٰی کَفِّہٖ۔

(۶) ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (سفر میں رات کو چلنے کے بعد) اگر اخیر شب میں کچھ سویرے کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ لیٹ کر آرام فرماتے اور اگر صبح کے قریب ٹھہرنا ہوتا تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرما لیتے۔

ف:۔ مقصود یہ ہے کہ اگر وقت وسیع ہوتا تو لیٹ کر سو جاتے تھے اور عادت شریفہ دائیں کروٹ پر لیٹنے کی تھی ہی۔ لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو ہاتھ پر ٹیک لگا کر تھوڑی دیر آرام فرما لیتے ایسے وقت میں بالکل لیٹ کر آرام نہ فرماتے تھے کہ نیند گہری آجائے اور نماز فوت ہو جائے بلکہ کہنی پر ٹیک لگا کر سر مبارک کو ہاتھ پر رکھ کر تھوڑا سا آرام کر لیتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ عِبَادَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر!

ف:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت و سکون عبادت ہے ہر کلام و خاموشی ذکر و فکر ہے لیکن مثال کے طور پر شمائل کا جز ہونے کی وجہ سے مصنفؒ نے چند عبادات کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود مغفرت اور مراتب عالیہ کے حصول کا پروانہ ملنے کے باوجود اس مرتبہ پر فائز ہو جانے کے باوجود جہاں تک نہ کوئی ولی اللہ پہنچ سکتا ہے، نہ کوئی نبیؑ پہنچا کس قدر نفلی عبادات کا اہتمام فرماتے تھے اور ہم لوگ جو امتی کہلاتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کتنا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ ہم گناہ گار ہیں سیہ کار ہیں گناہوں کے مقابلے اور تول کے لئے بھی ہم عبادات کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محتاج ہیں پھر ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں جن کا پورا معاوضہ درکنار ان کا کوئی کبھی معاوضہ مل جائے تو بسا غنیمت ہے

اللہ جل شانہ کے یہاں ہر عبادت کا وزن اور اس کی قیمت اخلاص پر مبنی ہے جس درجہ کا اخلاص ہو گا اسی درجہ کا عبادت میں وزن ہو گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے اس نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے کسی کے لئے نواں اسی طرح آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے (ابوداؤد) اور دسواں بھی مثال کے طور پر ارشاد ہے ورنہ اس سے بھی کم ہوتا ہے دوسری حدیث میں ارشاد کہ قیامت میں سب سے اوّل نماز کا حساب ہو گا۔ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو پوری ہے یا ناقص ہے اگر وہ پوری ہو گی تو جائز میں پوری لکھ دی جائے گی اور ناقص ہو گی تو ارشاد ہو گا کہ دیکھو اس کے لئے کچھ نوافل بھی ہیں یا نہیں اگر نوافل ہوتی ہے تو ان سے فرائض کی تکمیل کر دی جاتی ہے اس کے بعد پھر اسی طرح دوسری عبادات زکوٰۃ وغیرہ کا محاسبہ ہوتا ہے (ابوداؤد) ہم لوگوں کے فرائض جیسے ادا ہوتے ہیں وہ ہمیں بھی معلوم ہیں ایسی صورت میں کیا ضروری نہیں کہ نفلی عبادات نماز کے قبیل سے ہوں یا صدقات کے یا اور دوسری عبادات کے نہایت کثرت و اہتمام اور اخلاص سے کی جائیں عدالت میں پیشی کا وقت نہایت سخت ہے اور ہمارے اعمال کے دو نگران ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ آدمی کے بدن کا ہر جزء اس عملِ نیک یا بد کی گواہی دینے والا ہے جو اس سے صادر ہوتے ہیں اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انگلیوں پر کلمہ طیبہ اور تسبیحات کو گِنا کرو کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے بھی محاسبہ ہو گا کہ اپنے اپنے اعمال بتائیں اور ان کو گویائی عطا کی جائے گی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان کہ آپ کا نمونہ ہر چیز میں ہمارے سامنے ہے۔ اس باب میں ۲۴ حدیثیں ہیں۔

(۱) حدثنا قتیبۃ بن سعید وبشر بن معاذ قالا حدثنا ابو عوانۃ عن زیاد بن علاقۃ عن المغیرۃ بن شعبۃ قال صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی انْتَفَخَتْ قَدَمَاہُ فَقِیْلَ لَہٗ اَتَتَکَلَّفُ ھٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ

(۱) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدمِ مبارک ورم کر گئے تھے صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کے اوّل و آخر سب گناہ بخش دیئے ہیں

مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حق

جل شانہ نے مجھ پر اتنا انعام فرمایا) تو کیا میں اس کا شکر ادا نہ کروں؟

ف ۱۔ سائل کی غرض بظاہر یہ تھی کہ کثرتِ عبادت معاصی کے کفارہ کے لئے ہوتی ہے جب آپ معصوم ہیں آپ سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا پھر آپ کو اس درجہ مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب فرمادیا کہ عبادت کی یہی ایک غرض نہیں ہوتی بلکہ مختلف وجوہ سے ہوتی ہے اور جب اللہ جل شانہ نے میرے سارے گناہ معاف فرما دیئے تو اس کا مقتضا تو یہی ہے کہ میں اس کے احسان کے شکر میں کثرت سے عبادت کروں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عبادت کبھی جنت وغیرہ کی رغبت کی وجہ سے ہوتی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے اور عبادت سے خریداری مقصود ہے۔ یہاں قیمت ادا کی جا رہی ہے وہاں مال مل جائے گا اور کبھی عبادت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف کی وجہ سے کام کرتے ہیں جیسا کہ نوکروں کا عام دستور ہوتا ہے۔ ایک وہ عبادت ہے جو بلا رغبت و بلا خوف محض اللہ کے انعامات کے شکر میں ہو۔ یہ احرار کی عبادت ہے حدیث بالا میں گزرا ہے کہ حق تعالیٰ جلّ شانہ نے آپ کے سب گناہ معاف فرما دیئے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ گناہ تو آپ کے صادر ہوئے لیکن حق تعالیٰ شانہ نے معاف فرما دیئے حالانکہ انبیاء علیہم الصَّلٰوۃ والسّلام معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا اس کے بہت سے جواب علماء نے مرحمت فرمائے ہیں جو اپنے موقعوں پر درج ہیں بالخصوص سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا کی تفسیر میں مختلف جواب نقل کئے گئے ہیں، بندہ کے نزدیک سہل یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیک لوگوں کی خوبیاں مقربین کے لئے گناہ بن جاتے ہیں) ہر شخص کے گناہ اس درجہ کے مناسب ہوتے ہیں۔ آپ کے درجہ اور رتبہ کے مناسب جو کوتاہیاں شمار کی گئیں وہ ایسے امور ہیں جو ہمارے لئے عین طاعت ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کافر سرداروں کے اسلام لانے کی توقع اور امید میں ان سے گفتگو فرما رہے تھے جو عین دین تھا اس وقت ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ نے آ کر کچھ بات کی جس کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی وجہ سے ان کا درمیان میں دخل دینا گراں ہوا۔ اس پر سورۂ عبس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تنبیہ ہوئی اسی طرح جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت اور رحمت کی وجہ سے اس توقع پر کہ مسلمان ہو جائیں یا ان کی نسل سے مسلمان پیدا ہوں فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا تو قرآن پاک میں اس پر تنبیہ ہوئی

غرض اس نوع کے واقعات ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علوِ شان کے لحاظ سے وہ تقصیر شمار کئے گئے۔

(۲) حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث حدثنا الفضل بن موسٰی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حتی ترم قدماہ قال فقیل لہ تفعل ھذا وقد جاءک ان اللہ تعالٰی قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر قال افلا اکون عبدا شکورا۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا کسی نے عرض کیا کہ آپ پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے پھر آپ اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

ف۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بھی اس شکریہ کے بارے میں ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات سنائیں، انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی کہ جو عجیب ترین نہ تھی، اس کے بعد فرمانے لگیں ایک رات کا قصہ ہے کہ سونے کے لئے مکان پر تشریف لائے اور میرے پاس میرے لحاف میں لیٹ گئے لیٹتے ہی تھوڑی سی دیر میں فرمایا کہ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر کھڑے ہو گئے۔ وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ سینہ مبارک تک آنسو بہہ کر آنے لگے اس کے بعد رکوع کیا اس میں بھی روتے رہے پھر سجدہ کیا اس میں بھی روتے رہے پھر سجدہ سے اٹھے اور روتے رہے غرض صبح تک یہی کیفیت رہی حتی کہ بلالؓ صبح کی نماز کے لئے بلانے کو آ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ اللہ جل شانہ نے تو آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے، آپ نے فرمایا کہ میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اس کے بعد سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی آیت تلاوت فرمائی۔

(۳) حدثنا عیسٰی بن عثمان بن عیسٰی بن عبد الرحمٰن الرملی حدثنی عمی یحیٰی بن عیسٰی

(۳) نیز ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز اتنی طویل

الرملی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقوم یصلی حتی ینتفخ قدماہ فیقال لہ یا رسول اللہ تفعل ھذا وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر قال افلا اکون عبدا شکورا۔

پڑھتے کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر آتے، آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ اتنی طویل نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

ف۱۔ امام ترمذی نے اہتمام کی وجہ سے تین طریقوں سے اس مضمون کو ذکر کیا ان روایات پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طریقوں سے طاقت سے زیادہ مجاہدات اور عبادات کی ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن حق یہ ہے کہ آدمی صرف عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے حق تعالٰی شانہ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا کہ میں نے جن وانس کو صرف اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں جب یہی اصل مقصد پیدائش کا ہے تو اس میں جتنا بھی اضافہ اور اہتمام اور زیادتی ہوگی وہ ممدوح اور پسندیدہ ہوگی البتہ بعد زیادتی کی ممانعت جہاں جہاں وارد ہوئی ہے وہ عوارض کی وجہ سے ہے جہاں کوئی عارض اور مانع پیش آ جائے گا وہاں غیر مستحسن ہو جائے گی۔ منجملہ ان عوارض کے اکتا جانا اور گھبرا کر بالکل ترک کر دینا ہے مثل مشہور ہے کہ نہ بھاگ کر چلنا نہ اکھڑ کر گرنا۔ احادیث منع میں اس طرف اشارہ ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال اس قدر کرو جتنے کا تحمل ہو سکے۔ اللہ جل شانہ، ثواب عطا کرنے سے دریغ نہیں فرماتے جب تک کہ تم عمل سے نہ اکتا جاؤ اسی لئے علماء مجاہدات کی زیادتی سے روکتے ہیں کہ مبادا اکتا کر بالکل ہی ترک ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بہت بلند تھی وہاں اکتا جانے کا کیا احتمال پیدا ہو سکتا ہے؟ جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور کیوں نہ ہوتی جبکہ نماز اللہ کے ساتھ راز و نیاز ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مخلص بندے کے لئے آقا کے ساتھ سرگوشی میں جتنی بھی لذت ہو قرین قیاس ہے۔ اکتاوے وہ جو اس لذت سے محروم ہے اسی طرح دوسرا مانع جو احادیث میں وارد ہوا ہے حقوق لازمہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہے کہ مجاہدات کی کثرت سے ضعف پیدا ہو کر حقوق میں کوتاہی ہوگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں یہ سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ جو قدسی ذات ان مجاہدات

اور تقلیل طعام وغیرہ پر بھی ایک دفعہ میں نو بیبیوں سے صحبت کر سکتا ہو وہاں ضعف کا کیا سوال ؟ اسی طرح دیگر عوارض کا حال ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں منتفی تھے اس لئے ان جیسی روایات پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

(۴) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق عن الاسود بن يزيد قال سَألْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَاِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ اَوْتَرَ ثُمَّ اَتٰى فِرَاشَهٗ فَاِذَا كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اَلَمَّ بِاَهْلِهٖ فَاِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَثَبَ فَاِنْ كَانَ جُنُبًا اَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ وَاِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

(۴) اسودؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز یعنی تہجد اور وتر کے متعلق استفسار کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (عشاء کی نماز کے بعد) شب کے نصف اول میں استراحت فرماتے تھے اس کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ اخیر شب ہو جاتی تب وتر پڑھتے اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لے آتے۔ اگر رغبت ہوتی تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے یعنی صحبت کرتے پھر صبح کی اذان کے بعد فوراً اُٹھ کر اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

ف اطباء کے نزدیک بھی صحبت کے لئے بہترین وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے نیز سو کر اُٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے۔ اول شب میں پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں صحبت مضر ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتدال کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب طبی مصالح ہیں شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اوّل شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے۔ البتہ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو وہ اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔

(۵) **حدثنا** قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس ح وحدثنا اسحٰق بن موسى الانصاري حدثنا معن عن مالك عن مخرمة بن سليمان عن كريب عن ابن عباس اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِيْلٍ فَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِيْمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِي الْيُمْنٰى فَفَتَلَهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ مَعْنٌ سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات (لڑکپن میں) اپنی خالہ حضرت میمونہ (ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے یہاں سویا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل تکیہ کے طولانی حصہ پر سر رکھے ہوئے تھے اور میں تکیہ کے چوڑان پر سر رکھے ہوئے تھا (قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے بجائے تکیہ کے بستر کا ترجمہ فرمایا ہے لیکن جب کہ الفاظ کا اصل ترجمہ تکیہ ہی ہے اور تکیہ مراد لینے میں کوئی بُعد بھی نہیں تو پھر بستر مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ مثلاً تکیہ لمبائی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ گئے اور ابن عباس تکیہ کے چوڑان پر سر رکھ کر یعنی قبلہ کی طرف سر رکھ کر لیٹ گئے ہوں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی اہل سے تھوڑی باتیں فرمانے کے بعد) سو گئے اور تقریباً نصف رات ہونے پر یا اس سے کچھ پہلے بیدار ہوئے اور اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار کو دور فرمانے لگے اور پھر سورہ آل عمران کے اخیر رکوع اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کو تلاوت فرمایا (علماء کہتے ہیں کہ جاگنے کے بعد تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ لینا چاہئے کہ اس سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور ان آیات کا پڑھنا مستحب ہے) اس کے بعد مشکیزہ کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا لٹک رہا تھا تشریف لے گئے اور اس سے (برتن میں پانی لے کر) وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں بھی وضو کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (بائیں جانب) برابر کھڑا ہو گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس لئے کہ مقتدی کو دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے) میرے سر پر دست مبارک رکھ کر میرا کان مروڑا (تنبیہ کے لئے ایسا کیا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ میں اونگھنے لگا تو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑا، ایک روایت میں ہے کہ کان پکڑ کر دائیں جانب کو کھینچا تاکہ سنّت کے موافق امام کے دائیں جانب کھڑے ہو جائیں پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوؔ دوؔ رکعت پڑھتے رہے۔ معنؓ جو اس روایت کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ چھ مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت پڑھی (گویا بارہ رکعت ہو گئیں۔ ملّا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تہجد کی بارہ رکعتیں ہیں) پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے جب نماز کے لئے جب بلالؓ بلانے آئے تو دوؔ رکعت سنت مختصر قرأت سے پڑھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے گئے

ف :۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد کی مختلف رکعات نقل کی گئی ہیں جو مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں کہ وقت میں گنجائش زیادہ ہوئی تو زیادہ پڑھ لیں ورنہ کم پڑھ لیں۔ کوئی خاص تحدید تہجد کی رکعات میں ایسی نہیں ہے جس سے کم و بیش زیادہ نہ ہوں۔ بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود وسیع وقت ہونے کے بھی رکعات کم پڑھتے تھے البتہ ان میں قرآن پاک کی تلاوت زیادہ مقدار میں فرماتے تھے۔ جیسا کہ اسی باب کی مختلف احادیث میں یہ مضامین آ رہے ہیں۔

(۶) حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء حدثنا وکیع عن شعبۃ عن ابی جمرۃ عن ابن عباس قال کان النبیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً ۔

(۶) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تہجد (مع وتر کبھی) تیرہؔ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

ف :۔ یعنی دس رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ بعض علماء نے ان میں صبح کی دو سنتیں شمار کی ہیں اس صورت میں آٹھ رکعت تہجد کی ہوئیں۔

(۷) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا ابو عوانۃ عن قتادۃ عن زرارۃ بن اوفی عن سعید بن ہشام عن عائشۃ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا لَمْ یُصَلِّ بِاللَّیْلِ مَنَعَہٗ مِنْ ذٰلِکَ النَّوْمُ اَوْغَلَبَتْہُ عَیْنَاہُ صَلّٰی مِنَ النَّہَارِ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً ۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی عارض کی وجہ سے رات کو تہجد نہیں پڑھ سکتے تھے تو دن میں چاشت کے وقت بارہؔ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔

ف :۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض تھا تو قضا ظاہر ہے اور اگر فرض نہیں تھا تب بیان افضلیت کے لئے قضا فرماتے تھے۔ مسلم شریف میں حضرت عمرؓ کی روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی وارد ہے کہ جو شخص اپنا ورد اور معمول رات کو پورا نہ کر سکے اس کو چاہئے کہ صبح سے لے کر دوپہر تک کسی وقت پورا کر لے۔ یہ ایسا ہی ہے گویا رات ہی کو پورا کر لیا۔ اسی سے مشائخ سلوک کا یہ معمول ماخوذ ہے کہ ذکر وغیرہ اگر رات کو پورا نہ ہو سکے تو صبح کے وقت اس کو پورا کر لے۔ وقت گزر جانے کی وجہ سے بالکل ترک نہ کر دے کہ پھر نفس اس کا عادی ہو جاتا ہے۔

(۸) حدثنا محمد بن العلاء حدثنا ابو اسامۃ عن ہشام یعنی ابن حسان عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَفْتَتِحْ صَلٰوتَہٗ بِرَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ۔

(۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب رات کو تہجد کے لئے اٹھو تو شروع میں اوّل دو مختصر رکعتیں پڑھ لو۔

ف :۔ تاکہ شروع ہی سے طویل رکعتیں شروع کرنے سے تکان نہ ہو جائے بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضوء ہوتی تھیں اور تحیۃ الوضو کا مختصر پڑھنا اولیٰ ہے اس لئے ان کو مختصر پڑھنے کا ارشاد ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مختصر پڑھتے تھے، حافظ ابنِ حجر نے شرح بخاری میں ایک لطیف بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اس کے بالوں میں تین گرہیں جادوگر کی طرح سے لگاتا ہے جن میں یہ افسوں ہوتا ہے کہ ابھی تو رات بہت ہے اور سوتا رہوں جب آدمی اُٹھ کر اللہ کا پاک نام لیتا ہے یعنی کوئی دعا وغیرہ پڑھتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھلتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ کھلتی ہے چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری گرہ نماز پڑھنے پر کھلتی ہے اس لئے دو رکعت مختصر طور پر پڑھنے کا حکم ہے تاکہ وہ تیسری گرہ بھی کھل جائے اور پھر ساری نماز شیطان کے اثر سے محفوظ ہونے کے بعد پڑھی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تسلط سے محفوظ تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول امت کی تعلیم کے لحاظ سے ایسے امور کی رعایت

فرمانے کا تھا جن کی امت کو احتیاج ہو اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بسا اوقات ان مختصر رکعتوں کو پڑھتے تھے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔

(۹) حدثنا قتیبۃ بن سعید عن مالک بن انس ح وحدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر عن ابیہ ان عبد اللہ بن قیس بن مخرمۃ اخبرہ عن زید بن خالد الجہنی انہ قال لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَہٗ اَوْ فُسْطَاطَہٗ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ طَوِیْلَتَیْنِ طَوِیْلَتَیْنِ طَوِیْلَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَھُمَا دُوْنَ اللَّتَیْنِ قَبْلَھُمَا ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَھُمَا دُوْنَ اللَّتَیْنِ قَبْلَھُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِکَ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً۔

(۹) حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن یہ ارادہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو آج غور سے دیکھوں گا۔ میں آپؐ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ گیا (تاکہ غور سے دیکھتا رہوں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دو۲ مختصر رکعتیں پڑھیں اس کے بعد طویل طویل طویل دو۲ دو۲ رکعتیں پڑھیں (تین دفعہ طول کا لفظ اس کی زیادتی طول بیان کرنے کے لئے فرمایا) پھر ان سے مختصر دو۲ رکعتیں پڑھیں پھر ان سے بھی مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھا یہ سب تیرہ۱۳ رکعتیں ہوئیں۔

ف :- جو لوگ وتر کی ایک رکعت ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک چھ مرتبہ دو۲ دو۲ رکعتیں نوافل اور ایک رکعت وتر کل تیرہ رکعتیں ہوئیں اور جن کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں ان کے نزدیک کل پندرہ رکعتیں ہوئیں تیرہ۱۳ رکعتیں فرمانا اس بناء پر ہے کہ تحیۃ الوضوء شروع کی دو۲ رکعت اس میں شمار نہیں کی گئی بعض روایتوں میں پھر ان سے مختصر دو۲ رکعت پڑھیں یہ لفظ بجائے ۴ مرتبہ کے ۲ مرتبہ ہیں اس صورت میں تحیۃ الوضوء کی دو۲ خفیف رکعتیں جو شروع میں وارد ہوئی ہیں ان کے باوجود دس۱۰ رکعت نوافل ہوتی ہیں۔ ایسے حالات میں لامحالا وتر کو تین ہی رکعت ماننا پڑے گا ایک رکعت ماننے کی صورت میں تیرہ۱۳ رکعت کا عدد پورا نہ ہوگا۔ اس حدیث میں ایک لفظ گذرا ہے کہ آپؐ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر یہ کسی راوی کو شک ہے کہ استاد نے مکان کی چوکھٹ کہا تھا یا خیمہ کی اور یہ حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ غایت احتیاط ہوتی ہے کہ جس لفظ میں ان کو ذرا سا بھی تردد ہوا کرتا ہے اس کو ظاہر فرما دیا کرتے ہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ خیمہ کی چوکھٹ مراد

ہے اور یہ قصہ کسی سفر کا ہے اس لئے کہ مدینہ طیبہ کے قیام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نو۹ ازواج کے مکان میں آرام فرمانے کا تھا وہاں کوئی سی بیوی پاس ہوتی تھیں اس لئے حضرت خالدؓ کو دیکھنے کا موقعہ نہ مل سکتا تھا سفر میں یہ صورت کہ خیمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا آرام فرما رہے ہوں بیبیوں میں سے کوئی ساتھ نہ ہوں قرین قیاس ہے اس لئے یہی اقرب ہے اکثر علماء نے اس قصہ کو سفر ہی کا تجویز فرمایا ہے۔

(۱۰) حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ اخبرہ انہ سَاَلَ عَائِشَۃَ کَیْفَ کَانَ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَزِیْدَ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا لَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلٰثًا قَالَتْ عَائِشَۃُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ یَا عَائِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔

(۱۰) ابو سلمہؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (گویا آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر چنانچہ خود اس کی تفصیل فرماتی ہیں) کہ اول چار رکعت پڑھتے تھے یہ نہ پوچھ کہ وہ کتنی طویل ہوتی تھیں اور کس عمدگی کے ساتھ بہترین حالت یعنی خشوع وخضوع سے پڑھی جاتی تھیں۔ اسی طرح پھر چار رکعت اور پڑھتے ان کی بھی لمبائی اور عمدگی کا حال کچھ نہ پوچھ۔ پھر تین رکعات پڑھتے تھے یعنی وتر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ ان کے قلوب جاگتے رہتے ہیں۔)

ف :- اس حدیث میں چند ضروری مباحث ہیں جن میں سے دو ذکر کئے جاتے ہیں اول تو یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی گیارہ رکعت سے زیادہ کی نفی فرماتی ہیں۔ حالانکہ حضرت ابن عباسؓ زید بن خالدؓ وغیرہ وغیرہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات سے تیرہ ثابت ہیں بلکہ بعض روایات میں تیرہ سے بھی زیادہ وارد ہوئی ہیں چنانچہ

ابوداؤد میں خود حضرت عائشہ رضؓ نے عبداللہ رضؓ بن ابی قیس کے سوال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز کی رکعات یہ گنوائی ہیں کہ چار اور تین چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین تیرہ جو ہوتی ہیں حتیٰ کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی تیرہ رکعتیں نقل کی گئی ہیں چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور موطاء امام مالکؒ کی روایت ہے عَنْ عائشۃ قَالَتْ کَانَ رَسولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یُصَلِّی باللیل ثَلٰثَ عشرۃ رکعۃ ثم یُصَلِّی اذا سمع النداء للصبح برکعتین خفیفتین. یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس کے بعد صبح کی اذان پر دو رکعت صبح کی سنتیں پڑھتے تھے۔ بعض علماء نے تو اس اختلاف کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ حضرت عائشہ رضؓ کی روایتیں تہجد کی رکعات کے بارے میں مضطرب ہیں یعنی ضعیف ہیں لیکن مضطرب کہنے کی ضرورت نہیں ہے اس میں کیا اشکال ہے کہ گیارہ رکعات اکثر اوقات اور عام معمول کے اعتبار سے ہوں اور کبھی کبھی ان سے کم و بیش بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہوں جیسا کہ دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ بعض لوگ اس حدیث سے یہ بھی مسئلہ نکالتے ہیں کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں حالانکہ اس روایت سے تہجد کا صرف آٹھ رکعت ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے چہ جائیکہ تراویح۔ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں صلوٰۃ اللیل کے لفظی معنی رات کی نماز کے ہیں لیکن اس سے مراد قرینہ سے تہجد کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے اگر رات کی ہر نماز مراد لی جائے تو تراویح کے ساتھ مغرب اور عشاء کے فرض اور ان کی سنتیں سب ہی خارج ہو جائیں گی جن کو کوئی بھی نکال نہیں سکتا۔ غرض اس حدیث میں صرف تہجد کا ذکر ہے وہی پوچھنا مقصود ہے اس کا حضرت عائشہ رضؓ نے جواب مرحمت فرمایا اور بظاہر پوچھنے کی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ رمضان المبارک میں زیادتی عبادت کی تھی جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے اس لئے ابوسلمہ کو خیال ہوا کہ شاید تہجد کے عدد رکعات میں بھی کچھ اضافہ فرماتے ہوں اس لئے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے ان کی نفی فرما دی ورنہ خود حضرت عائشہ رضؓ کا بھی یہ مقصود نہیں کہ تراویح تو درکنار تہجد کی رکعات بھی گیارہ سے زیادہ کبھی نہیں ہوتی تھیں اس لئے کہ تیرہ رکعات تک خود حضرت عائشہ رضؓ سے ثابت ہو چکا ہے۔ تراویح کے بارے

میں حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مفصل رسالہ الرای النجیح اردو میں شائع شدہ ہے جس کا دل چاہے اسے دیکھ لے مختصر امر یہ ہے کہ احادیث میں تہجد کو صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تراویح کو قیامِ رمضان (رمضان کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ دونوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ متعدد علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قیام رمضان سے تراویح نماز مراد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامِ رمضان کا بہت اہتمام تھا متعدد احادیث میں قولاً اور فعلاً اس کی اہمیت وارد ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ قیامِ رمضان کرے۔ اس نے جتنے بھی گناہ کئے ہیں تمام معاف ہو جاتے ہیں (علماء کے نزدیک صغائر مراد ہیں) حضرت ابوہریرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کا وجوبی حکم تو نہ فرماتے تھے البتہ ترغیب دیا کرتے تھے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بڑی لمبی جماعت کے ساتھ اس نماز کو پڑھتے تھے اور ہمیشہ نہ پڑھنے کا عذر یہ فرماتے تھے کہ مجھے اس کے فرض ہو جانے کا اندیشہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ پڑھنے سے فرض ہو جانا کئی وجوہ سے محتمل تھا البتہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین متفرق طور پر کچھ تنہا اور کچھ جماعت میں پڑھتے تھے جو تقریباً نصف رات تک پڑھتے تھے اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان متفرق جماعتوں اور علیحدہ پڑھنے والوں کو ایک امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم فرما دیا کہ انتشار نہ ہو۔ سائب رضؓ کہتے ہیں کہ امام عموماً ہر رکعت میں سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھتے تھے ہم لوگ کھڑے کھڑے تکان کی وجہ سے کسی چیز پر سہارا لگاتے تھے اور سحر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔ بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ تراویح کے مسنون ہونے پر اہلِ سنت والجماعت کا اجماع ہے اور اہلِ قبلہ میں سے روافض کے سوا کوئی فرقہ بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سب حضرات کے فقہ کے کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ تراویح کی بیس رکعات سنت موکدہ ہیں۔ البتہ امام مالک کے نزدیک مشہور قول کے موافق چھتیس رکعتیں ہیں۔ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب "مغنی" میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک راجح قول بیس رکعت کا ہے اور یہی مذہب ہے سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ کا۔ البتہ امام مالک کے نزدیک چھتیس رکعات ہیں۔ امام مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ میرے پاس بادشاہ کا قاصد آیا کہ تراویح کی رکعات میں

تخفیف کی اجازت دے دی جائے میں نے انکار کر دیا امام مالک کے شاگرد کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں انتالیس رکعات پڑھی جاتی تھیں یعنی چھتیس تراویح اور تین وتر اوجز میں یہ بحث مفصل ہے میرے اساتذہ کا ارشاد ہے کہ مدینہ میں چھتیس رکعات جو پڑھی جاتی تھیں ان میں بیس تراویح ہوتی تھیں لیکن ہر ترویحہ میں اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعات پڑھے اس لئے وہ حضرات ہر ترویحہ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے تھے اس لئے یہ سولہ رکعات چار درمیانی ترویحوں کی بڑھ گئیں۔ بہر حال یہ مالکیہ کا مذہب ہے بقیہ تینوں اماموں کے نزدیک راجح قول بیس رکعات ہی کا ہے۔

(۱۱) حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حدثنا ابن ابى عمر حدثنا معن عن مالك عن ابن شهاب نحوه ح وحدثنا قتيبة عن مالك عن ابن شهاب نحوه۔

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے جس میں ایک رکعت وتر ہوتی تھی۔ جب آپؐ اس سے فارغ ہوتے تو اپنی دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔

ف ۱- یہ حدیث خود اس پہلی حدیث کے خلاف ہے جس میں آٹھ رکعت کا بیان تھا اسی وجہ سے بعض علماء نے حضرت عائشہؓ کی روایت میں کلام کیا ہے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ البتہ توجیہ کے درجہ میں اس اختلاف روایات کو اختلاف اوقات پر محمول کیا جاسکتا ہے گا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اور گاہے کم و بیش۔ دوسرا مسئلہ وتر کی ایک رکعت کا ہے۔ وتر کے بارے میں چند اختلافات ہیں سب سے اول اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک وہ واجب ہے بعض دیگر ائمہ کے نزدیک مستحب ہے حدیث چونکہ اس سے ساکت ہے اس لئے اس بحث کو چھوڑ دیا گیا دوسرا اختلاف اس کی رکعات میں ہے حنفیہ کے نزدیک تین رکعتیں حتمی ایک سلام سے ہیں دوسرے بعض اماموں کے نزدیک ایک ایک رکعت ہے ان میں بھی اختلاف ہے بعض صرف ایک رکعت فرماتے ہیں اور بعض ائمہ ایک رکعت کے ساتھ اس سے پہلے دو رکعت علیحدہ سلام کے ساتھ واجب بتاتے ہیں احادیث میں مختلف روایات اس

بارے میں وارد ہوئی ہیں جن کی ترجیح میں ائمہ میں اختلاف ہوا۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا حنفیہ اپنے مسلک میں چند احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) عبداللہ بن ابی قیسؓ کی وہ روایت جو ابوداؤد وغیرہ نے ذکر کی ہے گذشتہ حدیث کی بحث اول میں گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین دس اور تین رکعتیں ذکر فرمائی اس تفصیل کے ساتھ ذکر کرنا اور تین رکعت کو ہر جگہ بلا کم و زیادہ علیحدہ ذکر کرنا اس پر صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی ایسی نماز ہے جس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی تھی یہ تین ہی رکعتیں رہتی تھیں ورنہ حضرت عائشہ سات، نو، گیارہ فرماتیں۔ چار اور تین چھ اور تین وغیرہ کیوں فرماتیں۔

۲- ملا علی قاری نے حنفیہ کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ تین رکعات وتر جائز اور مستحسن ہیں اور اس سے کم میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمع علیہ قول اولٰی ہے مختلف فیہ سے حسن بصریؒ جو مشہور محدثین اور اکابر صوفیہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عمر ثانی نے علمائے مدینہ سے تحقیق کے بعد یہ حکم نافذ کر دیا تھا کہ وتر تین رکعات پڑھی جائیں۔ حضرت حسنؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وتر کی تین رکعات میں دو پر سلام پھیرتے ہیں اور تیسری رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ان کے باپ حضرت عمرؓ تینوں رکعات ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے اور وہ ابن عمرؓ سے زیادہ عالم تھے۔

۳- احادیث میں ایک رکعت پڑھنے کی ممانعت آئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت سعدؓ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی اس کے علاوہ اور بہت سے طریقوں سے حنفیہ استدلال فرماتے ہیں علماء نے اس بارے میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ اس رسالہ میں فقہی مسائل سے بحث نہیں کی گئی بقدر ضرورت مختصر اشارے کر دیئے گئے۔

(۱۲) حدثنا هناد حدثنا ابو الاحوص عن الاعمش (۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی ایک

عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت کانَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ
تِسْعَ رَكَعَاتٍ حدثنا محمود بن غیلان حدثنا
یحییٰ بن آدم حدثنا سفیان الثوری عن الاعمش نحوہ۔

روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم رات کو نو۹ رکعات پڑھتے
تھے۔

ف ا۔ حنفیہ کے نزدیک چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر چنانچہ عبداللہ بن ابی قیسؓ کی روایت میں خود حضرت عائشہؓ نے چھ اور تین فرمایا۔

(۱۳) حدثنا محمد بن المثنیٰ حدثنا محمد بن جعفر
حدثنا شعبة عن عمرو بن مُرَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ رَجُلٍ
مِنَ الْأَنْصَارِ عن رجل من بنی عبس عن حذیفة بن
الیمان أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ
ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ
قَالَ ثُمَّ قَرَأَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهُ
نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ
رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوْعِهِ
وَكَانَ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ
سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ
يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى
ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَانَ مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ
نَحْوًا مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ
رَبِّ اغْفِرْ لِيْ حَتّٰى قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ
وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ أَوِ الْأَنْعَامَ شُعْبَةُ الَّذِيْ
شَكَّ فِي الْمَائِدَةِ وَالْأَنْعَامِ قال ابو عیسیٰ

(۱۳) حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے
ایک رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نماز پڑھی (بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ قصہ رمضان
المبارک کی رات کا تھا اس لئے محتمل ہے کہ یہ تہجد
کی نماز ہو یا تراویح ہو) حضور اکرم صلی علیہ وسلم نے
نماز شروع فرما کر یہ دعا پڑھی، ا۔ اللہ اکبر ذوالملکوت
والجبروت والکبریاء والعظمۃ (اللہ جل جلالہ عم
نوالہ کی ذات والاصفات سب سے برتر ہے وہ ایسی
ذات ہے جو بڑی بادشاہت والی ہے۔ بڑے غلبہ
والی ہے بڑائی اور بزرگی و عظمت والی ذات ہے)
پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۂ فاتحہ پڑھ
کر) سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی۔ پھر رکوع کیا۔ یہ رکوع
قیام ہی جیسا تھا اس کے دو مطلب علماء فرماتے
ہیں اور دونوں محتمل ہیں ایک تو یہ کہ رکوع تقریباً
اتنا ہی طویل تھا کہ جتنا قیام۔ یعنی اگر قیام مثلاً
ایک گھنٹہ کا تھا تو تقریباً ایک ہی گھنٹہ کا رکوع بھی
تھا۔ اس قول کے موافق اس حدیث سے یہ مسئلہ

وابو حمزة اسمه طَلْحَةُ بن زید وابو حمزة
الضبعی اسمه نصر بن عِمْرَان۔

ہوتا ہے کہ اگر رکوع سجدہ نماز میں معمول سے زیادہ
لمبا ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جیسے
قیام معمول سے زائد تھا۔ ایسے ہی یہ رکوع بھی معمول رکوع سے طویل تھا۔ اس صورت میں قیام کے
ایک گھنٹہ ہونے کی صورت میں رکوع اگر پندرہ منٹ کا بھی ہو گیا تو اس حدیث کا مصداق بن گیا۔ اس
قول کے موافق نماز اپنے عام معمول کے موافق رہی۔ یعنی جو رکن لمبا ہوتا ہے جیسا کھڑا ہونا وہ لمبا رہا اور
جو مختصر ہوتا تھا جیسے رکوع یا سجدہ وہ مختصر رہا البتہ ہر رکن عام نمازوں کے اعتبار سے بڑھا ہوا تھا
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ فرماتے رہے
پھر رکوع سے سر مبارک اٹھا کر کھڑے ہوئے اور یہ کھڑا ہونا بھی رکوع ہی جیسا تھا۔ اس وقت لِرَبِّيَ الْحَمْدُ
لِرَبِّيَ الْحَمْدُ فرماتے رہے پھر سجدہ ادا کیا اور وہ سجدہ بھی کھڑے ہونے کے برابر ہی تھا۔ اس میں
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى فرماتے رہے پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے یہ بھی سجدہ کی طرح
طویل تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رَبِّ اغْفِرْ لِيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ فرماتے رہے۔ غرض حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس نماز میں سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام
راوی کو ان اخیر کی دو سورتوں میں شک ہو گیا کہ کونسی تھی لیکن اوّل کی تین محقق ہیں غرض تینوں سورتیں
وہ اور ان دونوں میں سے ایک سورت یہ چاروں سورتیں تلاوت فرمائی۔

ف ۶۔ اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ چاروں سورتیں چار رکعت میں تلاوت فرمائیں
ابوداؤد کی روایت اس میں اور بھی واضح ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے چار رکعتیں پڑھیں جن میں یہ سورتیں تلاوت فرمائیں لیکن مسلم وغیرہ میں اس روایت کی تصریح
ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرہ، سورۂ نساء، سورۂ آل عمران تینوں سورتیں ایک
رکعت میں تلاوت فرمائی۔ اس لئے مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے موافق بظاہر دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں
اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی قصہ ہو اور کوئی سی روایت میں کچھ سہو ہو گیا ہو۔ لیکن غلطی پر حمل
کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبی لمبی نماز پڑھنا روزانہ کا معمول
تھا اس لئے ایک مرتبہ چار سورتیں چار رکعت میں اور ایک مرتبہ تین سورتیں ایک رکعت میں
پڑھی ہوں تو کیا مانع ہے؟

(۱۴) حدثنا ابو بکر محمد بن نافع البصری حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث عن اسمٰعیل بن مسلم العبدی عن ابی المتوکل عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بآیۃ من القرآن لیلۃ ۔

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد میں صرف ایک آیت کی تکرار فرماتے رہے ۔

ف ۱۔ وہ آیت سورۂ مائدہ کے اخیر رکوع کی آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تھی ۔ اے اللہ اگر تو ان سب کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں یعنی ہر طرح سے تیری ملک ہیں، تیری چیزیں ہیں تو جو چاہے تصرف فرمائے اور اگر تو ان کی مغفرت فرمائے اور سب کو معاف کر دے تو تیری شان سے کچھ بعید نہیں تو بڑی قدرت والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔

ف ۲۔ جس شخص کو زبردست قدرت حاصل ہو وہ جس مجرم کو چاہے معافی دے اور جو بڑی حکمت والا ہو اس کے ہر فعل میں حکمت اور مصالح ہو سکتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہونے میں اور رکوع سجدہ میں بھی اس آیت کو پڑھتے رہنا اور بار بار دہراتے رہنا اللہ جل شانہٗ کی دو صفت عدل و مغفرت کے مستحضر ہو جانے کی وجہ سے تھا کہ قیامت کا سارا منظر انہی دو صفتوں کا مظہر ہے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک شب تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ اس آیت شریفہ میں بھی قیامت کے منظر کا بیان ہے کہ اس دن یہ حکم ہو گا کہ آج مجرم لوگ غیر مجرموں سے علیحدہ اور ممتاز ہو جائیں، کس قدر سخت اور کپکپا دینے والا حکم ہے کہ آج اللہ والوں کے ساتھ ملے جلے ہیں ان کی برکات سے نفع اٹھا رہے ہیں لیکن اس وقت مجرم لوگوں کو ان سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ اللہ ہی اپنے فضل سے وہاں بھی ان مقدس نفوس کے زیر سایہ رکھے۔ ورنہ بڑی ہی مشکلات ہیں۔

(۱۵) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا سلیمان بن حرب حدثنا شعبۃ عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد اللہ قال صلیت لیلۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یزل قائما حتی

(۱۵) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک برے کام کا

ہممت بامر سوء قیل لہ وما ہممت بہ قال ہممت ان اقعد وادع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ حدثنا سفین بن وکیع حدثنا جریر عن الاعمش نحوہ ۔

ارادہ کر لیا کسی نے پوچھا کہ کس کام کا ارادہ کر لیا تھا کہنے لگے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دوں ۔

ف ۱۔ اس کے دو مطلب محتمل ہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا کھڑے رہیں یہ اس بنا پر برا ارادہ تھا کہ بے ادبی کو متناول تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ جاؤں کا یہ مطلب ہے کہ نماز ہی پڑھنی چھوڑ دوں۔ اس کا برا ہونا بالکل ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کی بھی بے ادبی اور اس سے لاپرواہی بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھتے نیت توڑ کر بیٹھ جائیں مگر کھڑے کھڑے جب تھک گئے تو اس قسم کے خیال آنے لگے۔

(۱۶) حدثنا اسحٰق بن موسٰی الانصاری حدثنا معن حدثنا مالک عن ابی النضر عن ابی سلمۃ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی جالسا فیقرء وھو جالس فاذا بقی من قراءتہ قدر ما یکون ثلثین او اربعین آیۃ قام فقرء وھو قائم ثم رکع وسجد ثم صنع فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذٰلک ۔

(۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (زمانہ ضعف میں) نوافل میں قرآن شریف چونکہ زیادہ پڑھتے تھے اس لئے بیٹھ کر تلاوت فرماتے تھے اور جب رکوع کرنے میں تقریباً تیس چالیس آیات رہ جاتی تھیں تو کھڑے ہو کر تلاوت فرماتے اور رکوع میں تشریف لے جاتے اور کھڑے ہونے کی حالت میں رکوع فرماتے پھر سجدہ کرتے اور اسی طرح دوسری رکعت ادا فرماتے ۔

ف ۱۔ بعض علماء نے اس شخص کے لئے جو بیٹھ کر نماز پڑھے کھڑے ہو کر رکوع سجدہ کرنا ناجائز بتایا ہے۔ مگر جمہور علماء (جن میں چاروں امام بھی شامل ہیں) کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اسطرح اس کے خلاف جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے اس کو بیٹھ کر رکوع سجدہ کرنا بھی جائز ہے مگر یہ سب نفلوں میں ہے۔ فرضوں میں جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے اسکو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہی نہیں ہے۔

(۱۷) حدثنا احمد بن منیع حدثنا ھشیم حدثنا خالد الحذاء عن عبد اللہ بن شقیق قال سالت

(۱۷) عبد اللہ بن شقیق رحؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِہٖ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا قَائِمًا وَلَیْلًا طَوِیْلًا قَاعِدًا فَاِذَا قَرَءَ وَھُوَ قَائِمٌ رَکَعَ وَسَجَدَ وَھُوَ قَائِمٌ وَاِذَا قَرَأَ وَھُوَ جَالِسٌ رَکَعَ وَسَجَدَ وَھُوَ جَالِسٌ۔

وسلم کی نوافل کے متعلق دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے طویل حصہ میں نوافل کھڑے ہوکر پڑھتے تھے اور طویل حصہ میں نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کھڑے ہوکر قرآن مجید پڑھتے تو رکوع و سجود بھی کھڑے ہونے کی حالت میں ادا فرماتے اور جب قرآن مجید بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع و سجود بھی بیٹھنے ہی کی حالت میں ادا فرماتے۔

ف:۔ رات کے طویل حصہ میں نوافل کے علماء نے دو مطلب تحریر فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک ہی رات میں بہت سا حصہ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے اور بہت سا حصہ بیٹھ کر اور دوسرا مطلب یہ کہ یہ مختلف راتوں کا حال ہے کہ بعض راتوں میں طویل نماز کھڑے ہوکر پڑھتے تھے اور بعض راتوں میں طویل نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ دوسرا مطلب راجح ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رات کی نماز یعنی تہجد کی نماز کی رکعات لمبی لمبی پڑھنے کا تو ہمیشہ ہی رہتا تھا اگر طبع مبارک پر ضعف و اضمحلال ہوتا تو بیٹھ کر پڑھتے تھے ورنہ کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔ اس حدیث کا اخیر مضمون بظاہر اس پہلی حدیث کے مخالف ہے اس لئے علماء نے ان دونوں کو دو حالتوں پر محمول فرمایا کہ نوافل کا دارومدار نشاط اور سرور پر ہے جس وقت جس طرح نشاط زیادہ حاصل ہوتا اسی طرح پڑھتے۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے افعال میں تعلیم بھی مقصود ہوتی تھی یعنی بہت سے افعال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے بھی کرتے تھے کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس طرح بھی یہ کام کرنا جائز ہے اس کو بیانِ جواز کہتے ہیں اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب پورا ملتا ہے دوسروں کو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا جتنا ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے سے اس سے آدھا ملتا ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی نبوت کے مقصد کو پورا کرنا ہے۔ یعنی اعمال کو کر کے دکھا دینا ہی نبی کے آنے کی غرض ہوتی ہے۔

(۱۸) حدثنا اسحٰق بن موسٰی الانصاری حدثنا معن حدثنا مالکؒ عن ابن شہاب عن السائب بن یزید عن

(۱۸) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

المطلب بن ابی وداعۃ السہمی عن حفصۃ زوج النبی صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ سُبْحَتِہٖ قَاعِدًا وَیَقْرَءُ بِالسُّوْرَۃِ وَیُرَتِّلُھَا حَتّٰی تَکُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْہَا۔

نوافل بیٹھ کر پڑھتے اور اس میں کوئی سورت پڑھتے تو اس قدر ترتیل سے پڑھتے کہ وہ سورت اپنے سے لمبی سورت سے بھی بڑھ جاتی تھی۔

ف:۔ یعنی چھوٹی سورت میں ترتیل اور قرأت سے پڑھنے کی وجہ سے بڑی سورتوں کے برابر دیر لگ جاتی تھی۔ مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک تو نہایت اطمینان سے ٹھیر ٹھیر کر پڑھتے تھے جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے جس سے چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں ختم ہوتی جتنی دیر میں دوسرے آدمی لمبی سورت پڑھ لیں اور پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی لمبی سورتیں بھی پڑھتے تھے تو کتنی دیر لگتی ہوگی۔ اسی وجہ سے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔

(۱۹) حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا الحجاج بن محمد عن ابن جریج قال اخبرنی عثمان بن ابی سلیمان ان ابا سلمۃ بن عبد الرحمٰن اخبرہ ان عائشۃ اخبرتہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی کَانَ اَکْثَرُ صَلٰوتِہٖ وَھُوَ جَالِسٌ۔

(۱۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے قریب زمانہ میں اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

ف:۔ چونکہ زمانہ ضعف کا تھا اور نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت زیادہ فرماتے تھے جیسا کہ پہلی روایات میں گزر چکا ہے اسلئے اکثر حصہ نوافل کا بیٹھ کر ادا فرماتے تھے گو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہونے سے آدھا ہوتا ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے جتنا کھڑے ہوکر ہوتا ہے جس کی وجہ پہلے گزر چکی ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ میں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اس بارے میں تم جیسا نہیں ہوں میرے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی اتنا ہی ثواب ہے۔

(۲۰) حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال

(۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ بَيْتِهٖ۔

کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو عشاء کے بعد وہ بھی گھر میں پڑھیں۔

ف ۱: اس حدیث میں سنتوں کا ذکر ہے سنتِ مؤکدہ حنفیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہیں جیسا کہ ابنِ عمرؓ کی حدیث میں گزرا۔ البتہ ظہر سے قبل کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث میں یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعات پر مداومت کرے حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں۔ ان بارہ رکعات کی تفصیل حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمِّ حبیبہؓ کی روایات سے کئی حدیثوں میں یہی آئی ہے جو حضرت ابنِ عمرؓ کی روایت میں گزری۔ البتہ ظہر سے قبل ان روایتوں میں چار رکعت وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ہوں ان کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں یعنی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت کبھی ترک نہیں فرماتے۔ حضرت عائشہ سے مسند احمد و سنن ابو داؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے وقت چار رکعت گھر سے پڑھ کر تشریف لے جاتے تھے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان پر پڑھ کر تشریف لاتے تھے اور وہ چار رکعت ہوتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کی روایات میں ہے ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہؓ سے ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت میرے گھر پر پڑھتے تھے پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور فرض پڑھاتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور مغرب کی نماز کے بعد میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور عشاء کی نماز کے بعد بھی تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور صبح صادق کے بعد دو رکعت پڑھتے اور نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس مفصل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتیں اکثر گھر پر پڑھتے تھے اور مسجد میں تشریف لا کر غالب یہ ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھا کرتے تھے جس کو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے دو ہی رکعت سنت پڑھی ہوں جن کو حضرت ابنِ عمر نے نقل فرمایا۔ نیز حضرت ابنِ عمر کا اس حدیث میں یہ ارشاد کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ نمازیں پڑھیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے اور میں بھی پڑھتا تھا۔ سنتوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(۲۱) **حدثنا** احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم حدثنا ایوب عن نافع عن ابن عمر قال ابن عمر حَدَّثَتْنِیْ حفصة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَيُنَادِي الْمُنَادِيْ قَالَ اَيُّوْبُ اُرَاهُ قَالَ خَفِيْفَتَيْنِ۔

(۲۱) ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے (میری بہن اُمّ المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد جس وقت مؤذن اذان کہتا ہے اس وقت دو مختصر رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

ف: صبح کی سنتوں کے متعلق اکثر روایات میں یہی آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مختصر پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ بعض علماء نے ان احادیث کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ ان میں صرف الحمد شریف پڑھی جائے اور کوئی سورت پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سورت کا پڑھنا ثابت ہے۔ البتہ مختصر سورت پڑھنا اولیٰ ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے اگرچہ بعض احادیث میں ان کے علاوہ کا پڑھنا بھی وارد ہے ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ یہ دونوں سورتیں کیسی اچھی ہیں کہ صبح کی سنتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔

(۲۲) **حدثنا** قتیبة بن سعید حدثنا مروان بن معٰویة الفزاری عن جعفر بن برقان عن میمون بن مهران عن ابن عمر قال حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ قَالَ ابْنُ

(۲۲) ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتیں یاد کی ہیں۔ دو ظہر سے قبل، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد مجھے میری بہن حفصہؓ نے صبح کی رکعتوں کی بھی خبر دی ہے جن کو میں نے

عُمَرَ وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِرَكْعَتَيِ الْغَدَاةِ وَلَمْ أَكُنْ أَرَاهُمَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نہیں دیکھا تھا۔

ف:۔ یہ دو رکعتیں چونکہ ہمیشہ گھر میں ہی پڑھی جاتی تھیں اور صبح کا وقت زیادہ تر حاضر باشی کا ہوتا نہیں اس لئے ابنِ عمرؓ کا یہ کہنا کچھ مستبعد نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ نہ دیکھنے کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت نہیں دیکھا تھا۔ جس وقت حضرت حفصہؓ نے خبر دی تھی اس کے بعد دیکھنے کی نوبت آئی اس لئے کہ بعض روایات سے حضرت ابنِ عمرؓ کا اپنا مشاہدہ بھی اُن سنتوں کے متعلق معلوم ہوتا ہے تمام سنتوں میں صبح کی سنتیں سب سے زیادہ مؤکدہ ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کی تاکید اور اہتمام کثرت سے نقل کیا گیا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کو واجب بتایا ہے اسی وجہ سے ان کا بہت زیادہ اہتمام چاہیئے۔

(۲۳) حدثنا ابو سلمة يحيى بن خلف حدثنا بشر بن المفضل عن خالد الحذاء عن عبد الله ابن شقيق قال سألت عائشة عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ۔

(۲۳) عبد اللہ بن شقیقؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (علاوہ فرض) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے دو رکعت ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی نماز سے قبل بتلائیں۔

ف:۔ اس میں بجز ظہر کے قبل کی دو سنتوں کے علاوہ باقی میں حنفیہ کا اتفاق ہے۔ ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث کے ذیل میں وضاحت سے گزر چکا ہے۔ بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت اور صبح سے قبل دو رکعت نہیں چھوڑتے تھے یعنی ہمیشہ پڑھتے تھے۔ اس لئے اس کو کبھی کسی ضرورت پر حمل کریں گے۔

(۲۴) حدثنا محمد بن المثنى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابي اسحٰق قال سمعت عاصم بن ضمرة يقول سألنا عليًّا رضي عن صلوة رسول

(۲۴) عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (علاوہ فرض) کے متعلق استفسار کیا۔ جن کو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَا تُطِيْقُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ قُلْنَا مَنْ أَطَاقَ مِنَّا ذٰلِكَ صَلّٰى فَقَالَ كَانَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَإِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰى أَرْبَعًا وَيُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ۔

آپؐ دن میں پڑھتے تھے (رات کی نوافل یعنی تہجد وغیرہ ان کو پہلے سے معلوم ہوں گی۔ تہجد کی روایات بالخصوص کثرت سے منقول اور مشہور ہیں) حضرت علی نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت کہاں رکھ سکتے ہو (یعنی جس اہتمام و انتظام اور خشوع خضوع سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے وہ کہاں ہو سکتا ہے اس سے مقصود تنبیہ تھی کہ محض سوال اور تحقیق سے کیا فائدہ؟ جب تک عمل کی سعی نہ ہو) ہم نے عرض کیا کہ جو طاقت رکھ سکتا ہو گا وہ پڑھے گا اور جو طاقت نہیں رکھے گا وہ معلوم کر لے گا تاکہ دوسروں کو بتلا سکے اور خود عمل کرنے کی کوشش کرے) اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب آفتاب آسمان پر اتنا اوپر چڑھ جاتا جتنا اوپر عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت (صلوٰۃ الاشراق) پڑھتے تھے اور جب مشرق کی طرف اس قدر اوپر ہو جاتا جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے تو اس وقت چار رکعت (چاشت کی نماز جس کا مفصل ذکر دوسرے باب میں آرہا ہے) پڑھتے تھے۔ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت (یہ چھ رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں) اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر ملائکہ مقربین اور انبیاء و مومنین پر سلام بھیجتے تھے۔

ف:۔ اس سے التحیات بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اس میں السلام علیک ایہا النبی الخ ہوتا ہے اس صورت میں حدیث میں جہاں جہاں چار رکعت بیان کیا گیا ہے سب کو شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے دو رکعت پر سلام پھیرنا مراد ہو تو مقصود یہ ہے کہ ان چار رکعتوں میں جو عصر سے قبل پڑھی جاتی تھیں دو پر سلام پھیر دیتے تھے۔ عصر کے نوافل دو رکعت اور چار رکعت دونوں طرح سے ثابت ہیں۔ خود حضرت علی سے بھی دونوں روائتیں ہیں۔

بابُ صلوٰۃِ الضُّحٰی

باب۴۱ چاشت کی نماز کا ذکر

ف:۔ فقہاء اور محدثین کے نزدیک صبح کے بعد وقت مکروہ نکل جانے کے بعد سے زوال تک سب صلوٰۃ الضحٰے کہلاتی ہے لیکن صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے یہاں یہ دو نمازیں ہیں ایک اشراق کی نماز کہلاتی ہے دوسری چاشت کی نماز کہلاتی ہے۔ چوتھائی دن تک اشراق کا وقت رہتا ہے اور چوتھائی کے بعد سے نصف النہار تک چاشت کا وقت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ روایت جو گذشتہ باب کے آخر میں ذکر کی گئی ہے اور ایسے ہی اور دیگر روایات صوفیہ رح کا ماخذ ہیں صلوٰۃ الضحٰی میں علماء کا بہت اختلاف ہے۔ شراح حدیث نے اس میں علماء کے آٹھ مذہب لکھے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے علماء نے لکھا ہے کہ اس نماز کے بارے میں بہت کثرت روایات وارد ہوئی ہیں۔ انیس ۱۹ حضرات صحابہ کرام رض سے اس نماز کی حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور اوجز میں پچیس حضرات صحابہ کرام رض کی روایات ذکر کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ جوڑ ہیں ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ لازم ہوتا ہے یعنی اس شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کو صحیح و سالم اپنی وضع پر رکھا انگلی کا ہی ایک جوڑ دیکھ لیا جائے اگر جدا ہو جائے انگلی بے کار ہے وہ بجائے نرم ہونے کے سخت بن جائے نہ انگلی حرکت کر سکے نہ کسی چیز کو پکڑ سکے وغیرہ وغیرہ۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے گنوائے ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بھی ایک قسم کا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا بھی وغیرہ وغیرہ پھر ارشاد فرمایا کہ چاشت کی دو رکعت ان تین سو ساٹھ جوڑوں کی سب کی طرف سے صدقہ ہے مصنف نے اس میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) **حدثنا** محمود بن غیلان حدثنا ابوداود الطیالسی حدثنا شعبة **عن** یزید الرشك قال سمعت معاذة قالت قُلتُ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

(۱) معاذہ رض نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں چار رکعت (کم سے کم) پڑھتے

الضُّحٰی قَالَتْ نَعَمْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔

تھے اور اس سے زائد جتنا خدا چاہتا پڑھ لیتے۔

ف:۔ صلوٰۃ الضحٰی نوافل ہیں اس لئے کم سے کم دو رکعت اور زیادہ جتنا دل چاہے پڑھے کوئی انتہا نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ رکعات تک پڑھنا ثابت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا آٹھ ہی رکعت کا ثابت ہے، البتہ ترغیب بارہ ۱۲ رکعات تک وارد ہوئی ہے۔

(۲) **حدثنا** محمد بن المثنی حدثنی حکیم بن معویة الزیادی حدثنا زیاد بن عبید اللہ بن الربیع الزیادی عن حمید الطویل **عن** انس بن مالك أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الضُّحٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحٰے یعنی چاشت کی چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

ف:۔ اختلافِ اوقات کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ الضحٰی کی رکعات بھی مختلف ہیں لہٰذا ان احادیث کو کچھ ایک دوسرے سے تعارض نہیں ہے۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کم از کم دو رکعت اور بہتر یہ ہے کہ آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تر آٹھ رکعت نقل کی گئی ہیں۔

(۳) **حدثنا** محمد بن المثنی حدثنا محمد بن جعفر انبانا شعبة عن عمرو بن مُرّة **عن** عبد الرحمن بن ابی لیلی قال مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى إِلَّا أُمُّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ۔

(۳) عبد الرحمٰن رح ایک تابعی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ الضحٰی کی خبر نہیں پہنچائی۔ البتہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس روز جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر آٹھ رکعات نماز پڑھی میں نے ان آٹھ رکعات سے زیادہ مختصر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی کوئی نماز نہیں دیکھی۔ لیکن باوجود مختصر ہونے کے رکوع، سجود پورے پورے فرماتے تھے۔

یہ نہیں کہ مختصر ہونے کی وجہ سے رکوع اور سجدے ناقص ہوں۔

ف ۱۔ عبدالرحمٰنؒ کے اس کہنے سے کہ حضرت ام ہانی کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نماز حضرت ام ہانیؓ کے سوا کسی اور صحابی کو معلوم نہیں تھی۔ خود اسی باب میں چند صحابہ کی روایات موجود ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ صلوٰۃ الضحٰے کی روایات اس کثرت سے موجود ہیں کہ تواتر تک پہنچ گئیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ انیس ۱۹ صحابہؓ سے یہ نماز منقول ہے البتہ عبدالرحمٰنؓ نے جن حضرات سے تحقیق کیا ان کو علم نہ ہو گا اس میں کوئی اشکال نہیں۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ نماز جو اس حدیث میں ذکر کی گئی چاشت کی نماز نہ تھی بلکہ مکہ مکرمہ فتح ہونے کے شکرانہ کی نماز تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی مسرت کی بات ہوتی تو شکرانہ کی نماز پڑھتے تھے یہ بھی ممکن ہے کہ ان آٹھ رکعات میں سے کچھ حصہ چاشت کی نماز ہو اور کچھ حصہ شکرانہ کی نماز ہو۔

(۴) حدثنا ابن عمر حدثنا وکیع حدثنا کہمس بن الحسن عن عبد اللہ بن شقیق قال قلت لعائشۃ أکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحٰی قالت لا إلا أن یجیئ من مغیبہ۔

(۴) عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحٰے پڑھتے تھے انہوں نے یہ فرمایا کہ معمولاً تو نہیں پڑھتے تھے ہاں سفر سے جب لوٹتے تو ضرور پڑھتے۔

ف ۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر مدینہ منورہ میں صبح کے وقت میں داخل ہوتے اول مسجد میں تشریف لے جا کر نوافل ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جواب معاذہؒ کو دیتے ہوئے اس جواب کے بالکل خلاف ہے جو بالکل شروع باب میں گذر چکا ہے اس لئے علماء نے اس کی مختلف طرح سے توجیہ فرمائی۔ امام بیہقی نے یہ توجیہ فرمائی کہ جس حدیث میں نفی وارد ہے اس میں نفی دوام کی مراد ہے جو گا ہے گا ہے پڑھنے کے منافی نہیں۔ یعنی ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے اور جس حدیث میں اثبات ہے اس میں اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے بعض علماء نے اس طرح جمع فرمایا کہ سفر سے لوٹنے کے علاوہ اور ایام میں مسجد میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ گھر میں پڑھتے تھے اس حدیث میں نفی خاصۃً مسجد میں پڑھنے کی مقصود ہے کہ مسجد میں جب ہی پڑھتے تھے جب سفر سے واپس تشریف لاتے جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔

۵ حدثنا زیاد بن ایوب البغدادی حدثنا محمد بن ربیعۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحٰی حتی نقول لا یدعہا ویدعہا حتی نقول لا یصلیہا۔

(۵) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحٰے کبھی تو اس قدر اہتمام سے پڑھتے تھے کہ ہم لوگوں کا یہ خیال ہوتا تھا کہ اب کبھی نہیں چھوڑیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی (فرض ہونے کے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے) ایسا ترک فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ بالکل چھوڑ دی اب کبھی نہیں پڑھیں گے۔

ف ۱۔ بہت سے امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کی سہولت کے خیال سے ترک فرما دیتے تھے جس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض امور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنے کو دل چاہتا تھا مگر اس ڈر سے اہتمام نہیں فرماتے تھے مبادا امت پر فرض ہو جائیں۔

(۶) حدثنا احمد بن منیع عن ھشیم حدثنا عبیدۃ عن ابراھیم عن سھم بن منجاب عن قرثع الضبی او عن قزعۃ عن قرثع عن ابی ایوب الانصاری أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدمن أربع رکعات عند زوال الشمس فقلت یا رسول اللہ إنک تدمن ھذہ الأربع رکعات عند زوال الشمس فقال إن أبواب السماء تفتح عند زوال الشمس فلا ترتج حتی یصلی الظھر فأحب أن یصعد لی فی تلک الساعۃ خیر قلت أفی کلھن قراءۃ قال نعم قلت ھل فیھن تسلیم فاصل فقال لا۔

حدثنا احمد بن منیع حدثنا ابو معٰویۃ حدثنا عبیدۃ عن ابراھیم عن سھم بن منجاب عن قزعۃ عن القرثع عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ۔

(۶) ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زوال کے وقت چار رکعت پڑھتے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ ان چار رکعتوں کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کے دروازے زوال کے وقت سے ظہر کی نماز تک کھلے رہتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی کار خیر اس وقت آسمان پر پہنچ جائے میں نے عرض کیا کہ ان کی ہر رکعت میں قرأت کی جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں قرأت کی جائے میں نے عرض کیا کہ ان میں دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں چاروں رکعات ایک ہی سلام سے ہونی چاہئیں۔

ف:۔ یہ نماز صوفیہ کے یہاں صلوٰۃ الزوال سے تعبیر کی جاتی ہے اور ان کے نزدیک مستحب نمازوں میں زوال کی نماز کا بھی شمار ہے۔ لیکن اکثر محدثین کے نزدیک یہ ظہر کی سنتیں ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ظہر کی سنت کے علاوہ اور کوئی نوافل زوال کے بعد ایسی نہیں ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے ہوں۔ بہرصورت دونوں اقوال کے موافق اس کو اور نیز آئندہ احادیث کو صلوٰۃ الضحیٰ سے کوئی ظاہری مناسبت نہیں اس لئے امام ترمذی کا ان احادیث کو چاشت کی نماز کے ذیل میں ذکر نا مشکل ہے لیکن مشائخ نے ان کی مختلف توجیہات فرمائی ہیں اول یہ کہ چونکہ ان کا وقت چاشت کی نماز کا منتہا تھا اس لئے تبعاً ان کے ساتھ ذکر فرمادی مستقل باب کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کاتب کی غلطی سے اس جگہ نقل ہو گئی ورنہ اس کا اصل محل گذشتہ باب ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں اس کا ذکر نہیں بلکہ اس پہلے باب میں ذکر کی گئی ہیں اور بھی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

(۷) حدثنا محمد بن المثنی حدثنا ابو داؤد حدثنا محمد بن مسلم بن ابی الوضاح عن عبد الکریم الجزری عن مجاهد عن عبد الله بن السائب اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ۔

(۷) عبد اللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی عمل صالح اس وقت بارگاہِ عالی تک پہنچے۔

ف:۔ نماز سے بڑھ کر کوئی اور عمل صالح کیا ہو سکتا ہے کہ تمام عبادات سے افضل ترین عبادت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ نماز پڑھنے والا اللہ جلّ شانہ، سے سرگوشی کرتا ہے۔

(۸) حدثنا ابو سلمة یحیٰی بن خلف حدثنا عمر بن علی المقدمی عن مسعر بن کدام عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علی اَنَّهٗ كَانَ

(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان چار رکعت

يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمُدُّ فِيْهَا۔

کو پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرأت پڑھتے تھے۔

ف:۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ان چار رکعات میں بہتر یہ ہے کہ سورۂ بقرہ پڑھے ورنہ کوئی ایسی سورت جو سو آیت سے زیادہ ہو۔ تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع طویل قرأت میں ہو جائے۔

بابُ صلوٰۃِ التطوّعِ فی البیت

باب ۴۲ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل گھر میں پڑھنے کا ذکر

ف:۔ نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہے اور بہت سی مصالح اس میں ملحوظ ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ نماز کی برکات سے گھر میں برکت اور نورانیت بڑھے گھر کے لوگ نماز کو سیکھیں اور ان کو بھی شوق پیدا ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بعض احادیث میں آیا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ گھر میں ادا کیا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ یعنی جیسا کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی یا جیسا کہ مردے نماز نہیں پڑھتے تمہارے گھر بھی قبرستان کے مشابہ بن جائیں ایسا نہ کرو۔ اس باب میں مصنف نے ایک ہی حدیث ذکر فرمائی ہے۔

(۱) حدثنا عباس العنبری حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی عن معٰویة بن صالح عن العلاء بن الحارث عن حرام بن معاویة عن عمه عبد الله بن سعد قال سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ بَيْتِيْ وَالصَّلٰوةِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرٰى مَا اَقْرَبَ بَيْتِيْ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَاَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ

(۱) عبد اللہ بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نوافل مسجد میں پڑھنی افضل ہے یا گھر میں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے (جس کی وجہ سے مسجد میں آنے میں کسی قسم کی دقت یا رکاوٹ نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے باوجود) فرائض کے علاوہ مجھے اپنے گھر میں

إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً۔

نماز پڑھنا مسجد سے زیادہ پسند ہے۔

ف:۔ نوافل کا مبنیٰ چونکہ اخفاء پر ہے اس لئے ان کا گھر میں پڑھنا افضل ہے تاکہ اخفاء کامل ہو۔ ریاکاری سے بُعد ہو جائے البتہ فرائض وغیرہ جن کا اخفاء مناسب نہیں وہ مسجد ہی میں افضل ہیں جیسے طواف کعبہ کی رکعتیں اور صلوٰۃ التراویح وغیرہ صلوٰۃ التراویح اگرچہ فرائض میں نہیں۔ لیکن رمضان المبارک کا خصوصی امتیاز ہے اور جماعت اس میں مسنون ہے اور اسی طرح ہر وہ نماز جو جماعت سے ادا کی جاتی ہو جیسے کسوف کی نماز کہ ان نمازوں کا اظہار مقصود ہے اس لئے ان کا مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۴۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا ذکر

ف:۔ اس باب سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل روزوں کا بیان ہے آپؐ کی عادت شریفہ روزے بہت رکھنے کی تھی کبھی کبھی آپؐ مسلسل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے۔ روزہ کی فضیلتیں احادیث کی کتابوں میں بہت وارد ہوئی ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ، کے ہر حکم میں ہزار ہا دینی ہزاروں مصالح ہیں حکمتیں ہیں آدمی کی عقل کی اتنی پرواز کہاں ہے کہ حق تعالیٰ جلّ شانہ جیسے حکیم کی حکمتوں تک پہنچ سکے؟ ہر شخص کی جہاں تک پرواز ہے وہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے دینی اور دنیوی فوائد کا ادراک کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اس سے بھی اونچی ہوتی ہیں۔ جس طرح اور احکام میں ہزاروں مصلحتیں ہیں روزے میں بھی ہیں منجملہ ان کے چند مصالح ظاہر اور بدیہی ہیں جن میں سے ایک جذبہ مواساۃ اور ہمدردی ہے جو شخص خود بھوکا رہتا ہے اس کو بھوکے کی ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے جو خود بھوک کی تکلیف اٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ غریب پر کیا گزرتی ہے بھوکے کو کس مصیبت کا سامنا ہے؟ ایسی حالت میں اس کو بھوکے کی امداد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور غریب کے ساتھ ہمدردی کو بھی طبیعت تقاضا کرتی ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ روزے سے قوت بہیمیہ اور شہوانیہ کا زور کم ہوتا ہے یہ قوت جب زور پکڑتی ہے تو بہت سے ایسے امور آدمی سے سرزد ہوتے ہیں جو دین اور دنیا میں روسیاہی کا سبب بنتے ہیں۔ اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ایں نہ عشق است آں کہ در مردم بود ‏‏ ‏‏ ‏‏ ‏‏ ایں فساد از خوردن گندم بود

یہ عشق یعنی جو آج کل لوگوں میں ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہے جو بھلے آدمیوں میں ہوتا ہے یہ پیٹ بھرنے کا فساد ہے کہ جب پیٹ بھرائی مل جاتی ہے تو ناپاک حرکتیں خوب سوجھتی ہیں اور جب بھوک کا غلبہ ہو رہا ہو تو عشق وشق سب بھول جاتا ہے اس لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو نکاح نہ کر سکتا ہو اس کو چاہئے کہ روزے کثرت سے رکھا کرے کہ یہ شہوت کو توڑنے والا ہے اس کے علاوہ اور بڑی مصلحت روحانیت کی قوت ہے روزہ سے روحانیت کو بہت زیادہ ترقی ہوتی ہے اسی وجہ سے ہر ملت و مذہب میں کسی نہ کسی وجہ سے روزے کا وجود ہے اور مذاہب حقہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے روزہ کی مشروعیت رہی ہے۔ حضرات انبیائ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول روزے میں مختلف رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا معمول ہمیشہ بارہ مہینے روزے رکھنے کا تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ دو دن افطار تھا۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مختلف معمولات رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اس میں بھی عجیب نرالا تھا کہ مصالح وقتیہ کے تحت میں خاص خاص ایام کے روزے معمول اور متعین فرما رکھے تھے اور ان کے علاوہ وقتی مصالح کے تحت میں بسا اوقات لگاتار روزے رکھتے اور بسا اوقات افطار فرماتے جس کی وجہ ظاہر ہے کہ جب روزہ بمنزلہ ایک تریاق اور دوا کے ہے تو وقتی مصالح سے اس میں قلت و کثرت جیسا کہ دوا کا اصول ہے لابدی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معمولات نمونہ کے طور پر مصنفؒ نے ذکر فرمائے ہیں۔

(۱) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن عبد اللّٰہ بن شقیق قال سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ أَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ

(۱) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھنے کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متواتر روزے رکھتے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس ماہ میں افطار ہی نہیں فرمائیں گے اور کبھی ایسا مسلسل

قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ۔ افطار فرماتے تھے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے۔ لیکن مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے رایسے ہی کسی ماہ کو کامل افطار گزار دیا ہو یہ بھی نہیں کیا۔ کمافی ابی داؤد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول کے متعلق کسی قدر تفصیل حدیث نمبر ۳ میں آئے گی۔

(۲) حدثنا علی بن حجر حدثنا اسمٰعیل بن جعفر عن حُمید عن انس بن مالک اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَ یَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰی نَرٰی اَنْ لَّا یُرِیْدَ اَنْ یُّفْطِرَ مِنْهُ وَیُفْطِرُ مِنْهُ حَتّٰی نَرٰی اَنْ لَّا یُرِیْدُ اَنَّهٗ یَصُوْمَ مِنْهُ شَیْئًا وَکُنْتَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا اَنْ رَاَیْتَهٗ مُصَلِّیًا وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَهٗ نَائِمًا۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ عادت شریفہ اس میں مختلف تھی کسی ماہ میں تو اتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے جس سے یہ خیال ہو جاتا ہے کہ اس میں افطار فرمانے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور کسی ماہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے جس سے ہم یہ سمجھتے کہ اس ماہ میں آپ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے آپ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی مل جاتا ہے اور اگر نماز پڑھتے ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی میسّر ہو جاتا۔

ف:۔ مقصود یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ نہ تمام رات سونے کی تھی نہ تمام رات جاگنے کی تھی بلکہ درمیانی رفتار میں حقوق نفس کی رعایت فرماتے ہوئے عبادات کا اہتمام بھی پورا پورا فرماتے تھے۔ اس لئے شب کو سوتے ہوئے دیکھنا بھی ممکن تھا کہ کچھ حصہ آرام بھی فرماتے تھے اور نماز کی حالت میں دیکھنا بھی کہ کچھ حصہ نماز میں گذرتا تھا۔ بعض علماء نے اس کا دوسرا مطلب بھی بتایا ہے وہ یہ کہ عادت شریفہ اس باب میں مختلف تھی کہ کبھی اول شب میں نوافل پڑھتے کبھی وسط رات میں تو کبھی اخیر میں۔ اس لئے اگر رات کے کسی حصہ خاص میں کوئی سوتے ہوئے یا نماز پڑھتے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔ یعنی اگر کوئی یہ چاہے کہ میں اول رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتا ہوا دیکھوں تو کسی دن یہ بھی مل جاتا اور اس وقت سوتا ہوا دیکھنا چاہے تو یہ بھی مل جاتا۔ اس لئے کہ رات کا ہر حصہ کسی نہ کسی دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں گذارتے تھے اور اس کی دو مصلحتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

اول تو یہ کہ عبادت جو اصل مقصد اور آدمی کے وجود کی غرض ہے اور اللہ کی رضا کا سبب ہے رات کے ہر حصے کو کبھی نہ کبھی اس کی برکات میسر ہو جائیں اور قیامت میں رات کا ہر حصہ اپنے اندر عبادت کا وجود رکھے دوسرے یہ کہ عبادت جب ایک ہی وقت میں ہوتی رہے تو بمنزلہ عادت کے بن جاتی ہے پھر مشقت کا لطف نہیں رہتا اور جب رات کے مختلف حصوں میں عبادت کی جائے تو عادت نہ بنے گی۔

(۳) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد حدثنا شعبة عن ابی بشر قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ مَا یُرِیْدُ اَنْ یُّفْطِرَ مِنْهُ وَیُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ مَا یُرِیْدُ اَنْ یَّصُوْمَ وَمَا صَامَ شَهْرًا کَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ مروی ہے کہ کسی ماہ میں اکثر حصہ روزہ رکھتے تھے جس سے ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اس میں افطار کا ارادہ نہیں اور کسی ماہ میں اکثر ہی ایسے افطار فرماتے تھے جس سے ہمیں خیال ہوتا کہ اس میں روزہ نہیں رکھیں گے لیکن کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے تمام ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔

ف:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول متعدد روایات میں گذر چکا ہے۔ اس معمول کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ باب کے شروع میں گذر چکا ہے کہ روزہ حقیقت میں ایک تریاق ہے اور بسا اوقات روحانی ترقی اور دیگر وقتی مصالح کے لئے بطور دوا کے بھی رکھا جاتا ہے ایسی صورت میں دوا کے عام اصول کے موافق بسا اوقات اس کے مسلسل استعمال کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات خاص ضرورت نہیں ہوتی یا اگر معمولی ضرورت بھی ہوتی ہے تو دوسرے وقتی عوارض کی وجہ سے دوا کا ترک ضروری ہوتا ہے جو اطباء کے یہاں ایک معروف چیز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر روحانیت کا طبیب کون ہو سکتا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتی ضروریات کے لحاظ سے بسا اوقات مسلسل روزے رکھتے تھے اور بسا اوقات مسلسل افطار فرماتے تھے امت کے لئے بھی جو حضرات خود روحانی طبیب ہیں وہ روحانی مصالح کے لحاظ سے روزے اور افطار کے اوقات متعین فرما سکتے ہیں اور جو شخص خود طبیب نہیں ہے وہ کسی روحانی طبیب کے زیر علاج عملدر آمد کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ

خصوصی معمولات تھے مثلاً پیر جمعرات کا روزہ رکھنا۔ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض، عشرہ محرم، عشرۂ ذی الحجہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ معمولات بسا اوقات اسفار وغیرہ عوارض کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے اس لئے عوارض دور ہو جانے کے بعد بطور قضاء اور تلافی کے جتنے روزے معمول میں سے ترک ہو جاتے تھے ان کو پورا فرمالیا کرتے تھے کہ یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے تو اس پر دوام اور نباہ فرمایا کرتے تھے اس لئے جتنے روزے معمول سے رہ جاتے تو ان کو رکھتے اس لئے لگا تار روزے رکھنے کی نوبت آجاتی تھی۔ اللّٰھم وفقنا اتباعھم۔

(۴) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مھدی عن سفیٰن عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابی سلمۃ **عن** ام سلمۃ قالت ما رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ. قال ابو عیسٰی ھٰذا اسناد صحیح وھکذا قال عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ وروی ھذا الحدیث غیر واحدٍ عن ابی سلمۃ عن عائشۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن قد روی ھذا الحدیث عن عائشۃ وام سلمۃ جمیعا عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

(۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان وشعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

ف:۔ یہ حدیث بظاہر گذشتہ تمام احادیث کے خلاف ہے کیوں کہ اب تک سب روایات اس پر متفق تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے لیکن اس حدیث میں اس کے ساتھ شعبان کو بھی ملا دیا۔ ان دونوں کی تطبیق علماء نے مختلف طریقہ سے فرمائی ہے۔ اول یہ کہ اس حدیث میں تمام شعبان کو مبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اکثر حصۂ شعبان کے روزے رکھنے کی

تھی۔ چنانچہ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خود اس کی تصریح موجود ہے دوسرے یہ کہ ممکن ہے کسی وقت میں اتفاقاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ماہ شعبان کے روزے رکھے ہوں جس کی حضرت ام سلمہؓ کو اطلاع ہوئی اوروں کو نہیں ہوئی تیسرے یہ کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس وغیرہ حضرات کی روایت میں عادت کی نفی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ رمضان کے علاوہ اور کسی ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی نہیں تھی۔ اتفاقاً کسی ماہ کے پورے روزے رکھ لینا اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے اگر کسی سال کسی عارض کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے بھی پورے روزے رکھ لئے ہوں تو چونکہ وہ معمول نہ تھا اس لئے حضرت عائشہ وغیرہ نے ان کا تذکرہ نہیں کیا اور چونکہ پورے مہینے کے رکھے تھے اس لئے حضرت ام سلمہؓ نے ان کو ذکر کر دیا اس لئے ان میں کوئی اشکال نہیں ہے چوتھے یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں شعبان کے تمام مہینے کے روزے رکھتے ہوں اور اخیر میں ضعف کی وجہ سے کم کر دیئے ہوں۔ اس لئے جس نے آخری فعل ذکر کیا اس وجہ سے کہ وہ آخری فعل تھا اس نے اکثر ذکر کیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ یہ عارض کی وجہ سے تھا اصل معمول تمام مہینہ کا تھا اس نے تمام مہینہ ذکر کر دیا۔ بعض نے اس کا عکس بتایا ہے جیسا کہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اکثر مہینے کے روزے رکھتے تھے بعد میں تمام مہینے کے رکھنے لگے۔

(۵) **حدثنا** ھناد حدثنا عبدۃ عن محمد بن عمرو حدثنا ابو سلمۃ **عن** عائشۃ قالت لم اَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ فِیْ شَھْرٍ اَکْثَرَ مِنْ صِیَامِہٖ فِیْ شَعْبَانَ کَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِیْلًا بَلْ کَانَ یَصُوْمُہٗ کُلَّہٗ۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ شعبان کے اکثر حصہ میں آپ روزے رکھتے تھے بلکہ (قریب قریب) تمام مہینہ کے روزے رکھتے تھے۔

ف:۔ یہ ترقی کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تمام ماہ شعبان کے روزوں کا ذکر صاف بتلا رہا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے۔ شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ اس مہینہ میں وہ دن بھی ہے جس میں سال کے اعمال حق تعالیٰ جل شانہٗ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار

رہوں اس کے علاوہ اور بھی بعض وجوہ احادیث وغیرہ میں وارد ہوئی ہیں اور بعض اوقات ایک وجہ کا ہونا۔ دوسرے وقت میں دوسری وجہ کا ہونا بھی ممکن ہے اور متعدد وجوہ کا جمع ہو جانا بھی حضرت عائشہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تین دن ہر ماہ میں روزے رکھنے کا تھا وہ بسا اوقات عوارض کی وجہ سے رہ جاتے تھے اور سب کا مجموعہ شعبان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے اس کے ساتھ دوسری روایات میں پیر جمعرات کا روزہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نقل کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر دو تین مہینے بھی تمام سال میں کسی عذر سے چھوٹ گئے تو ایک مہینہ کے روزے بن جانا کیا مشکل ہے؟ ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان کی تعظیم کی وجہ سے شعبان کا روزہ افضل ہے یعنی جیسے فرض نمازوں سے قبل سنتیں پڑھی جاتی ہیں ایسے ہی رمضان سے قبل نفل روزے ہیں اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف کے خیال سے رمضان شریف سے قبل روزے کو منع بھی فرمایا ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ضعفِ روزہ کا کچھ ایسا اثر نہ ہوتا تھا اسی وجہ سے لگاتار روزے بھی رکھ لیتے تھے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے شعبان میں روزوں کی کثرت کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں ہر اس شخص کا نام مرنے والوں میں لکھا جاتا ہے جو اس تمام سال میں مرنے والے ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت ایسی حالت میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں بعض علماء نے لکھا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مہینہ میں نفل روزے رکھنے کا مخصوص معمول تھا اور رمضان المبارک میں نفل روزے رکھنے کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے ماہ رمضان کے حصّے کے روزے بھی پیشگی شعبان ہی میں رکھ لیتے تھے اور اسی بنا پر شعبان رمضان دو مہینوں کے روزے مل کر اکثر حصہ مہینہ کا ہو جاتا تھا۔

(۶) حدثنا القاسم بن دینار الکوفی حدثنا عبید اللہ بن موسی وطلق بن غنام عن شیبان عن عاصم عن زر بن حبیش عن عبد اللہ قال کان رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ غُرَّۃِ کُلِّ شَہْرٍ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَقَلَّ مَا کَانَ یُفْطِرُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔

(۶) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے شروع میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے۔

ف:۔ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی ترغیب مختلف احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہونے کی وجہ سے تین روزوں کا ثواب ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہو جاتا ہے اور اس حیثیت سے یہ شخص گویا عمر بھر روزہ دار رہنے کے حکم میں ہوگا۔ ان تین دن کی تعیین میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن کوئی مخالفت نہیں کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ کے شروع ہی میں تین روزے رکھ لیتے تھے۔ کبھی کبھی ہر پیر جمعرات کو کبھی تیرہ، چودہ، پندرہ کو ایسے ہی اور مختلف اوقات میں بھی اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آئندہ حدیث میں وارد ہے کہ متعین ایام نہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے کبھی سفر یا حضر میں ترک نہیں فرماتے تھے۔ دوسرا مضمون حدیث بالا میں جمعہ کے روزہ کے متعلق ہے اس حدیث سے جمعہ کے دن روزہ کا اہتمام معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری روایات میں روزہ کے لئے جمعہ کی تخصیص کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے بعض علماء حدیث بالا کی وجہ سے اس کے استحباب کے قائل ہوئے ہیں اور بعض علماء ممانعت کی وجہ سے جمعہ کی تخصیص کو مکروہ بتاتے ہیں خود حنفیہ کے یہاں بھی دونوں قول ہیں۔

(۷) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبۃ عن یزید الرشک قال سمعت معاذۃ قالت قلت لعائشۃ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَہْرٍ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ مِنْ اَیِّہٖ کَانَ یَصُوْمُ قَالَتْ کَانَ لَا یُبَالِیْ مِنْ اَیِّہٖ صَامَ قال ابو عیسٰی ویزید الرشک ھو یزید الضبعی البصری وھو ثقۃ وروی عنہ شعبۃ وعبد الوارث بن سعید وحماد بن یزید و اسمٰعیل بن ابراھیم وغیر واحد من الائمۃ وھو یزید القاسم ویقال القسام والرشک بلغۃ اھل البصرۃ ھو القسام۔

(۷) معاذہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ رکھتے تھے میں نے مکرر پوچھا کہ مہینہ میں کن ایام میں رکھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ اس کا اہتمام نہیں ہوتا جن ایام میں موقعہ ہوتا رکھ لیتے۔

ف:- یعنی کسی زمانے میں یہ بھی معمول شریف رہا ہے کہ تعیین ایام کا اہتمام نہیں تھا اور کبھی مخصوص ایام میں مثلاً مہینہ کی پہلی تین تاریخوں میں کبھی مہینہ کے اخیر تین ایّام میں کبھی ایک مہینہ میں شنبہ یک شنبہ دوشنبہ کو رکھتے اور دوسرے مہینہ میں سہ شنبہ چہار شنبہ پنجشنبہ کو رکھتے اسی لئے اس بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں اور اسی لئے حضرت عائشہؓ نے تعیین کا انکار فرما دیا۔

(۸) حدثنا ابوحفص عمرو بن علی حدثنا عبداللّٰہ بن داؤد عن ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن ربیعۃ الجرشی عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتحری صوم الاثنین والخمیس۔

(۸) حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم پیر جمعرات کے روزہ کا (اکثر) اہتمام فرماتے تھے۔

ف:- بعض روایات میں ان دنوں کے روزے کے اہتمام کی وجوہ بھی وارد ہوئی ہیں چنانچہ ایک وجہ ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں قریب ہی آرہی ہے کہ یہ دونوں دن اعمال کی پیشی کے ہیں۔ پیر کے دن کے متعلق مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ میں پیر ہی کے دن پیدا کیا گیا ہوں اور پیر ہی کے روز مجھ پر قرآن شریف نازل ہونا شروع ہوا ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن حق تعالیٰ جل شانہٗ ہر مسلمان کی مغفرت (بشرط قواعد) فرما دیتے ہیں مگر جن دو شخصوں میں آپس میں چھوٹ چھٹاؤ ہو ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی مغفرت کو اس وقت تک روک دیا جائے جب تک کہ یہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔

(۹) حدثنا ابومصعب المدینی عن مالک بن انس عن ابی النضر عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن عن عائشۃ قالت ما کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصوم فی شہر اکثر من صیامہ فی شعبان۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

ف:- اس کا بیان مفصل گذر چکا ہے۔

(۱۰) حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا ابوعاصم عن محمد بن رفاعۃ عن سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم۔

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں

کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال پیر جمعرات کے دن حق تعالیٰ جل شانہٗ کی عالی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش ہوں۔

ف:- تاکہ قبولیت کے زیادہ قریب ہو جائیں اعمال پیش ہونے میں یہ اشکال ہے کہ مسلم شریف کی ایک روایت کا یہ حاصل ہے کہ اعمال صبح و شام دو مرتبہ روزانہ بارگاہ تک پہنچتے ہیں پھر پیر جمعرات کو پیش ہونے کا کیا مطلب ان دونوں کے درمیان میں محدثین نے مختلف طریقہ سے جمع کیا ہے سہل یہ ہے کہ رات دن کے اعمال تفصیلی طور پر روزانہ دو مرتبہ پیش ہوتے ہیں رات کے علیحدہ اور دن کے علیحدہ اور پھر معمولی تفصیل سے ہفتہ کو دو بار پیر جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اور تمام سال کے مجموعی اعمال اجمالی طور پر شعبان میں اور شب قدر میں بھی پیش ہوتے ہیں اور بار بار کی پیشی میں منجملہ متعدد مصالح کے ایک مصلحت فرشتوں کے سامنے نیک لوگوں کا اظہار شرف ہے کہ ان حضرات نے آدمی کی پیدائش کے وقت یہ اشکال کیا تھا کہ آپؐ ایسی مخلوق کو پیدا فرما رہے ہیں جو دنیا میں کشت و خون اور فساد برپا کریں گے اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ بہت سے نیک اعمال کا فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر تذکرہ بھی فرماتے ہیں ورنہ حق تعالیٰ شانہٗ ہر شخص کے ہر عمل سے ہر وقت واقف ہیں ان کے لئے اعمال پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۱) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابواحمد ومعٰویۃ بن ہشام قالا حدثنا سفیٰن عن منصور عن خیثمۃ عن عائشۃ قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصوم من الشہر السبت والاحد والاثنین ومن الشہر الآخر الثلاثاء والاربعاء والخمیس۔

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم (کبھی) ہر مہینہ کے تین روزے اس طرح بھی رکھتے تھے کہ ایک مہینہ میں ہفتہ اتوار پیر کو روزہ رکھ لیتے اور دوسرے ماہ میں منگل بدھ جمعرات کو۔

ف:- تاکہ ہفتہ کے تمام دنوں میں روزے ہو جائیں اور جمعہ کا روزہ قصداً نہ رکھتے ہوں جیسا کہ بعض روایات میں اس کو عید کا دن قرار دیا گیا اور دوسرے اہم مشاغل اس میں ہوتے ہیں یا اس

روایت میں ذکر نہیں کیا گیا دوسری روایت میں اس کے روزے کا ذکر ہے ہی۔

(۱۲) **حدثنا** هارون بن اسحٰق الهمدانی حدثنا عبدة بن سليمان عن هشام بن عروة عن ابيه **عن** عائشة قالت كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَ اَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةَ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

(۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ عاشورہ کا روزہ زمانہ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (ہجرت سے قبل تطوعاً) رکھ لیا کرتے تھے (لیکن ہجرت کے بعد) جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو خود بھی (اہتمام سے) رکھا اور امت کو بھی (وجوباً) حکم فرمایا۔ مگر جب رمضان المبارک نازل ہوا تو وہی فرضی روزہ بن گیا اور عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہو گئی (اب استحباب باقی ہے جس کا دل چاہے رکھے اور جس کا دل چاہے نہ رکھے۔

ف:۔ عاشورے کے روزے کی فضیلت میں مختلف روائتیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرفہ کے روزہ سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور عاشورے کے روزہ سے ایک سال کے۔ بعض شروح میں لکھا ہے کہ عاشورے کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارہ پر آئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی اور فرعون غرق ہوا تھا اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن آسمان پر اٹھائے گئے اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی اور اسی دن ان کی امت کا قصور معاف ہوا اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکالے گئے۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مشہور مرض سے صحت عطا ہوئی اور اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا اس کے علاوہ اور بھی کرامات اس دن کی شروح حدیث اور کتب سیر میں لکھی ہیں محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی ہے مگر بہت سے کرامات صحیح طور سے بھی ثابت ہیں کہتے ہیں کہ وحشی جانور بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں اللہ اکبر کس قدر متبرک دن ہے جس کو ہم لوگ لہو ولعب میں ضائع کر دیتے ہیں غالباً انہیں میں سے کسی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں اس دن کی فضیلت مشہور تھی جس کی وجہ سے

زمانہ جاہلیت میں اس دن کی فضیلت مشہور تھی جس کی وجہ سے قریش اسلام سے قبل اس کا روزہ رکھتے تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود جو اہل کتاب ہیں وہ بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ روزہ کیوں رکھتے ہو انہوں نے کہا کہ اس دن حق تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خلاصی عطا کی تھی اور فرعون کو غرق کیا تھا جس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کے تم سے زیادہ مستحق ہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور امت کو بھی اس روزہ کا حکم فرمایا۔ مسلم شریف میں یہ قصہ مذکور ہے اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک رمضان سے پہلے یہ روزہ فرض تھا جب رمضان شریف کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی استحباب اور ایک سال کے گناہ معاف ہونے کی فضیلت اب بھی باقی ہے۔

مسئلہ:۔ عاشورے کا روزہ اصل دسویں تاریخ کا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے کہ ان کا مذہب بہرحال آسمانی ہے اور مشرکین کے مذہب سے اولیٰ ہے۔ مگر اخیر زمانہ میں اہل کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام ہو گیا تھا جو بہت سی وجوہ سے ضروری تھا اسی سلسلہ میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ادھر توجہ دلائی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اگر زندہ رہا تو اگلے سال نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہود کی مخالفت کرو اور نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھا کرو یعنی دسویں کے ساتھ ایک اور ملا لیا کرو کہ اس سے تشبہ جاتا رہتا ہے اس لئے تنہا عاشورہ کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے بہتر تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ ملا لے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے اگر نویں کا نہ ملا سکے تو پھر گیارھویں کا ملا لے۔

(۱۳) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی حدثنا سفيٰن عن منصور عن ابراهيم **عن** علقمة قال سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُصُّ مِنَ الْاَيَّامِ

(۱۳) علقمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام کو عبادت کے لئے مخصوص فرمایا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ (نہیں) حضور

شَيْئًا قَالَتْ كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيقُ۔

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال دائمی ہوتے تھے تم میں سے اس بات کی کون طاقت رکھتا ہے جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم طاقت رکھتے تھے۔

ف ا۔ یعنی کسی دن کو کسی عبادت کے ساتھ مخصوص فرمالیتے ہوں مثلاً پیر کا دن روزہ کے ساتھ مخصوص ہو کہ ہر پیر کو روزہ رکھتے ہوں کبھی افطار نہ فرماتے ہوں یا یہ کہ پیر کے علاوہ روزہ نہ رکھتے ہوں یہ دونوں باتیں نہ تھیں البتہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جو کام شروع فرماتے اس پر مداومت فرماتے تھے تم لوگ اس قدر مداومت اور اہتمام کی طاقت نہیں رکھتے جتنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمولات کا اہتمام فرماتے تھے۔ کہ جو معمول کسی عذر سے رہ جاتا دوسرے وقت اس کو پورا فرماتے جیساکہ شعبان کے روزوں کے بیان میں گزرا۔ حاصل یہ کہ اس حیثیت سے تخصیص نہ تھی کہ وہ عمل اسی دن کیا جائے اور اس دن میں دوسرا عمل نہ کیا جائے۔ البتہ معمولات کے پورا کرنے کا اہتمام تھا جن میں خاص ایام کے روزے بھی داخل ہیں اس تقریر پر یہ اشکال نہیں رہا کہ خود حضرت عائشہ سے حدیث نمبر۳ پر پیر جمعرات کے روزے کا اہتمام گزر چکا ہے۔ حافظ حدیث ابن حجرؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سوال جواب ان تین روزوں کے متعلق ہے جو ہر ماہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھنے کا معمول تھا جن کا حدیث نمبر۷ میں گزرا۔ اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔

(۱۴) حدثنا هارون بن اسحاق حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ أَحَبُّ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ۔

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف لائے تو میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہے جو رات بھر نہیں سوتیں۔ حضور اکرم صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ نوافل اس قدر اختیار کرنی چاہئیں جن کا تحمل ہو سکے حق تعالیٰ جل شانہٗ ثواب دینے سے نہیں گھبراتے یہاں تک کہ تم عمل کرنے سے گھبرا جاؤ۔ حضرت

عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی عمل زیادہ پسند تھا جس پر آدمی نباہ کر سکے۔

ف ا۔ یہ صحابیہ حضرت حولاءؓ تھیں۔ صحابہ کرام میں عبادت کا ولولہ اور جوش تھا۔ حدیث کی کتابوں میں بہت سے قصے اس قسم کے مذکور ہیں کہ ان حضرات کا شوق ان کو حد سے زیادہ مجاہدہ پر مجبور کرتا ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتدال کی نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضؓ بن عمرو بن عاص ایک مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ طے کر لیا کہ عبادت میں بہت ہی کوشش کروں گا۔ دن میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور رات کو روزانہ ایک کلام مجید ختم کیا کروں گا۔ میرے والد نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کر دیا۔ ایک مرتبہ والد نے بیوی سے میرا حال دریافت کیا اس نے عرض کیا بہت نیک آدمی ہیں کہ رات بھر بستر پر نہیں آتے نہ کسی سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں۔ میرے والد مجھ پر بہت خفا ہوئے کہ میں نے کیسی شریف عورت سے تیرا نکاح کیا تھا تو نے اس کو معلق چھوڑ رکھا ہے مجھ پر غلبہ شوق میں کچھ اثر نہ ہوا والد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرتؐ صحیح ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا نہ کیا کرو کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی افطار۔ اسی طرح رات کو نمازیں بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے کہ رات بھر جاگنے سے ضعیف ہو جاتی ہیں۔ تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، اولاد کا بھی حق ہے، ملنے والوں کا بھی حق ہے۔

(۱۵) حدثنا ابو هشام محمد بن يزيد الرفاعي حدثنا ابن فضيل عن الاعمش عن ابي صالح قال سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتَا مَا دِيمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ۔

(۱۵) ابو صالح رحؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت اُم سلمہ رضؓ سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون عمل زیادہ پسند تھا؟ دونوں نے یہ جواب دیا کہ جس عمل پر مداومت کی جائے خواہ کتنا ہی کم ہو۔

ف ا۔ ان سب روایتوں سے یہ مقصود ہے کہ روزہ اور ایسے ہی ہر نفلی عمل خواہ قلیل ہو لیکن

جتنا کر سکے اتنا نباہ کر اہتمام سے کرے مگر ایسا بھی نہ کرے کہ نہ نبھنے کے خوف سے نفل اعمال کو بالکل ہی خیر باد کہہ دے کہ فرائض میں کوتاہی کو پورا کرنے والی چیزیں نوافل ہی ہیں اس لیے اہتمام کے ساتھ جس قدر نباہ ہو سکے اس کی سعی کرے۔

(۱۶) **حدثنا** محمد بن اسمٰعیل حدثنا عبد اللہ بن صالح حدثنی معاویۃ بن صالح عن عمرو بن قیس انہ سمع عاصم بن حمید قال **سمعت** عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ وَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهٖ وَيَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوْعِهٖ وَيَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ قَرَأَ اٰلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُوْرَةً سُوْرَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

(۱۶) عوف بن مالک رضؓ کہتے ہیں کہ میں ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی پھر وضو فرمایا پھر نماز کی نیت باندھ لی میں نے بھی حضور اکرم صلعم کا اقتدا کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کی نیت باندھ لی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ شروع فرمائی اور جس آیتِ رحمت پر گزرتے وہاں وقفہ فرما کر حق تعالیٰ جل شانہٗ سے رحمت کا سوال فرماتے اور ایسے ہی جس آیتِ عذاب پر گزرتے وہاں وقفہ فرما کر حق تعالیٰ شانہٗ سے اس عذاب سے پناہ مانگتے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً اتنی ہی دیر رکوع فرمایا رکوع میں سبحٰن ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ یہ دعا پڑھتے رہے پاک ہے وہ ذات جو حکومت اور سلطنت والی نہایت بزرگی اور عظمت و بڑائی والی ہے۔ پھر رکوع ہی کی مقدار کے موافق سجدہ کیا اور اس میں بھی یہی دعا پڑھی اس کے بعد دوسری رکعت میں) سورہ آل عمران اور اسی طرح (ایک ایک رکعت میں) ایک ایک سورۃ پڑھتے تھے۔

ف:۔ یہ چار رکعتیں کتنی لمبی ہوں گی الفاظ سے خود ہی ظاہر ہے کہ ایک سورہ بقرہ ڈھائی پارے کی سورت اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کہ نہایت اطمینان سے ہر حرف علیحدہ ظاہر ہو اس پر ہر آیتِ رحمت اور عذاب پر ٹھہر کر دعائیں مانگنا پھر اتنا ہی طویل رکوع اور پھر سجدہ بھی ایسا ہی۔ یہ ایک رکعت ہوئی اس طرح چار رکعت جو تمام رات میں بھی بمشکل پوری ہوں

لیکن غلبہ شوق کے سامنے بالخصوص ایسی ذات کے لئے جن کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہو یہ چیز کچھ بھی گراں نہ تھی۔ اخیر کی چند حدیثوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے تذکرہ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں۔ شمائل کے بعض نسخوں میں تو یہ متفرق باب چاشت کا بیان اور روزہ کا بیان وغیرہ میں ہی نہیں بلکہ یہ تمام حدیثیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے باب میں ہیں ان میں تو کوئی اشکال ہی نہیں لیکن جن نسخوں میں یہ متفرق باب موجود ہیں ان میں ایک دقیق بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ عموماً جو لوگ روزوں کے شوقین ہوتے ہیں اکثر دیکھا گیا کہ وہ ایسا افراط کرنے لگتے ہیں کہ حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے اس لئے اوّل امام ترمذیؒ نے اعتدال اور میانہ روی کی حدیثیں ذکر کیں اور اخیر روایت سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اگر غلبۂ شوق میں کسی وقت کچھ معمول سے زیادتی ہو جائے تو مضائقہ نہیں ایسا نہ ہونا چاہئے کہ عبادت سے ملال اور نفور پیدا ہو جائے۔

باب ما جاء فی قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب ۴۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا ذکر

ف:۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی کیفیت کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طریقہ سے ترتیل اور تجوید کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) **حدثنا** قتیبۃ بن سعید حدثنا اللیث بن سعد عن ابن ابی ملیکۃ **عن** یعلی بن مملک انہ سأل اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔

(۱) یعلیٰؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ ام المومنین سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت پوچھی انہوں نے ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ صاف صاف کیفیت بتائی۔

ف:۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے میں حروف واضح طور سے ظاہر ہوتے تھے یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے زبانی یہ کیفیت بتائی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس طرح

پڑھ کر بتایا ہو جس سے یہ کیفیت ظاہر ہو شراحِ حدیث دونوں احتمال بتاتے ہیں مگر اقرب دوسرا احتمال ہے اس لئے کہ حضرت ام سلمہؓ سے اسی نوع کی ایک حدیث نمبر ۳ پر آرہی ہے اس میں حضرت ام سلمہؓ نے پڑھ کر بتایا کہ اس طرح تلاوت فرماتے تھے۔

(۲) حدثنا محمد بن بشار حدثنا وهب بن جرير بن حازم حدثنا ابي عن قتادة قال قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَدًّا۔

(۲) قتادہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مد والے حروف کو) مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھتے تھے۔

ف:- یعنی جو حروف ایسے ہوتے تھے کہ ان کو مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ان کو مد کے ساتھ پڑھتے تھے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب اطمینان سے تلاوت کی جائے جلدی جلدی میں مد کے ساتھ پڑھنا مشکل ہے اس سے دونوں باتیں ظاہر ہو گئیں اطمینان سے پڑھنا بھی اور مدوں کی رعایت کرنا بھی۔ شراحِ حدیث نے لکھا ہے کہ مد کے بھی قواعد ہیں جو تجوید کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں ان کی رعایت ضروری ہے۔ ہمارے زمانے کے بعض قاری مدوں کو اتنا کھینچتے ہیں کہ حدود سے بڑھ جاتا ہے۔ ہر چیز اصول اور قواعد کے موافق ہی صحیح ہے افراط اور تفریط دونوں مذموم ہیں۔

(۳) حدثنا علي بن حجر حدثنا يحيى بن سعيد الاموي عن ابن جريج عن ابن ابي مليكة عن ام سلمة قالت كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهٗ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَأُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔

(۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت میں ہر آیت کو جدا جدا کر کے علیحدہ علیحدہ اس طرح پڑھتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر ٹھہرتے پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر وقف کرتے پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر وقف کرتے۔

ف:- غرض ہر ہر آیت کو جدا جدا نہایت اطمینان سے ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔ قرا[ء] کے یہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ہر آیت پر سانس لینا افضل ہے یا نہیں۔ مرشدِ عالم حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مستقل رسالہ "رد الطغیان فی اوقافِ القرآن" جو نہایت مختصر ہے اردو زبان میں شائع ہوا ہے اس مسئلہ کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔

(۴) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا الليث عن معاوية بن صالح عن عبد الله بن ابي قيس قال سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلَّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ فَقُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً۔

(۴) عبد اللہ بن ابی قیسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف آہستہ پڑھتے تھے یا پکار کر انہوں نے فرمایا دونوں طرح معمول تھا۔ میں نے کہا الحمد للہ اللہ کا شکر و احسان ہے جس نے ہر طرح سہولت عطا فرمائی کہ بمقتضائے وقت جیسا مناسب ہو آواز سے یا آہستہ اسی طرح پڑھ سکے۔

ف:- یہ سوال جیسا کہ جامع ترمذی شریف کی روایت میں تصریح ہے تہجد کی نماز کے بارے میں تھا اور اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ دونوں طرح معمول تھا۔ یعنی آواز سے بھی اور آہستہ بھی اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک رات میں ہی دونوں طرح معمول تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ کسی رات میں آواز سے پوری نماز پڑھنے کی نوبت آتی تھی اور کسی رات میں آہستہ تمام نماز پڑھ لیتے تھے دونوں صحیح ہیں اور تہجد میں دونوں طرح پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے وقت کی مناسبت سے بسا اوقات آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے بالخصوص جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب بنے یا نشاط پیدا ہوتا ہو اور جہاں کسی کی تکلیف کا احتمال ہو یا ریا کا شائبہ ہو وہاں آہستہ پڑھنا اولیٰ ہوتا ہے جہر سے پڑھنے میں دوسروں کی تکلیف کی رعایت ضروری ہے اور کسی وقت دونوں برابر ہوں تو معمولی جہر اولیٰ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا معمول تہجد میں آہستہ پڑھنے کا تھا اور حضرت عمرؓ بلند آواز میں پڑھتے تھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں حضرات پر گذر ہوا دونوں کا حال دیکھا صبح کو جب دونوں حضراتؓ حاضرِ خدمت ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ فرمایا ابو بکر میں تمہارے پاس سے گزرا تم بہت آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ میں جس پاک ذات سے باتیں کر رہا تھا وہ سن ہی رہا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم بہت بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ غفلت سے سونے والوں کو جگانا اور شیطان کو اپنے سے دور رکھنا مقصود تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضرات کی تصویب فرمائی اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا سا بڑھا لیا کرو اور حضرت

عمرؓ سے فرمایا کہ تم ذرا آہستہ کر دو۔

(۵) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا مسعر عن ابی العلاء العبدی عن یحیی بن جعدة عن ام ھانی قالت کُنْتُ اَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ وَاَنَا عَلٰی عَرِیْشِیْ۔

(۵) حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد حرام میں قرآن شریف پڑھتے تھے اور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سنا کرتی تھی۔

ف:۔ یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہایت صاف صاف بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ میں اپنے مکان سے سن لیتی تھی۔ رات کے وقت ویسے بھی آواز دور تک جایا کرتی ہے اور پھر مکان کی چھت پر تو اور بھی صاف ہو جاتی ہے بالخصوص جب مکان قریب ہو۔

(۶) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد انبانا شعبة عن معاویة بن قرة قال سمعت عبداللہ بن مغفل یقول رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی نَاقَتِہٖ یَوْمَ الْفَتْحِ وَھُوَ یَقْرَأُ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَقَرَأَ وَرَجَّعَ قَالَ وَقَالَ مُعَاوِیَةُ بْنُ قُرَّةَ لَوْلَا اَنْ یَّجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَیَّ لَاَخَذْتُ لَکُمْ فِیْ ذٰلِکَ الصَّوْتَ اَوْ قَالَ اللَّحْنَ۔

(۶) عبداللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ پڑھتے دیکھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے معاویہ بن قرہ (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں وہ) کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس لہجہ میں پڑھ کر سناتا۔

ف:۔ ترجیع کے معنی لغت کے اعتبار سے لوٹانے کے ہیں آواز کو لوٹا کر پڑھنا مراد ہے خود عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفسیر آآ منقول ہے اس کا مطلب بعض علماء نے آواز کو درست کر کے پڑھنے کا فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ کے فتح ہونے اور دارالاسلام بن جانے کی وجہ سے غایت سرور تھا اس لئے نہایت لطف سے پڑھ رہے تھے مگر میرے استاد حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

چونکہ اونٹنی پر تشریف فرما تھے اس لئے اس کی حرکت سے آواز ترجیعی معلوم ہوتی تھی اسی بناء پر عبداللہ بن مغفلؓ نے اس کی تفسیر آآ سے نقل کی اور اسی وجہ سے معاویہ نے اس کی نقل کرنے کی ہمت نہیں کی کہ دانستہ اس طرح آواز بنانے سے لوگ مجتمع ہو جائیں گے اس توجیہ کے موافق آئندہ حدیث کے بھی مخالف نہیں ہو گی بندہ کے نزدیک یہی توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے اس لئے کہ اگر پہلے قول کے موافق آواز بنا کر اور درست کر کے پڑھنا مراد ہے تو پھر لوگوں کے مجتمع ہونے کا کیا خوف ہے قرآن پاک کو اچھی طرح سے جس میں گانے کی مشابہت پیدا نہ ہو پڑھنا ہی چاہیئے۔ بہت سی احادیث میں مختلف عنوان سے قرآن پاک کو ترتیل سے اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض روایات میں اپنے رسالہ "چہل حدیث" میں لکھ چکا ہوں۔ جس کا دل چاہے اس کو دیکھے۔

(۷) حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا نوح بن قیس الحدانی عن حسام بن مصک عن قتادة قال مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْہِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَکَانَ نَبِیُّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْہِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَکَانَ لَا یُرَجِّعُ

(۷) قتادہؒ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز والا مبعوث فرمایا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور جمیل آواز والے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔

ف:۔ اس حدیث کو پہلی حدیث سے بظاہر تعارض ہے جس کی توجیہ گذشتہ حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ آواز کو لوٹا کر پڑھنے کی نفی مقصود ہے بعض علماء نے اس سے گانے کی آواز مراد لی ہے کہ گانے کی آواز سے تلاوت کی ممانعت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

(۸) حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمٰن حدثنا یحیی بن حسان حدثنا عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن عمرو بن ابی عمرو عن عکرمة عن ابن عباس قال کَانَ قِرَاءَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا یَسْمَعُہَا مَنْ فِی الْحُجْرَةِ وَھُوَ فِی الْبَیْتِ۔

(۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز (صرف اس قدر بلند ہوتی تھی کہ) آپ اگر کوٹھری میں پڑھتے تو صحن والے سن لیتے تھے۔

ف:۔ یعنی صحن سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ قرآن شریف کا آہستہ اور آواز سے پڑھنا دونوں مواقع کے لحاظ سے افضل ہیں۔ اگر ترغیب کا موقع ہو یا کوئی اور سبب جہر کی ترجیح کا ہو تو جہر

سے پڑھے اور اگر ریا وغیرہ کا خوف ہو تو آہستہ پڑھے۔ غرض یہ کہ موقع کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آواز سے قرآن پاک پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ اعلان سے صدقہ کرنے والا اور آہستہ قرآن شریف پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنے والا، اور صدقہ کے متعلق اظہار اور اخفاء کا افضل ہونا موقع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے اسی طرح تلاوت کا بھی حکم ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۴۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ وزاری کا ذکر

ف ۱:۔ آدمی کا رونا چند وجوہ سے ہوتا ہے کبھی رحمت اور مہربانی کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی خوف کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی اشتیاق ومحبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی غلبہ خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی کسی درد وغیرہ کی تکلیف کی وجہ سے اور کبھی رنج کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی کسی کے ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک رونا توبہ کی وجہ سے ہوتا ہے جو کسی گناہ کے صادر ہو جانے کی وجہ سے آتا ہے ایک رونا نفاق کا کہلاتا ہے جو کسی دوسرے کے دکھلانے کی وجہ سے نماز وغیرہ میں خشوع وخضوع ظاہر کرنے کے طور پر رویا جائے۔ ایک رونا مانگنے کا کہلاتا ہے جیسے کسی کے مردہ کو بلا مزدوری لئے رویا جائے ایک رونا مزدوری کا رونا کہلاتا ہے جیسا کسی میت کے گھر مزدوری لے کر رویا جائے جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے ایک موافقت کا رونا کہلاتا ہے وہ یہ کہ کسی کو روتا ہوا دیکھ کر رونا آجائے وغیرہ وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ اکثر میت پر شفقت ورحمت یا امت پر خوف یا اللہ تعالیٰ کے ڈر یا اس کے اشتیاق سے ہوتا تھا جیسا کہ روایات سے معلوم ہوگا انہی اقسام کا رونا محمود ہے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ ایک رونا جھوٹ کہلاتا ہے وہ اس شخص کا رونا ہے جو کسی گناہ پر روئے اور اس پر جما رہے شراح حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رونا رنج کا رونا تھا اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رونا شوق کا رونا تھا اور نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم کا رونا محبت کا رونا تھا۔ بندہ کے نزدیک اس کا

مطلب یہ ہے کہ راتوں کا اکثر رونا اس ذیل میں تھا ورنہ جیسا ابھی گزرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا مختلف انواع کا ہوتا تھا۔ چنانچہ مختلف انواع کی روایات آرہی ہیں اس باب میں مصنف رحمہ اللہ نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك عن حماد بن سلمة عن ثابت عن مطرف وهو ابن عبد الله بن الشخير عن ابيه قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ۔

(۱) عبد اللہ بن شخیر کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا۔

ف ۱:۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خشوع وخضوع کی وجہ سے تھا۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ یہ حالت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ہوتی تھی جب کہ اللہ جل جلالہٗ کی صفاتِ جلالیہ اور صفاتِ جمالیہ دونوں کا ظہور اکٹھا ہوتا تھا اور صفاتِ جلالیہ کے ظہور کی تو کوئی چیز طاقت ہی نہیں رکھتی البتہ صرف صفاتِ جمالیہ کا جس وقت ظہور ہوتا تھا اس وقت ایک سرور اور انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مشائخ سلوک کو بھی یہی دو کیفیتیں پیش آتی ہیں۔

(۲) حدثنا محمود بن غيلان حدثنا معاوية بن هشام حدثنا سفيان عن الاعمش عن ابراهيم عن عبيدة رحـ عن عبد الله بن مسعود قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاْ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَهْمِلَانِ۔

(۲) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف سناؤ (شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ارشاد فرمایا ہو کہ سننے میں غور وتدبر پڑھنے سے زیادہ ہوتا ہے یا کسی اور وجہ سے سننے کی رغبت فرمائی ہو کہ بہت سی وجوہ کی ہو سکتی ہیں مثلاً یہی کہ قرآن شریف سننے کی سنت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو جائے) میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم) آپؐ ہی پر تو نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سناؤں۔ (شاید ابن مسعودؓ کو یہ خیال ہوا کہ سنانا تبلیغ اور یاد کرانے کے واسطے ہوتا ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں۔ میں نے امتثال حکم میں سنانا شروع کیا اور سورۂ نساء (جو چوتھے پارہ سے پونے میں شروع ہوتی ہے) پڑھنا شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا کہ دونوں آنکھیں گریہ کی وجہ سے بہہ رہی تھیں۔

ف:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام الٰہی کے سننے سے تھا کہ تلاوتِ کلام اللہ کی شان یہی ہے، امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ تلاوت کے وقت رونا عارفین کی شان ہے اور صالحین کا شعار ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ الآیہ سورۂ مریم۔ جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو زمین پر گر جاتے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الآیہ بنی اسرائیل کہ یہ قرآن شریف جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور قرآن شریف یعنی اس کا سننا ان کے خشوع کو اور بڑھا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ان آیات کے مطابق کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام اللہ شریف کی عظمت و جلال کی وجہ سے ہونا قرین قیاس ہے اس صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے رو رہے ہوں اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی نگاہ اسی وقت پڑی ہو قرین قیاس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص اس آیت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رونا آیا ہو کہ اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے، اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپؐ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے۔ یہ قیامت کا منظر ہے کہ اسی دن ہر نبی کو ان کی امت پر گواہی دینے کے لئے بطور سرکاری گواہ کے لایا جائے گا۔ جس کے حالات محشر کی احادیث میں مفصل موجود ہیں اس صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا قیامت کے دن اور محشر کے سخت حالات کے تصور سے ہو کہ نہایت ہی سخت دن ہوگا اور ہر شخص نفسی نفسی میں مبتلا ہوگا اور ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اس آیت شریفہ میں بطور گواہ کے پیش ہونے

کا ارشاد ہے تو اس گواہی کی شدت کی وجہ سے خوف ہو چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب یہ آیت پڑھی گئی یہ کہا کہ یا اللہ جو لوگ میرے سامنے نہیں ہیں ان پر کیسے گواہی دوں گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس گواہی کے سلسلہ میں قیامت کا منظر سامنے آیا اور امت کا فکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت رہتا ہی تھا اس لئے امت کے گناہ گاروں کے حال پر شفقت کی وجہ سے رونے کا غلبہ ہو گیا ان میں سے ہر وجہ ایسی ہے کہ وہ گریہ کا سبب بن سکتی ہے ان سب کا مجموعہ اور ان کے علاوہ اور بھی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

(۳) حدثنا قتيبة حدثنا جرير عن عطاء بن السائب عن ابيه عن عبد الله بن عمرو قَالَ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتّٰى لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّرْفَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّرْفَعَ رَأْسَهٗ فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَيَبْكِيْ وَيَقُوْلُ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَاَنَا فِيْهِمْ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا انْكَسَفَا فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تعالٰی۔

(۳) عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گہن ہوا (یہ قصہ جمہور کے نزدیک سنہ ۱۰ھ کا ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز شروع فرما کر اتنی دیر کھڑے رہے گویا رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے (دوسری روایت میں ہے کہ سورہ بقرہ پڑھی تھی) اور پھر رکوع اتنا طویل کیا کہ گویا رکوع سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر ایسے ہی رکوع کے بعد سر اٹھا کر قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا سجدہ کرنا ہی نہیں ہے۔ پھر سجدہ کیا اور اس میں بھی سر مبارک زمین پر اتنی دیر تک رکھے رہے گویا سر مبارک اٹھانا ہی نہیں ہے اسی طرح سجدہ سے اٹھ کر جلسہ اور پھر جلسہ کے بعد دوسرے سجدہ میں غرض ہر ہر رکن اس قدر طویل ہوتا تھا کہ گویا یہی رکن اخیر تک کیا جائے گا دوسرا کوئی رکن نہیں ہے اسی طرح دوسری رکعت پڑھی اور اخیر سجدہ میں شدت غم اور جوش کے سے سانس لیتے تھے اور روتے تھے اور

حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ عالی میں یہ عرض کرتے تھے کہ اے اللہ تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میری موجودگی تک امت کو عذاب نہ ہوگا۔ اے اللہ تو نے ہی یہ وعدہ کیا تھا کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے عذاب نہیں ہوگا اب ہم سب استغفار کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس مضمون کی طرف اشارہ ہے جو کلام اللہ شریف میں نویں پارہ کے اخیر میں ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ ایسا نہ کریں گے کہ ان لوگوں میں آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اس حالت میں بھی ان کو عذاب نہ دیں گے کہ وہ استغفار کرتے رہیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو آفتاب نکل چکا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد وعظ فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد یہ مضمون فرمایا کہ شمس و قمر کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گہن نہیں ہوتے بلکہ یہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی دو نشانیاں ہیں (جن سے حق سبحانہٗ اپنے بندوں کو عبرت دلاتے ہیں اور ڈراتے ہیں) جب یہ گہن ہو جایا کریں تو اللہ جل جلالہٗ کی طرف فوراً متوجہ ہو جایا کرو اور استغفار و نماز شروع کر دیا کرو۔

ف:۔ اس وعظ کی یہ مصلحت تھی کہ ایام جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ چاند و سورج کا گہن کسی بڑی موت یا کسی بڑے شخص کی پیدائش کی وجہ سے ہوتا ہے اور اتفاق وقت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب گہن ہوا تو اسی دن صاحبزادۂ اقدس حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی ہوا تھا۔ اس لئے اس سے جاہلی خیال کی اور بھی تائید ہوتی ہے اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ گہن حضرت ابراہیم کے انتقال کی وجہ سے ہوا۔ صلوٰۃ الکسوف میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ ایک رکوع سے پڑھنی چاہیے یا ایک سے زائد رکوع کے ساتھ۔ حنفیہ کا مسلک ایک ہی رکوع کا ہے اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے باقی علمی بحث اور فریقین کے دلائل اس جگہ سے مناسبت نہیں رکھتے۔

(۴) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو احمد حدثنا سفین عن عطاء بن السائب عن عکرمۃ عن ابن عباس قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی قریب الوفات تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گود

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَةً لَهُ تَقْضِي فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَاتَتْ وَهِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَاحَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَبْكِينَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ فَقَالَتْ أَلَسْتُ أَرَاكَ تَبْكِي قَالَ إِنِّي لَسْتُ أَبْكِي إِنَّمَا هِيَ رَحْمَةٌ إِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلَى كُلِّ حَالٍ إِنَّ نَفْسَهُ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ وَهُوَ يَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالَى۔

میں اٹھایا اور اپنے سامنے رکھ لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی رکھے رکھے ان کی وفات ہوگئی ام ایمن (جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی تھیں) چلا کر رونے لگیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے ہی چلا کر رونا شروع کر دیا۔ (چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بھی ٹپک رہے تھے اس لئے) انہوں نے عرض کیا کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی تو رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رونا ممنوع نہیں یہ اللہ کی رحمت ہے (کہ بندوں کے قلوب کو نرم فرمائیں اور ان میں شفقت و رحمت کا مادہ عطا فرمائیں) پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ہر حال میں خیر ہی میں رہتا ہے حتیٰ کہ خود اس کا نفس نکالا جاتا ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی حمد کرتا ہے۔

ف:۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ قصہ کس صاحبزادی ہے۔ محدثین اور مورخین کی تحقیق کے موافق صاحبزادیوں میں سے کسی کا بھی یہ قصہ نہیں بنتا بلکہ نواسی یا نواسے کا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی سے صاحبزادہ کا ہو کہ بواسطہ اولاد کے واقعات میں اس قسم کے حالات پیش آئے ہیں جس کا بھی واقعہ ہو۔ اس جگہ مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا بیان کرنا ہے کہ سنگدلی شفقت کے خلاف ہے اور اولاد کے ساتھ فطری محبت نہ نبوت کے منافی ہے نہ ولایت کے بلکہ نرم دلی ممدوح ہے۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن بن مھدی حدثنا سفین عن عاصم بن عبید اللہ عن القاسم بن محمد عن عائشۃ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي أَوْ قَالَ وَعَيْنَاهُ تُهْرَاقَانِ۔

(۵) حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضؓ کی پیشانی کو ان کی وفات کے بعد بوسہ دیا۔ اس وقت اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو ٹپک رہے تھے۔

ف:۔ یہ جلیل القدر صحابی رضؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ ابتداء اسلام میں تیرہ ۱۳ نفر کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ اوّل حبشہ کو ہجرت کی اس کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔

بڑے عابد زاہد تھے۔ شراب پینا جب جائز تھا جب بھی انہوں نے اس کا استعمال ترک کر رکھا تھا۔ مہاجرین میں سب سے پہلے ان کی ہی وفات ہوئی ہے شعبان ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے۔

(۶) حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا ابو عامر حدثنا فليح وهو ابن سليمان عن هلال بن علی عن انس بن مالك قَالَ شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ اَفِيْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَا قَالَ انْزِلْ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی (اُمّ کلثومؓ) کی قبر پر تشریف فرما تھے اور آپ کے آنسو جاری تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ قبر میں وہ شخص اترے جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے وہ قبر میں اترے۔

ف:۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض تھی کہ وہ باوجودیکہ ان کی بیوی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سخت بیمار تھیں (حتی کہ اسی دن انتقال ہوا) اس کے باوجود اس شب میں اپنی ایک باندی کے ساتھ مشغول رہے۔ بعض علماء نے لم یقارب کا ترجمہ صحبت کرنے کا نہیں کیا بلکہ گناہ نہ کرنے کا کیا ہے اور بعض علماء نے بات نہ کرنے کا ترجمہ کیا ہے کہ عشاء کے بعد بات کرنا پسند نہ تھا مشہور معنی پہلے ہیں اور تعریض ہی کوئی اشکال نہیں ہے کہ تعلقات کی قوت پر شکایت ہوتی ہے حضرت عثمانؓ کا یہ فعل بضرورت ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور پھر موت کا حال کس کو معلوم ہو سکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی غالباً لطیف تنبیہ تھی نہ کہ عتاب اور عجب نہیں کہ تنبیہ کی غرض یہ ہو کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اہم تھا کہ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہوا تھا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پہلی بیوی کا جب انتقال ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے مرتی رہتیں تو میں سب کا نکاح یکے بعد دیگرے عثمانؓ سے کرتا۔ یہ جبرئیل علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ جلّ شانہ نے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمان

سے کروں۔ ایسی صورت میں ام کلثومؓ جیسی بیوی کی بیماری یقیناً لطیف تنبیہ اور تعریض کے مناسب تھی۔ واللہ اعلم۔

باب ما جاء فِيْ فِرَاشِ رسولِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليهِ وسلم

باب ۴۶ ان روایات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے وہ ان روایات سے معلوم ہوگا جو مصنفؒ نے اس میں ذکر فرمائی ہیں اور ہم امتیوں کے قالینوں اور فرشوں کا کیا حال ہے وہ نگاہوں کے سامنے ہے مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا علی بن حجر حدثنا علی بن مسهر عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضـ قَالَتْ اِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کبھی چمڑہ کا ہوتا تھا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کبھی صرف ٹاٹ کا جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے کبھی صرف بوریا ہوتا تھا متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ صحابہ جب نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیاوی راحت و آرام سے کیا کام؟ میری مثال تو اس راہ گیر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستہ میں ذرا آرام لینے کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا ہو اور تھوڑی دیر بیٹھ کر آگے چل دیا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت آئیں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ دیکھا کہ عباء بچھا رکھا ہے انہوں نے واپس جا کر ایک بسترہ تیار کیا جس کے اندر اون بھر رکھی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میرے پاس بھیج دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس کو رکھا ہوا دیکھ کر دریافت

فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری عورت آئی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھ کر یہ بنوا کر بھیجا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو واپس کر دے۔ مجھے وہ اچھا معلوم ہوتا ہے اس لئے دل نہ چاہتا تھا کہ واپس کروں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ واللہ اگر میں چاہوں تو حق تعالیٰ شانہٗ میرے لئے سونے اور چاندی کے پہاڑ تیار کر دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر میں نے اس کو واپس کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریے پر آرام فرما رہے تھے جس کے نشانات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر پر ظاہر ہو رہے تھے میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہوئی؟ کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ قیصر وکسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر سوئیں اور آپؐ اس بوریے پر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رونے کی بات نہیں ہے ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی ایک مرتبہ اس قسم کا واقعہ پیش آیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی نوع کے سوال وجواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئے جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں ہے۔

(۲) حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحیی البصری حدثنا عبد اللہ بن میمون حدثنا جعفر بن محمد عن ابیہ قال سئلت عائشۃ ما کان فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتک قالت من ادم حشوہ لیف وسئلت حفصۃ ما کان فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتک قالت مسحا نثنیہ ثنیتین فینام علیہ فلما کان ذات لیلۃ قلت لو ثنیتہ اربع ثنیات کان اوطأ لہ فثنیناہ باربع ثنیات فلما اصبح قال ما فرشتمونی

(۲) امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپؓ کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا انہوں نے فرمایا کہ چمڑہ کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی حضرت حفصہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپؓ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا انہوں نے بتایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرہ کر کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ

اللیلۃ قالت قلنا ھو فراشک الا انا ثنیناہ باربع ثنیات قلنا ھو اوطأ لک قال ردوہ لحالتہ الاولی فانہ منعتنی وطاتہ صلوتی اللیلۃ۔

نرم ہو جائے گا میں نے ایسے ہی بچھا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ وہی روزمرہ کا بستر تھا رات کو اسے چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پہلے ہی حال پر رہنے دو۔ اس کی نرمی رات کو مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔

ف:۔ یعنی تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی یا معمول کے لحاظ سے دیر میں کھلی کہ نرم بستر پر نیند گہری آتی ہے اور زیادہ آتی ہے اور اگر کھردری چارپائی ہو اول تو نیند ہی غفلت سے نہیں آتی دوسرے آنکھ بھی جلد ہی کھل جاتی ہے۔

باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب:۔ ان روایات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تواضع فرمانے کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ متواضع تھے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ حقیقتاً تواضع تجلی شہود کے دوام کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زائد ہیں اس لئے ان کا احاطہ تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے؛ تاہم نمونۃً مصنفؒ نے کچھ ذکر فرمائے ہیں ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرما لیا ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا دوسرے نے کھال نکالنا، کسی نے پکانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام ہم لوگ خود کر لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کر لوگے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں مجمع میں ممتاز ہوں اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے ایسے ہی اور سینکڑوں واقعات ہیں۔ اس باب میں مصنفؒ نے تیرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا احمد بن منیع وسعید بن عبد الرحمٰن المخزومی وغیر واحد قالوا حدثنا سفیان بن عُیَیْنَۃَ عن الزہری عن عبید اللہ عن عبد اللہ ابن عباسؓ عن عمر بن الخطاب قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ حد سے فزوں نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (کہ اللہ کا بیٹا ہی بنادیا) میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ کہو۔

ف ۱:- یعنی ایسی کوئی تعریف نہ کرو جو بندگی کے منافی ہو اس میں رب کے ساتھ شرکت پائی جاتی ہو کہ بندہ بہرحال بندہ ہے اسی طرح کوئی ایسی تعریف نہ کرو جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اللہ کا قاصد ہونے کے خلاف ہو۔

(۲) حدثنا علی بن حجر نا سوید بن عبد العزیز عن حمید عن انس بن مالک اَنَّ امْرَاَۃً جَاءَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ لِیْ اِلَیْکَ حَاجَۃً فَقَالَ اجْلِسِیْ فِیْ اَیِّ طَرِیْقِ الْمَدِیْنَۃِ شِئْتِ اَجْلِسْ اِلَیْکِ۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھے کچھ تخلیہ میں عرض کرنا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی سڑک کے راستہ پر بیٹھ جائیں وہیں آکر سن لوں گا۔

ف ۱:- بعض روایات میں وارد ہے کہ عورت کچھ بے عقل سی تھی اس کے باوجود ان کی باتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ راستہ میں بیٹھنے کا ارشاد اس لئے تھا کہ اجنبیہ کے ساتھ تنہائی نہ ہو اور بعض نے لکھا ہے کہ چونکہ ان کی عقل میں کچھ فتور تھا اس لئے ظاہر یہ ہے کہ گلی کوچوں میں پھرتی رہتی ہوگی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں تشریف لے جاکر بات سننے کو ارشاد فرمایا۔ بندہ کے نزدیک بعید نہیں کہ ایسی عورتوں کو زنانہ مکان پر بلانے میں مستورات کو دقتیں اور مشکلات پیش آیا کرتی ہیں۔ جیسا کہ بسا اوقات مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑک ہی پر بات سن لی۔

(۳) حدثنا علی بن حجر نا علی بن مسہر عن مسلم الاعور عن انس بن مالک قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَشْہَدُ الْجَنَازَۃَ وَیَرْکَبُ الْحِمَارَ وَیُجِیْبُ دَعْوَۃَ الْعَبْدِ وَکَانَ یَوْمَ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ عَلٰی حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِیْفٍ عَلَیْہِ اِکَافٌ مِنْ لِیْفٍ۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے تھے جنازوں میں شرکت فرماتے تھے گدھے پر سوار ہوجاتے تھے غلاموں کی دعوت قبول فرمالیتے تھے۔ آپ بنو قریظہ کی لڑائی کے دن ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پٹھوں کی تھی اور کاٹھی بھی اسی کی تھی۔

ف ۱:- عرب میں گدھوں کی ایک خاص قسم ہے جو جثہ میں یہاں کے موٹے خچروں سے بڑے ہوتے ہیں اور تیز اس قدر کہ معمولی ٹٹوؤں سے تیز ہوتے ہیں دو دو تین تین آدمی ان پر بے تکلف بیٹھ جاتے ہیں وہ یہاں کے معمولی گھوڑوں سے بہتر ہوتے ہیں ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہی ہوں۔ لیکن گھوڑوں کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ کی سواری شمار ہوتی ہے یہی مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس عزت و رفعت کے جو دو جہاں کی سرداری سے حاصل تھی گدھے کی سواری سے استنکاف نہ تھا اسی طرح مریضوں کی عیادت جس درجہ کا بھی بیمار ہو، شریف ہو یا کوئی معمولی آدمی ہو حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کی عیادت بھی فرمایا کرتے تھے ایک یہودی لڑکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا کوئی خدمت بھی کبھی کردیتا تھا وہ بیمار ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اس کا آخری وقت تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کے طور پر اپنا حق ادا فرمایا اور اس کو اسلام کی تبلیغ فرمائی اس نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا اس نے اجازت دے دی اور وہ مسلمان ہوگئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ہی حمد کا سزاوار ہے جس نے میری وجہ سے اس کو عذاب جہنم سے بچا دیا۔ یہی نہیں بلکہ راس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی عیادت کے لئے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حالانکہ اُس سے بہت سی اذیتیں پہنچی تھیں۔ اسی طرح معمولی معمولی جنازوں میں بھی شرکت کے متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں۔

(۴) حدثنا واصل بن عبد الاعلی الکوفی

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کہتے ہیں

حدثنا محمد بن فضیل عن الاعمش عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعى الى خبز الشعير والاهالة السنخة فيجيب ولقد كانت له درع عند يهودي فما وجد ما يفكها حتى مات۔

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت کئے جاتے تو آپؐ اس کو بھی بے تکلف قبول فرما لیتے آپ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی اخیر عمر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے چھڑانے کے لائق دام نہیں ہوئے۔

ف:۔ چکنائی میں پرانی ہونے کی وجہ سے بو کا اثر بھی آجاتا ہے۔ یہ بات کہ دعوت جو کی روٹی اور پرانی چکنائی کی ہے دعوت کرنے والے کی حاجت اور تجربہ سے معلوم ہوجاتی ہے یا اس کی تصریح سے یہ بات معلوم ہونے کے باوجود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قبول فرمانے میں کوئی عذر نہ فرماتے۔ اخیر میں واقعہ قرض کا اتفاقاً ذکر کیا گیا کہ اس حدیث میں تھا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ بھی غایت تواضع کی وجہ سے تھا اور فقر کے تمام ہی حالات اسی وجہ سے تھے ورنہ اللہ جل شانہٗ نے آپؐ کو اختیار دیا تھا کہ بندگی کے ساتھ رسول بننا چاہتے ہو یا بادشاہت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی پہلی صورت کو پسند فرمایا۔

(۵) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد الحفری عن سفیان عن الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان عن انس بن مالك قال حج رسول الله صلى الله عليه وسلم على رحل رث وعليه قطيفة لا تساوي اربعة دراهم فقال اللهم اجعله حجا لا رياء فيه ولا سمعة۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا۔ اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو چار درہم کا بھی نہیں ہوگا۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا ہو یعنی آپؐ ایک معمولی سی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو چار درہم کی بھی نہیں تھی۔ بعض فضلائے درس کے نزدیک یہ مطلب زیادہ پسندیدہ ہے لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک پہلا مطلب زیادہ راجح ہے اور اس باب کی گیارھویں حدیث اس کی تائید کرتی ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ اس حج کو ایسا حج فرمائیو جس میں ریا اور شہرت نہ ہو۔

ف:۔ یہ دعا امت کی تعلیم کی غرض سے تھی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع اور غایت عبودیت کی وجہ سے تھی کہ باوجودیکہ ریا و شہرت کا احتمال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل میں نہ تھا لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دعا فرما رہے ہیں اور اللہ جل شانہٗ سے یہ مانگ رہے ہیں کہ اس حج کو ریا و شہرت سے محفوظ رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر یا پالان پر جو کپڑا تھا وہ اس قدر معمولی کہ ایک روپیہ کی قیمت کا بھی نہ تھا یہ بھی اسی غایت تواضع کا اثر تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت تھی گو بعض مصالح سے بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیش قیمت لباس پہننا بھی ثابت ہے لیکن عام عادت یہی تھی۔

(۶) حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة رض عن حميد عن انس قال لم يكن شخص احب اليهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وكانوا اذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا اس کے باوجود پھر بھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا۔

ف:۔ یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت تواضع پر مبنی تھا کہ باوجود اس علوئے شان اور رفعت اور دو جہاں کی سرداری کے اس چیز کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ فرماتے تھے اور اسی وجہ سے کبھی صحابہ کرامؓ باوجود تقاضائے محبت کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ اس روایت کا مقتضا ہے اور کبھی بتقاضائے محبت کھڑے ہوجاتے تھے چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے ساتھ باتیں کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوجاتے تو ہم بھی کھڑے ہوجاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ میں تشریف نہ لے جاتے اسی طرح اس بارے میں بہت مختلف روایات کتب حدیث میں ہیں۔ حتیٰ کہ بعض روایات میں کھڑے ہونے کی سختی سے ممانعت ہے اور بعض روایات میں بعض آنے والوں کے لئے کھڑے ہونے کا حکم بھی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے اس کھڑے ہونے کے جواز اور

عدم جواز میں مختلف ہو گئے ہیں اور اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے بلکہ کھڑے ہونے کے اسباب اور وجوہ مختلف ہیں اسی وجہ سے احادیث میں مختلف احکام ملتے ہیں۔ ابو الولید بن رشید کہتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے کھڑا ہونا چار طرح ہوتا ہے (۱) ناجائز ہے وہ ایسے شخص کے واسطے کھڑا ہونا ہے جو تکبر کی وجہ سے اس کو پسند کرتا ہو کہ جب وہ آئے تو لوگ کھڑے ہو جائیں (۲) مکروہ ہے وہ ایسے شخص کے لئے کھڑا ہونا ہے جو متکبر تو نہیں ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اس کے ساتھ اگر ایسا معاملہ کیا جائے تو اس میں تکبر اور عجب پیدا ہو جائے (۳) جائز ہے وہ ایسے شخص کے لئے جہاں یہ اندیشہ نہ ہو (۴) مستحب ہے وہ ایسے شخص کے واسطے کھڑا ہونا جو سفر وغیرہ سے آیا ہو اس کے آنے کی خوشی میں کھڑا ہو جائے۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اہل علم اہل فضل، اہل شرف کے آنے پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ ممانعت اس قیام کی ہے جو بڑا آدمی بیٹھا ہے اور لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں۔ چنانچہ ممانعت کی احادیث میں یہ ارشاد بھی ہے کہ ایسی طرح نہ کھڑے ہو جیسے کہ عجمی لوگ اپنے سرداروں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق جو والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے واسطے سے بذل المجہود میں نقل کی گئی ہے یہ ہے کہ فی حد ذاتہ کھڑا ہونا جائز ہے جب تک کہ کوئی عارض ایسا پیش نہ آئے جو اس کو ناجائز بنادے مثلاً اس شخص کا فتنہ میں پڑ جانا جس کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ اس میں تکبر وغیرہ امور پیدا ہو جانے سے اس کو دینی نقصان پہنچے اسی طرح سے نفاق کے طور پر کھڑا ہونا کہ جس کے لئے کھڑا ہوا ہے اس کی کوئی وقعت اور عظمت دل میں نہ ہو ریاکاری اور نفاق کے طور پر کھڑا ہو کہ یہ صورتیں ناجائز ہیں اور ان میں بھی اگر کھڑے نہ ہونے کی صورت میں اس شخص کو خود کسی قسم کا جانی مالی یا آبرو کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے جائز ہو گا۔

(۷) حدثنا سفين بن وكيع حدثنا جميع بن عمير بن عبد الرحمٰن العجلي حدثني رجل من بني تميم من ولد ابي هالة زوج خديجة يكنى ابا عبد الله عن ابن ابي هالة عن الحسن بن علي رضي الله عنهما قَالَ سَئَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ

(۷) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے پوچھا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اکثر بیان کرتے تھے اور مجھے ان کے سننے کا اشتیاق تھا تو انہوں نے میرے پوچھنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ

هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حُلْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَشْتَهِيْ اَنْ يَّصِفَ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ الْحَسَنُ فَكَتَمْتُهَا الْحُسَيْنَ زَمَانًا ثُمَّ حَدَّثْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَبَقَنِيْ اِلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَمَّا سَاَلْتُهٗ عَنْهُ وَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَاَلَ اَبَاهُ عَنْ مَدْخَلِهٖ وَعَنْ مَخْرَجِهٖ وَشَكْلِهٖ فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ الْحُسَيْنُ فَسَاَلْتُ اَبِيْ عَنْ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ اِذَا اٰوٰى اِلٰى مَنْزِلِهٖ جَزَّءَ دُخُوْلَهٗ ثَلٰثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْءً لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَجُزْءً لِاَهْلِهٖ وَجُزْءً لِنَفْسِهٖ ثُمَّ جَزَّءَ جُزْءَهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ فَيَرُدُّ ذٰلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَامَّةِ وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَكَانَ مِنْ سِيْرَتِهٖ فِيْ جُزْءِ الْاُمَّةِ اِيْثَارُ اَهْلِ الْفَضْلِ بِاِذْنِهٖ وَقَسْمُهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِي الدِّيْنِ فَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَةِ وَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَتَيْنِ وَمِنْهُمْ ذُو الْحَوَائِجِ فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَيُشْغِلُهُمْ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْاُمَّةَ مِنْ مَسْئَلَتِهِمْ عَنْهُ وَاِخْبَارِهِمْ بِالَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَيَقُوْلُ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ

شریف کا ذکر فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلند پایہ و بلند مرتبہ تھے۔ آپ کا چہرہ انور بدر کی طرح چمکتا تھا اور پورا حلیہ شریف (جیسا کہ شروع کتاب میں پہلے باب کی ساتویں حدیث میں مفصل گذر چکا ہے) بیان فرمایا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (بعض وجوہ سے) اس حدیث کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عرصہ تک ذکر نہیں کیا ایک عرصہ کے بعد ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس حدیث کو سن چکے تھے اور صرف یہی نہیں کہ ماموں جان سے یہ حدیث سن لی ہو بلکہ والد صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور حضور اکرم صلعم کا طرز و طریقہ بھی معلوم کر چکے تھے۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر تشریف لے جانے کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں پر منقسم فرماتے تھے ایک حصہ حق تعالیٰ شانہٗ کی عبادت میں خرچ فرماتے یعنی نماز وغیرہ پڑھتے تھے۔ دوسرا حصہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے تھے مثلاً ان سے ہنسنا بولنا بات کرنا ان کے حالات کی تحقیق کرنا۔ تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات راحت آرام کے لئے رکھتے تھے پھر اس اپنے والے حصہ کو بھی دو حصوں

الغائب وابلغوني حاجة من لا يستطيع ابلاغها فانه من ابلغ سلطانا حاجة من لا يستطيع ابلاغها ثبت الله قدميه يوم القيمة لا يذكر عنده الا ذلك ولا يقبل من احد غيره يدخلون روادا ولا يفترقون الا عن ذواق ويخرجون ادلة يعني على الخير قال فسألته عن مخرجه كيف كان يصنع فيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخزن لسانه الا فيما يعنيه ويؤلفهم ولا ينفرهم ويكرم كريم كل قوم ويوليه عليهم ويحذر الناس ويحترس منهم من غير ان يطوي على احد منهم بشره ولا خلقه ويتفقد اصحابه ويسأل الناس عما في الناس ويحسن الحسن ويقويه ويقبح القبيح ويوهيه معتدل الامر غير مختلف ولا يغفل مخافة ان يغفلوا او يملوا لكل حال عنده عتاد لا يقصر عن الحق ولا يجاوزه الذين يلونه من الناس خيارهم افضلهم عنده اعمهم نصيحة واعظمهم عنده منزلة احسنهم مواساة وموازرة قال فسألته عن مجلسه فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقوم ولا يجلس الا على ذكر واذا

پر اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے اس طرح کہ خصوصی حضرات صحابہ کرامؓ اس وقت میں داخل ہوتے ان خواص کے ذریعہ سے مضامین عوام تک پہنچتے ان لوگوں سے کسی چیز کو اٹھا کر نہ رکھتے تھے (یعنی نہ دین کے امور میں نہ دنیوی منافع میں، غرض قسم کا نفع بلا دریغ پہنچاتے تھے) امت کے اس حصہ میں آپ کا یہ طرز تھا کہ ان آنے والوں میں اہلِ فضل یعنی اہلِ علم وعمل کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے تھے اس وقت کو ان کے فضلِ دینی کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے۔ بعض آنے والے ایک حاجت لے کر آتے اور بعض حضرات دو دو حاجتیں لے کر حاضرِ خدمت ہوتے اور بعض حضرات کئی کئی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تمام حاجتیں پوری فرمایا کرتے تھے اور ان کو ایسے امور میں مشغول فرماتے جو خود ان کی اور تمام امت کی اصلاح کے لئے مفید اور کار آمد ہوں مثلاً ان کا دینی امور کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنا اور حضورؐ کا اپنی طرف سے مناسب امور کی ان کو اطلاع فرمانا اور ان علوم معارف کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور ضروری اصلاحی امور کو غائبین تک بھی پہنچا دیں اور نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ کسی عذر

انتهى الى قوم جلس حيث ينتهي به المجلس ويأمر بذلك يعطي كل جلسائه بنصيبه لا يحسب جليسه ان احدا اكرم عليه منه من جالسه او فاوضه في حاجة صابره حتى يكون هو المنصرف ومن سأله حاجة لم يرده الا بها او بميسور من القول قد وسع الناس بسطه وخلقه فصار لهم ابا وصاروا عنده في الحق سواء مجلسه مجلس علم وحياء وصبر وامانة لا ترفع فيه الاصوات ولا تؤبن فيه الحرم ولا تنثى فلتاته متعادلين يتفاضلون فيه بالتقوى متواضعين يوقرون فيه الكبير ويرحمون فيه الصغير ويؤثرون ذا الحاجة ويحفظون الغريب۔

(پردہ یا دوری یا شرم یا رعب) کی وجہ سے مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کر سکتے تم لوگ ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچا دیا کرو اس لئے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے۔ لہٰذا تم لوگ اس میں ضرور کوشش کیا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ضروری اور مفید ہی باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسے ہی امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے خوشی سے سنتے تھے اس کے لایعنی اور فضول باتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ ہوتی تھیں صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دینی امور کے طالب بن کر حاضر ہوتے تھے اور بلا کچھ چکھے وہاں سے نہیں آتے تھے (چکھنے سے مراد امور دینیہ کا حاصل کرنا بھی ہو سکتا ہے اور حسی چکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ موجود ہوتا اس سے تواضع فرماتے اور خصوصی احباب کا جب مجمع ہوتا ہے تو موجودہ چیز کی تواضع ہوتی ہی ہے) صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے لئے مشعل اور راہنما بن نکلتے تھے کہ وہ ان علوم کو حسبِ ارشاد دوسروں تک پہنچاتے رہتے تھے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتے ہیں کہ میں نے باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے فضول تذکروں میں وقت ضائع نہیں فرماتے تھے۔ آنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے ان کو مانوس فرماتے متوحش نہیں فرماتے تھے (یعنی تنبیہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان

کو حاضری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے امور ارشاد نہ فرماتے تھے جن کی وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے) ہر قوم کے کریم اور معزز کا اکرام و اعزاز فرماتے اور اس کو خود اپنی طرف بھی اسی قوم پر متولی اور سردار مقرر فرما دیتے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے (یا مضر امور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط[1] رکھنے کی تاکید فرماتے) اور خود اپنی بھی لوگوں کے تکلیف پہنچانے یا نقصان پہنچانے سے حفاظت فرماتے لیکن باوجود خود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے کسی

---

[1] اس لفظ کے مختلف ترجمے کئے گئے ہیں بندہ کے نزدیک اقرب یہی ہے دوسرے جملہ کے مناسب بھی ہے حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنی حفاظت اور احتیاط فرماتے اور دوسروں کو بھی لوگوں سے احتیاط کی تعلیم دیتے تھے جس کی توضیح یہ ہے کہ بلا وجہ کسی شخص پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے لیکن بغیر بدگمانی کے اپنی حفاظت اور احتیاط رکھنا بہتر ہے احادیث میں مختلف عنوانات سے حزم اور احتیاط کی تعلیم بکثرت وارد ہے ابو داؤد شریف میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ تقسیم کے لئے کچھ مال بھیجنے کا ارادہ کیا اور ایک صحابی ابن الفغواء کو مال لے جانے کے لئے تجویز فرما کر ان سے کہہ دیا کہ کوئی ساتھی اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تیار کر لیں وہ تلاش میں تھے کہ عمرو نامی ایک شخص ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ تم مکہ جانے کے لئے کسی ساتھی کی تلاش کر رہے ہو میں تمہارے ساتھ چلوں گا ابن الفغواء حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ساتھی مل گیا۔ حضور صلعم نے دریافت فرمایا کہ کون ہے؟ انہوں نے پتہ بتا دیا حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اس کی قوم کی آبادیوں کے قریب پہنچو تو اس سے محتاط رہنا اس لئے کہ ایک ضرب المثل ہے کہ اپنی بکری بھائی سے (جو ایک قبیلہ کا نام ہے) محتاط رہنا۔ ابن الفغواء کہتے ہیں کہ ہم دونوں چل دیئے جب میرے ساتھی کی قومی آبادیاں آئیں تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ میں ان لوگوں سے مل آؤں تم میرا انتظار کرنا میں نے کہا کیا مضائقہ ہے اس کے جانے کے بعد مجھے حضور صلعم کا ارشاد یاد آیا میں جلدی سے اپنا اونٹ تیار کر کے چل دیا۔ تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ وہ چند لوگوں کے ساتھ آ رہا ہے مگر میں احتیاط کی وجہ سے جلدی جلدی چلا گیا اس میں کئی نوع سے احتیاط کا مضمون وارد ہے اس کے علاوہ متعدد روایات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو احتیاط کی تعلیم منقول ہے اسی لئے یہی معنی بہتر ہیں۔

سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خلقی کو نہیں ہٹاتے تھے اپنے دوستوں کی خبر گیری فرماتے اور لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر ان کی اصلاح فرماتے اچھی بات کی تحسین فرما کر اس کی تقویت فرماتے اور بری بات کی برائی فرما کر اس کو زائل فرماتے اور روک دیتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے نہ کہ تلون اور گڑبڑ کہ کبھی کچھ فرما دیا اور کبھی کچھ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے تھے کہ مبادہ وہ دین سے غافل ہو جائیں یا کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دین سے اکتا جائیں (اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حالات سے غفلت نہ فرماتے تھے) ہر کام کے لئے آپ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا۔ امر حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے تجاوز فرماتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے خلقت کے بہترین افراد ہوتے تھے آپ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جس کی خیر خواہی عام ہو یعنی ہر شخص کی بھلائی چاہتا ہو آپ کے نزدیک بڑے رتبے والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی اور جب کسی جگہ آپ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں خالی جگہ مل جائے وہاں بیٹھ جایا کریں لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر آگے نہ جایا کریں یہ امر جداگانہ ہے کہ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے وہی جگہ پھر صدر مجلس بن جاتی آپ حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اس کا حق ادا ہوتا اس کو پورا فرماتے کہ آپ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا سب سے زیادہ اکرام فرما رہے ہیں جو آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی امر میں آپ کی طرف مراجعت کرتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہی خود اٹھنے کی ابتدا کرے۔ جو آپ سے کوئی چیز مانگتا آپ اس کو مرحمت فرماتے یا اگر نہ ہوتی تو نرمی سے جواب فرماتے آپ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے عام تھی، آپ تمام خلقت کے شفقت میں باپ تھے اور تمام خلقت حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھی۔ آپ کی مجلس، مجلس علم و حیا اور صبر و امانت تھی (یعنی یہ چاروں باتیں اس میں حاصل کی جاتی تھیں یا یہ کہ یہ چاروں باتیں اس میں

موجود ہوتی تھیں) نہ اس میں شور و شغب ہوتا تھا نہ کسی کی عزت و آبرو اتاری جاتی تھی۔ اس مجلس میں اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کو شہرت نہیں دی جاتی تھی آپس میں سب برابر شمار کئے جاتے تھے (حسب و نسب کی بڑائی نہ سمجھتے تھے البتہ) ایک دوسرے پر فضیلت، تقویٰ سے ہوتی تھی ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتا تھا بڑوں کی تعظیم کرتے تھے چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے اہلِ حاجت کو ترجیح دیتے تھے، اجنبی مسافر آدمی کی خبر گیری کرتے تھے۔

ف:۔ الغرض ہر بات اور ہر امر شریفانہ اخلاق کے منتہا سے اوپر تھی اور کیوں نہ ہوتی جب کہ آپ کی بعثت ہی تکمیل اخلاق کے لئے ہوئی۔ چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ اَوْ کَمَا قَالَ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ جیسا کہ تو نے مجھے حُسنِ صورت عطا کیا ہے حُسنِ اخلاق بھی عطا کر حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک کی بڑائی کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے اور کئی قسموں کی تاکید کے ساتھ اللہ جلّ شانہٗ نے آپ کے خلقِ عظیم کو ذکر فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نرم مزاجی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو اور کسی چیز پر عطا نہیں کرتے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ بڑی خیر سے محروم ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق بہترین ہوں ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے زیادہ محبوب مجھے وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ ایک صحابی رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آدمی کو سب سے بہترین جو چیز عطا ہوتی ہے وہ کیا ہے۔؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوش خلقی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو ہوگی وہ اچھے اخلاق ہوں گے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی اچھے اخلاق کی بدولت شب بیدار، روزہ دار کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے۔ حضرت معاذ رضؓ کہتے ہیں کہ جب میں یمن بھیجا گیا اور سواری پر سوار ہونے کے لئے رکاب میں پاؤں رکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری وصیت جو فرمائی وہ یہ تھی کہ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومنین میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے

اخلاق بہتر ہوں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں حسنِ اخلاق کی تاکید فرمائی گئی اور یہ اس کا نمونہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

(۸) حدثنا محمد بن عبد اللہ بن بزیع حدثنا بشر بن المفضل حدثنا سعید عن قتادۃ عن انس بن مالک قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اُھْدِیَ اِلَیَّ کُرَاعٌ لَقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِیْتُ عَلَیْہِ لَاَجَبْتُ۔

(۸) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کا ایک پیر بھی دیا جائے تو میں قبول کروں اور اگر اس کی دعوت کی جائے تو میں ضرور جاؤں۔

ف:۔ یعنی مجھے ہدیہ قبول کرنے میں بلکہ کسی جگہ جانے میں بھی اس کا خیال نہیں ہوتا کہ اتنی ذرا سی چیز کے لئے کیا جاؤں۔ بلکہ اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کو کمالِ رغبت سے قبول کرتا ہوں اور اصل یہ ہے کہ دعوت کے قبول کرنے میں وہ کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ دعوت کرنے والے کی دلداری مقصود ہوتی ہے۔

(۹) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن حدثنا سفیٰن عن محمد بن المنکدر عن جابر قال جَاءَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِرَاکِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ۔

(۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (میری عیادت کے لئے) تشریف لائے نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر (یعنی نہ گھٹیا سواری پر سوار تھے نہ بڑھیا پر بلکہ پاپیادہ تشریف لائے)

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا اظہار مقصود ہے کہ امراء و سلاطین زمانہ کی طرح سواری کے عادی نہ تھے بلکہ پاپیادہ کثرت سے چلتے تھے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں اس عیادت کا قصہ ذرا مفصل ہے وہ یہ کہ حضرت جابر رضؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضؓ دونوں حضرات پاپیادہ میری عیادت کو تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے افاقہ ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں تو میں نے اپنے ترکہ کے متعلق سوال کیا جس پر میراث کی آیت نازل ہوئی۔

(۱۰) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا ابو نعیم حدثنا یحییٰ بن ابی الہیثم العطار قال سمعت

(۱۰) یوسف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف تجویز فرمایا

یوسف بن عبد اللہ بن سلام قال سمّانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوسف واقعدنی فی حجرہ ومسح علی راسی۔

تھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھلایا تھا اور میرے سر پر دستِ مبارک پھیرا تھا۔

ف:- اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ شفقت اور بچوں پر کمال رحمت معلوم ہوتی ہے۔ نیز تواضع کا کمال یہی ہے کہ ایسے کم عمر بچوں کو گود میں لینے سے اعراض واستنکاف نہ فرماتے تھے۔ ایک حدیث میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ اس حدیث سے بچوں کا بزرگوں کی خدمت میں لے جانا ان سے نام تجویز فرمانا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری احادیث میں صحابہ کرام کا نومولود بچوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جانا وارد ہے۔

(۱۱) **حدثنا** اسحٰق بن منصور حدثنا ابوداؤد الطیالسی انبانا الربیع وھو ابن صبیح حدثنا یزید الرقاشی **عن** انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حج علی رحل رث وقطیفۃ کنا نری ثمنھا اربعۃ دراھم فلما استوت بہ راحلتہ قال لبیك بحجۃ لا سمعۃ فیھا ولا ریاء

(۱۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کجاوہ پر حج کیا جس پر ایک کپڑا تھا جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درہم ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے کہ خدایا اس حج کو ریا اور شہرت سے مبرا فرمائیو۔

ف:- یہ حدیث اسی باب کے پانچویں نمبر پر گزر چکی ہے۔

(۱۲) **حدثنا** اسحٰق حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن ثابت البنانی وعاصم الاحول **عن** انس بن مالك ان رجلا خیاطا دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرب لہ ثریدا علیہ دباء وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ الدباء وکان یحب الدباء قال ثابت فسمعت انسا یقول فما صنع لی طعام اقدر علی ان یصنع فیہ

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ کھانے میں ثرید تھا اور اس پر کدو پڑا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو چونکہ مرغوب تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سے کدو نوش فرمانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرے لئے کوئی کھانا تیار نہیں

دباء الا صنع۔

کیا گیا جس میں مجھے کدو ڈالوانے کی قدرت ہو اور کدو اس میں نہ ڈالا گیا ہو۔

ف:- ثرید شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں یہ قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کے باب کی گیارہویں حدیث میں گزر چکا ہے۔ وہاں بجائے ثرید کے شوربے روٹی کا ذکر تھا۔ ممکن ہے کہ دونوں چیزیں ہوں۔ شوربا روٹی بھی ہو اور ثرید بھی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ثرید اس کو مجازاً کہہ دیا ہو یا اس حدیث میں شوربا روٹی اجزاء کے لحاظ سے کہہ دیا ہو کہ ثرید بھی شوربا روٹی ہی ہوتی ہے۔

(۱۳) **حدثنا** محمد بن اسماعیل حدثنا عبد اللہ بن صالح حدثنی معاویۃ بن صالح عن یحیی بن سعید **عن** عمرۃ قالت قیل لعائشۃ ماذا کان یعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ قالت کان بشرا من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ۔

(۱۳) عمرۃؒ کہتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ پر کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے اپنے کپڑے میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے اور خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔

ف:- "آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے" کا یہ مطلب ہے کہ عام آدمیوں کی طرح اپنے گھر کا اکثر و بیشتر کام خود کر لیا کرتے تھے۔ اپنی ضروریات اور گھر کے کاروبار کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ گرانی اور تکبر مانع نہ ہوتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو کام اور لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کر لیا کرتے تھے بعض روایات میں مثال کے طور پر کچھ کام بھی گنوا دیئے جیسا کہ اس روایت میں گزرا ہے اسی طرح دوسری روایات میں بھی ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے اپنے جوتے کا پیوند خود ہی لگا لیا کرتے تھے اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ حدیث بالا میں جوں تلاش کرنے کا ذکر ہے اور علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن یا کپڑوں میں جوں نہیں ہوتی تھی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جوں بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور پسینہ سے بڑھتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سراسر نور تھے وہاں میل کچیل کہاں تھا؟ اسی طرح آپ کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوشبو میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بھلا عرق گلاب میں جوں کا کہاں گذر ہو سکتا ہے۔

اس لئے اس تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس احتمال سے کہ شائد کسی دوسرے کی جوں چڑھ گئی ہو تلاش فرماتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تلاش کرنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا اہتمام کرتے دیکھیں گے تو زیادہ اہتمام کریں گے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُلُقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۴۸ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات میں

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شہرۂ آفاق ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے بھی کلام اللہ شریف میں اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ سے آپ کے خلق کی تعریف فرمائی۔ آپؐ کے اخلاقِ جمیلہ اور عاداتِ شریفہ آج دنیا میں ضرب المثل ہیں اور اخلاق محمدیؐ کی عالم میں دھوم ہے اور اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ خود حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن شریف میں آپؐ کے اخلاق کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ سورۂ نون میں ارشاد ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ اس آیت شریفہ میں کئی نوع کی تاکید کے ساتھ ارشاد ہے کہ بے شک تم بڑے اخلاق پر ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا احاطہ اور احصاء دشوار ہے کتب حدیث کا بہت بڑا حصہ انہیں احادیث پر مشتمل ہوتا ہے۔ نمونہ کے طور پر اس باب میں مصنفؒ نے پندرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدوری حدثنا عبد اللّٰہ بن یزید المقریٔ حدثنا لیث بن سعد حدثنی ابو عثمان الولید بن ابی الولید عن سلیمان بن خارجة عن خارجة بن زید بن ثابتؓ قَالَ دَخَلَ نَفَرٌ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوْا لَهٗ حَدِّثْنَا اَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاذَا اُحَدِّثُكُمْ كُنْتُ جَارَهٗ فَكَانَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ اِلَيَّ فَكَتَبْتُهٗ لَهٗ فَكُنَّا اِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا وَاِذَا ذَكَرْنَا الْاٰخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا وَاِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهٗ مَعَنَا فَكُلُّ هٰذَا اُحَدِّثُكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۱) خارجہ کہتے ہیں کہ ایک جماعت زید بن ثابت کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ حالات سنائیں انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا حالات سناؤں (وہ احاطۂ بیان سے باہر ہیں) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ تھا (اس لئے گویا ہر وقت حاضر باش تھا اور اکثر حالات سے واقف اس کے ساتھ ہی کاتب وحی بھی تھا) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ مجھے بلا بھیجتے میں حاضر ہو کر اسکو لکھ لیتا تھا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ غایت درجہ دلداری اور بے تکلفی فرماتے تھے جس قسم کا تذکرہ ہم کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسا ہی تذکرہ فرماتے تھے۔ جب ہم لوگ کچھ دنیاوی ذکر کرتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کا تذکرہ فرماتے (یہ نہیں کہ بس آخرت ہی کا ذکر ہمارے ساتھ کرتے ہوں اور دنیا کی بات سننا بھی گوارا نہ کریں) اور جس وقت ہم آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخرت کے تذکرے فرماتے، یعنی جب آخرت کا کوئی تذکرہ شروع ہو جاتا تو اسی کے حالات اور تفصیلات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے اور جب کچھ کھانے پینے کا ذکر ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ویسا ہی تذکرہ فرماتے (کھانے کے آداب، فوائد، لذیذ کھانوں کا ذکر، مضر کھانوں کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ گذشتہ ابواب میں بہت سے ارشادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوع کے گزر چکے ہیں کہ سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے، زیتون کا تیل استعمال کیا کرو کہ مبارک درخت سے ہے وغیرہ) یہ سب کچھ آپؐ ہی کے حالات کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

ف:- اس حدیث میں مختلف مضامین تھے جن کی کسی قدر توضیح ترجمہ کے ساتھ ذکر کی گئی۔ اخیر جملہ کا ترجمہ مشائخ درس کے نزدیک یہی ہے جو لکھا گیا۔ لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک شروع حدیث (میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا حالات سناؤں) کے ساتھ مرتبط ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نوع کے حالات سنا سکتا ہوں) اس لئے جس قسم کے تذکرے کی درخواست کرو وہ سناؤں کہ میں پڑوسی بھی تھا اور کاتب وحی بھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں دین اور دنیا کھانا پینا غرض ہر قسم کے تذکرے شامل تھے اس لئے کیا سناؤں اور کون سا تذکرہ کروں کہ ہر تذکرہ عجیب تھا اور ہر سماں لطیف ولذیذ۔ اس حدیث میں حضرت زیدؓ کا یہ فرمانا کہ جب وحی نازل ہوتی مجھے بلایا جاتا یہ اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے کہ قریب رہتے تھے۔ ورنہ ان کے علاوہ وحی کے لکھنے والے یہ حضرات بھی شمار کئے گئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ

حضرت علیؓ، حضرت اُبیؓ، امیر معاویہؓ، خالدؓ بن سعید، حنظلہؓ، علاء حضرمی، ابانؓ بن سعید یہ تو حضرات ہیں جو کاتبین وحی ہیں۔ حدیث بالا میں ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ دنیا کا ذکر کھانے پینے کا ذکر ایک فضول تذکرہ معلوم ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لایعنی چیزوں میں مشغول ہونے کی نہیں تھی جیسا کہ بہت سی احادیث میں وارد ہے گذشتہ باب کی طویل حدیث جو نمبر ۷ پر گزری ہے اس میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضروری امور کے علاوہ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کا ہر تذکرہ فضول نہیں بلکہ دنیا کے اور کھانے پینے کے بہت سے تذکرے ضروری بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو واجب تھے اس لئے کہ ان چیزوں میں جائز ناجائز کسی چیز کا اچھا ہونا یا برا ہونا وغیرہ امور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تذکرہ آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر سکوت فرمانے ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں چنانچہ اسی حدیث میں یہ مضمون بھی گزرا ہے کہ لوگوں کے حالات کی تحقیق فرما کر اچھی بات کی تحسین فرماتے اور بری بات کی برائی بتاتے اسی لحاظ سے دنیاوی تذکرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے تھے نہ کہ لغویات ہوتی تھیں۔

(۲) حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحٰق عن زیاد بن ابی زیاد عن محمد ابن کعب القرظی عن عمرو بن العاص قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَحَدِيْثِهٖ عَلٰى اَشَرِّ الْقَوْمِ يَتَأَلَّفُهُمْ بِذٰلِكَ فَكَانَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَحَدِيْثِهٖ عَلَىَّ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنِّيْ خَيْرُ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَيْرٌ اَوْ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَيْرٌ اَمْ عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَيْرٌ اَمْ عُثْمَانُ فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ قوم کے بدترین شخص کی طرف سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تالیف قلوب کے خیال سے اپنی توجہ اور اپنی خصوصی گفتگو مبذول فرماتے تھے (جس کی وجہ سے اس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہو جاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ اور کلام کا رخ بہت زیادہ رہتا تھا حتیٰ کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں میں نے اسی خیال سے ایک دن دریافت کیا کہ

فَصَدَقَنِيْ فَلَوَدِدْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ سَأَلْتُهٗ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم) میں افضل ہوں یا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں، یا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عثمانؓ۔ جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تصریحاً پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا رعایت صحیح صحیح فرما دیا (میری مدارات میں مجھے افضل نہیں فرمایا) مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی اور خیال ہوا کہ مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہیئے تھی۔

ف :۔ یہ اولاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ کی بناء پر اپنے کو سب سے افضل سمجھتے تھے اس لئے کہ پہلی طویل روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ افضل کے ترجیح دینے کی تھی لیکن بسا اوقات تالیف قلب کے خیال سے مدارات میں غیر افضل کو بھی ترجیح دی جاتی تھی حتیٰ کہ کفار و منافقین تک کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تالیف میں خصوصی برتاؤ ہوتا تھا۔ حدیث بالا میں یہ ترتیب سوال کی اس بنا پر ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل الناس جانتے تھے۔ چنانچہ احادیث میں اس کی تصریح آتی ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھتے تھے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے ان کے بعد سب سے افضل حضرت عمرؓ کو ان کے بعد حضرت عثمانؓ کو۔ پھر ان کے بعد اور صحابہؓ میں کچھ ترجیح نہ دیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ان تین حضرات کی اس ترتیب سے ترجیح اور افضلیت ایسی عیاں تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہم (صحابہؓ کی جماعت) اس کو مانتے تھے حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمدؒ نے اپنے والد یعنی حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون شخص ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ۔ میں نے پوچھا کہ ان کے بعد انہوں نے فرمایا عمرؓ۔ اسی طرح سے اور بہت سی روایات ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے یہ ترتیب معلوم ہوتی ہے اسی لئے انہوں نے

اپنے سے مقابلہ کے لئے اسی ترتیب سے سوال کیا کہ اوّل ان سے مقابلہ کیا جو سب سے افضل شمار ہوتے تھے پھر ۲ پھر ۳ سے کہ میں اگر افضل ترین شخص سے نہیں بڑھ سکا تو شاید ۲ یا ۳ ہی سے بڑھ جاؤں۔

(۳) **حدثنا** قتیبة بن سعید حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ثابت **عن** انس بن مالك قال خدمتُ رسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِیْ لِشَیْءٍ صَنَعْتُہٗ لِمَ صَنَعْتَہٗ وَلَا لِشَیْءٍ تَرَکْتُہٗ لِمَ تَرَکْتَہٗ وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقاً وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِیْرًا وَلَا شَیْئًا کَانَ اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْکًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا کَانَ اَطْیَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی مجھے کسی بات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُف تک بھی نہیں فرمایا نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ کیوں کیا (اور) اسی طرح نہ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے (ایسے ہی خلقت کے اعتبار سے بھی حتیٰ کہ) میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

ف:۔ یہ کوئی مبالغہ آمیز یا کوئی اعتقادی بات نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کر کے خوشبو کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا جس سے آپ مصافحہ کرتے تھے تمام دن آپ کے ہاتھ سے خوشبو مہکتی تھی گناہوں کی کثرت سے بدن کی سڑاہنڈ مجرب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کے متعلق اُف تک نہ فرمانا یہ کمالِ اخلاق اور غایت تواضع کی بناء پر تھا کہ حضرت انس کے کرنے نہ کرنے کو ان کا اپنا فعل نہ سمجھتے تھے بلکہ من جانب اللہ سمجھ کر اسی پر راضی ہو جاتے تھے چنانچہ ایک حدیث میں اس کے بعد یہ مضمون بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ یہ محبوب کے فعل کے ساتھ غایت لذت ہے اور صوفیاء کی اصطلاح میں رضا بر قضا کی اصل اور سند ہے۔ رابعہ بصریؒ

کا مشہور مقولہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اے اللہ اگر تو میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو میری محبت میں اس سے کچھ اضافہ ہی ہوگا اور کاملین صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف احوال سے اخذ کئے گئے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامعیت کے کمال پر تھی بعد میں جامعیت کا یہ درجہ نہیں رہ سکا اس لئے حضرات صوفیہ کرام میں کسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی عادت کا ظہور ہوا اور کسی جگہ کسی دوسری حالت کا شیوع ہوا یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ اپنی ذات کے متعلق تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی بھی انتقام نہیں لیا البتہ اللہ جل شانہٗ کی کسی حرمت کا ہتک کیا جائے (مثلاً کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا جائے) تو اس کا بدلہ ضرور لیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے باب میں نمبر ۳ پر بھی اس قسم کا مضمون گزر چکا ہے۔

لطیفہ:۔ اس حدیث کے اخیر جزء کے متعلق ایک عجیب قصہ ہے جس سے حضرات صحابہ کرام اور محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت محبت اور عشق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ ایک مرتبہ غایت فرحت ولذت کے ساتھ کہنے لگے کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا میں نے کبھی کسی قسم کی حریر یا ریشم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھے۔ شاگرد نے جس کے سامنے یہ حدیث بیان کی اسی شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں جن ہاتھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا اس کے بعد سے یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ تک یہ سلسلہ جاری ہے اور مصافحہ کی حدیث کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس حدیث میں مسلسل مصافحہ ہوتا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ مسلسلات میں بھی اس کو ذکر کیا ہے جس کے ذریعہ سے میرے استاد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ تک بھی اسی طرح پہنچی۔

(۴) **حدثنا** قتیبة بن سعید واحمد بن عبدۃ هو الضبی والمعنی واحد قالا **عن** انس بن مالك عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس پر زرد رنگ کا کپڑا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَّہٗ کَانَ عِنْدَہٗ رَجُلٌ بِہٖ اَثَرُ صُفْرَۃٍ قَالَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَکَادُ یُوَاجِہُ اَحَدًا بِشَیْءٍ یَکْرَھُہٗ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَہٗ یَدَعُ ھٰذِہِ الصُّفْرَۃَ۔

کی عادت شریفہ یہ تھی کہ ناگوار بات کو منہ در منہ منع نہ فرماتے تھے اس لئے سکوت فرمایا اور جب وہ شخص چلا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس کو زرد کپڑے سے منع کر دیتے تو اچھا ہوتا

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت پر غایت شفقت تھی نہ اکثر بالمواجہ ایسے امور کو منع نہ فرماتے تھے اس لئے کہ مبادا وہ شخص انکار کر بیٹھے۔ یا اعتراض کا سبب بن جائے جس سے کفر تک نوبت پہنچ جائے۔ اگر ان امور سے اطمینان ہوتا تو منع بھی فرما دیتے چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کو ایسے ہی کپڑوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود منع فرما دیا تھا اسی طرح اور بہت سے واقعات حدیث کی کتابوں میں ہیں نیز یہ تاخیر اور بالمواجہ منع نہ فرمانا ایسے ہی مواقع میں تھا۔ جہاں خلاف اولیٰ بات ہو یا تاخیر میں کوئی نقصان نہ ہو ورنہ حرام چیز کے ارتکاب میں یہ صورت نہ تھی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے باب میں نمبر ۲ پر جو مفصل روایت گزری ہے اس میں ہے کہ جب امر حق میں تجاوز کیا جاتا تو اس وقت آپؐ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا اور نہ کوئی اس کو روک سکتا تھا جب تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتقام نہ لے لیں۔ آئندہ حدیث میں بھی اسی قسم کا مضمون آ رہا ہے۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق عن ابی عبداللہ الجدلی واسمہ عبد بن عبد عن عائشة انہا قالت لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا سَخَّابًا فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَیَصْفَحُ۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً فحش گو تھے نہ تکلف فحش بات فرماتے تھے، نہ بازاروں میں چلا کر (خلاف وقار) باتیں کرتے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

ف:۔ بعض آدمی طبعاً فحش اور بے ہودہ مذاق کے عادی ہوتے ہیں اور بعض لوگ بتکلف مجلس کے طرز کو نبھانے کے لئے فحش گوئی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں کی نفی فرما دی۔ بازار میں بضرورت جانے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن وہاں جا کر شور و شغب

نا وقار کے خلاف ہے۔ سکون کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کر کے چلا آئے۔ بازار میں شور کی نفی سے یہ لازم نہیں ہے کہ اور جگہ شور و شغب کرتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بازار میں عموماً شور و غل ہوتا ہے اور جو شخص وہاں بھی سکون و وقار سے رہے گا۔ اس کا دوسری جگہ سکون سے رہنا ظاہر ہے برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری سوانح بھری ہوئی ہے کہ کفار سے کیا کیا اذیتیں نہیں پہنچیں؟ احد کی لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا پیش نہیں آیا اور جب صحابہؓ نے ان حالات سے متاثر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بددعا کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ ناواقف ہیں۔ زید بن سعنہ پہلے سے یہودی تھے ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جس کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ دیکھ لیا ہو بجز دو علامتوں کے جن کے تجربہ کی اب تک نوبت نہیں آئی ایک یہ کہ آپؐ کا حلم آپؐ کے غصہ پر غالب ہوگا۔ دوسری یہ کہ آپؐ کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپؐ کا تحمل زیادہ ہوگا۔ میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد و رفت بڑھاتا رہا ایک دن آپؐ حجرہ سے باہر تشریف لائے حضرت علیؓ آپؐ کے ساتھ تھے کہ ایک بدوی جیسا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نہ نکل جائیں۔ اگر رائے مبارک ہو تو آپ کچھ اعانت ان کی فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علیؓ تھے دیکھا تو انہوں نے عرض کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود تو کچھ نہیں رہا۔ زیدؓ جو اس وقت تک یہودی تھے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپؐ ایسا کر سکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے دے دو تو میں قیمت پیشگی اب دے دوں اور وقت معین پر کھجوریں لے لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں میں نے اس کو قبول کر لیا اور میں نے ان کھجوروں کی قیمت اسّی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے) دے دیا آپ نے وہ سونا اس بدوی کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضرورت پوری کر لو۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت

ہیں دو ہی باقی رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ بھی تھے کسی کی نماز جنازہ سے فارغ ہوکر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے۔ میں آیا اور آپؐ کے کرتے اور چادر کے پلو کو پکڑ کے نہایت ترش روئی سے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرا قرضہ ادا نہیں کرتے خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبد المطلب کو خوب جانتا ہوں کہ بڑے نادہند ہو۔ حضرت عمرؓ نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے اور تبسم کے لہجہ میں عمرؓ سے فرمایا اے عمرؓ میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے وہ یہ کہ مجھے حق کے ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقہ کی نصیحت کرتے، جاؤ اس کو لے جاؤ اس کا حق ادا کرو اور تم نے جو اس کو ڈانٹا ہے اس کے بدلے میں بیس۲۰ صاع (تقریباً دو من کھجوریں) اس کے مطالبہ سے زیادہ دے دینا۔ حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس۲۰ صاع کھجوریں زیادہ دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے زید نے کہا کہ عمرؓ تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ جو یہود کا بڑا علامہ ہے میں نے کہا کہ ہاں وہی ہوں انہوں نے فرمایا کہ اتنے بڑے آدمی ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا میں نے کہا کہ علاماتِ نبوت میں سے دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کا مجھ کو اب تک تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی ایک یہ کہ آپؐ کا حلم آپ کے غصے پر غالب ہوگا دوسری یہ کہ ان کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھا دے گا اب ان دونوں کا امتحان بھی کرلیا لہذا تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صدقہ ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے اس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔ اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

(جمع الفوائد و جمع الوسائل)

(۶) حدثنا ھٰرون بن اسحاق الھمدانی حدثنا عبدة عن ھشام بن عروة عن ابیه عن عائشة

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ

قالت مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ اِلَّآ اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا ضَرَبَ خَادِمًا وَّلَا امْرَاَةً۔

مبارک سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا۔ نہ کبھی کسی خادم کو نہ کسی عورت (بیوی باندی وغیرہ) کو۔

ف :- اللہ کے راستہ اور جہاد ہی میں حدود بھی داخل ہیں۔ نیز اس مارنے سے عرف میں قصداً مارنا مراد ہے اسی کو مارنا عرف میں کہتے ہیں بلا ارادہ یا مزاح میں کبھی لگ جانا جیسا کہ بعض روایات میں ہے اس کے منافی نہیں۔

(۷) حدثنا احمد بن عبدة الضبی حدثنا فضیل بن عیاض عن منصور عن الزھری عن عروة عن عائشة قالت مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا مِّنْ مَّظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ مَا لَمْ يُنْتَهَكْ مِنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ فَاِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ كَانَ مِنْ اَشَدِّهِمْ فِيْ ذٰلِكَ غَضَبًا وَّمَا خُيِّرَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مَّاْثَمًا۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو۔ البتہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کا ہتک ہوتا (یعنی مثلاً کسی حرام فعل کا کوئی مرتکب ہوتا۔ شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اسی میں آدمیوں کے حقوق بھی داخل ہیں) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ غصہ والا کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی دو امروں میں اختیار دیئے جاتے تو ہمیشہ سہل کو اختیار فرماتے تاوقتیکہ اس میں کسی قسم کی معصیت وغیرہ نہ ہو۔

ف :- تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جنگ احد میں جب عتبہ نے آپ پر پتھر چلایا اور آپؐ کا دندان مبارک شہید ہوگیا اور چہرۂ انور خون آلود ہوگیا تو بعض حاضرین نے عرض کیا کہ اس موذی کے لئے بد دعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ ناواقف ہیں ایک بدوی ایک مرتبہ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ میرے ان اونٹوں پر غلہ لدوا دو تم اپنے مال میں سے یا اپنے باپ کے مال میں سے نہیں دیتے ہو گویا بیت المال کا مال ہم ہی لوگوں کا ہے تمہارا نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تو اس چادر کھینچنے کا بدلہ نہیں دے گا۔ میں غلہ

نہیں دوں گا اس نے کہا کہ خدا کی قسم میں بدلہ نہیں دیتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے اس کے اونٹوں پر غلہ لدوا دیا۔ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں اتباع کے دعوے دار ہیں یہاں ذرا سی بات خودداری کے خلاف ہو جاتی ہے کوئی ذرا سخت لفظ کہہ دے تو وقار کے خلاف بن جاتی ہے حدیث کے اخیر جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے جب آپؐ کو بالخصوص امت کے حق میں دو امروں کا اختیار دیا جاتا تو آپ امت کے لئے جو سہل ہوتا اس کو اختیار فرماتے اور اسی طرح دنیاوی امور میں جہاں دو راہیں ہوتیں ان میں سے سہل کو اختیار فرماتے جب تک کہ اس میں کسی قسم کا شرعی نقصان نہ ہو بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی اس مضمون میں وارد ہوئے ہیں کہ سہولت اختیار نہ کرنا اور خواہ مخواہ اپنے کو مشقتوں میں ڈالنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ تھا۔

(۸) حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیٰن عن محمد بن المنکدر عن عروۃ عن عائشۃ قالتْ اِسْتَاْذَنَ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَہٗ فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِیْرَۃِ اَوْ اَخُ الْعَشِیْرَۃِ ثُمَّ اَذِنَ لَہٗ فَاَلَانَ لَہُ الْقَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَہُ الْقَوْلَ فَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَکَہُ النَّاسُ اَوْ وَدَعَہُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِہٖ۔

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا کیسا برا آدمی ہے یہ ارشاد فرمانے کے بعد اس کو حاضری کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس کے اندر آنے پر اس کے ساتھ نہایت نرمی سے باتیں کیں جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارہ میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ لفظ ارشاد فرمایا تھا پھر اس قدر نرمی سے اس کے ساتھ کلام فرمایا یہ کیا بات ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ! بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں۔

ف:۔ اس شخص کا نام اکثر علما نے عیینہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دل سے اس وقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا بلکہ نفاق کے طور پر بظاہر مسلمان تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس وقت تک منافقین کے ساتھ مسلمانوں ہی جیسا تھا اس لئے اس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ تھا چنانچہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو یہ مرتد ہو گیا تھا اور اپنے مخفی کفر کو ظاہر کر دیا تھا اور جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پکڑ کر لایا گیا اور مدینہ کے نو عمر لڑکوں نے آوازے کسنے شروع کئے کہ یہ بھی مرتد ہو گیا تھا تو اس نے یہ جواب دیا کہ میں مسلمان ہی کب ہوا تھا جو مرتد ہوتا لیکن اس کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے اس کے آنے سے قبل اس کی حالت پر تنبیہ فرمادی اور چونکہ یہ بہ نیت اصلاح اور دوسروں کو مضرت سے بچانے کے لئے تھی اس لئے یہ کلام شرعاً غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ کسی شخص کی برائی کو اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کی برائی کا شکار نہ بن جائیں اور کسی نقصان میں نہ پھنس جائیں غیبت کی ممانعت میں داخل نہیں ہے بعض علماؒ نے لکھا ہے کہ یہ شخص علی الاعلان فاسق تھا اور جو کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہو اس کی غیبت جائز ہے اس کے حاضر ہونے پر اس کے ساتھ نرم کلامی کی تالیف قلب اور اس کے مانوس کرنے کے لئے فرمائی جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عادات شریفہ تھی نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات شریفہ سب ہی کے ساتھ نرم کلامی کی تھی اور اسی وجہ سے اس کے آنے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ کو اس امر پر متنبہ بھی کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز کی وجہ سے اس کو مخلص نہ سمجھیں وہ کچھ بھلا آدمی نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز معاشرت کی وجہ سے اس کو مخلص اور خیر خواہ سمجھیں اور اس دھوکہ کی وجہ سے کسی مضرت میں پڑ جائیں۔ یا کوئی راز کی بات اس کے سامنے کہہ دیں کہ ایسے منافق لوگ خصوصیات جتانے کے لئے ایسے ہی خصوصی اور اہم تذکرے چھیڑا کرتے ہیں اخیر جملہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد بدترین شخص کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ اس کا تعلق آنے والے سے ہو۔ یعنی اس کی فحش گوئی سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا کہ یہ فحش گو ہے یا اس کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے۔ یعنی مجھے فحش گو تو نے کب دیکھا تھا کہ اس کی منتظر تھی۔ وہ برا شخص ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس کے پاس آنا چھوڑ دیں میں اگر ایسی گفتگو کروں تو لوگ میرے پاس کی آمد و رفت بھی چھوڑ دیں۔ جس سے اگرچہ ان کو ہی نقصان ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نقصان کب گوارا فرما سکتے ہیں۔

(۹) حدثنا سفیٰن بن وکیع حدثنا جمیع بن

(۹) یہ اس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو قریب ہی

عمیر بن عبد الرحمٰن العجلی حدثنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی هالة زوج خدیجة یکنی اباعبد الله عن ابن لابی هالة عن الحسن بن علی رضی الله عنهما قال

قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ سَأَلْتُ أَبِيْ عَنْ سِيْرَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُلَسَائِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ سَهْلَ الْخُلُقِ لَيِّنَ الْجَانِبِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ وَلَا فَحَّاشٍ وَلَا عَيَّابٍ وَلَا مَشَّاحٍ يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِيْ وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ وَلَا يُجِيْبُ فِيْهِ قَدْ تَرَكَ نَفْسَهٗ مِنْ ثَلَاثٍ اَلْمِرَاءِ وَالْاِكْبَارِ وَمَا لَا يَعْنِيْهِ وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ كَانَ لَا يَذُمُّ اَحَدًا وَلَا يَعِيْبُهٗ وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهٗ وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا فِيْمَا رَجَا ثَوَابَهٗ وَاِذَا تَكَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَاؤُهٗ كَاَنَّمَا عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرُ فَاِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوْا لَا يَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَهُ الْحَدِيْثَ وَمَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهٗ اَنْصَتُوْا لَهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ حَدِيْثُهُمْ عِنْدَهٗ حَدِيْثُ اَوَّلِهِمْ يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُوْنَ مِنْهُ وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُوْنَ وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيْبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِيْ مَنْطِقِهٖ وَمَسْاَلَتِهٖ حَتّٰى اِنْ كَانَ اَصْحَابُهٗ لَيَسْتَجْلِبُوْنَهُمْ وَيَقُوْلُ اِذَا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے بیان نمبر ۶ پر گزر چکی ہے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے (میرے چھوٹے بھائی) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اہل مجلس کے ساتھ کا طرز پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے (یعنی چہرہ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں ہوتا تھا) آپ نرم مزاج تھے (یعنی کسی بات میں لوگوں کو آپ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ سہولت سے موافق ہو جاتے تھے) نہ آپ سخت گو تھے اور نہ سخت دل تھے۔ نہ آپ چلا کر بولتے تھے نہ فحش گوئی اور بدکلامی فرماتے تھے نہ عیب گیر تھے کہ دوسروں کے عیوب پکڑیں نہ زیادہ مبالغہ تعریف کرنے والے نہ زیادہ مذاق کرنے والے نہ بخیل (تینوں لفظ اس جگہ نقل کئے گئے تینوں کا ترجمہ لکھ دیا) آپ ناپسند بات سے اعراض فرماتے تھے یعنی التفات نہ فرماتے گویا سنی ہی نہیں دوسرے کی کوئی خواہش اگر آپ کو پسند نہ آتی تو اس کو مایوس بھی نہ فرماتے تھے اور اس کا وعدہ بھی نہ فرماتے تھے آپ نے تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ فرما رکھا تھا۔ جھگڑے سے اور تکبر سے اور بیکار بات سے

يْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَاَرْفِدُوْهُ وَلَا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ اِلَّا مِنْ مُكَافِئٍ وَلَا يَقْطَعُ عَلٰى اَحَدٍ حَدِيْثَهٗ حَتّٰى يَجُوْزَ فَيَقْطَعُهٗ بِنَهْيٍ اَوْ قِيَامٍ۔

اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے نہ کسی کو عیب لگاتے تھے نہ کسی کے عیوب تلاش فرماتے تھے۔ آپ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو باعث اجر و ثواب ہو جب آپ گفتگو فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ ذرا بھی حرکت ان میں نہ ہوتی تھی کہ پرندہ ذرا سی حرکت سے اڑ جاتا ہے) جب آپ چپ ہو جاتے تب وہ حضرات کلام کرتے (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے درمیان میں کوئی شخص نہ بولتا تھا جو کچھ کہنا ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چپ ہونے کے بعد کہتا تھا) آپ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے تھے۔ آپ سے جب کوئی شخص بات کرتا تو اس کے خاموش ہونے تک سب ساکت رہتے۔ ہر شخص کی بات (توجہ سے سننے میں) ایسی ہوتی جیسے پہلے شخص کی گفتگو (یعنی بے قدری سے کسی کی بات نہیں سنی جاتی تھی ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ مجلس کی ابتداء میں تو توجہ تام ہوتی ہے پھر کچھ دیر ہونے سے اکتانا شروع کر دیتے ہیں اور کچھ بے توجہی سی ہو جایا کرتی ہے) جس سے سب ہنستے اور آپ بھی تبسم فرماتے اور جس سے سب لوگ تعجب کرتے تو آپ بھی تعجب میں شریک رہتے یہ نہیں کہ سب سے الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں بلکہ معاشرت اور طرز کلام میں شرکاء مجلس کے شریک حال رہتے) اجنبی مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور بے تمیزی کے سوال پر صبر فرماتے (یعنی گاؤدی لوگ جا و بیجا سوالات کرتے آداب کی رعایت نہ کر کے ہر قسم کے سوالات کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر گرفت نہ فرماتے ان پر صبر کرتے) اور اس وجہ سے کہ وہ لوگ ہر قسم کے سوالات کر لیتے تھے۔ بعض صحابہؓ آپ کی مجلس اقدس تک مسافروں کو لے کر آیا کرتے تھے۔ (تاکہ ان کے ہر قسم کے سوالات سے خود بھی منتفع ہوں اور ایسی باتیں جن کو ادب کی وجہ سے یہ حضرات خود نہ پوچھ سکتے تھے وہ بھی معلوم ہو جائیں) آپ یہ بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ جب کسی طالب حاجت کو دیکھو تو اس کی امداد کیا کرو۔ اگر آپ کی کوئی تعریف کرتا تو آپ اس کو گوارا نہ فرماتے البتہ (بطور شکریہ اور ادائے احسان کے کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ سکوت فرماتے (کہ احسان کا شکر اس پر ضروری تھا۔ اس لئے وہ گویا اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے۔ بعض علماء نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ تعریف حدود کے اندر کرتا تو آپ سکوت فرماتے یعنی حد سے تجاوز

کرتا تو روک دیتے کسی کی گفتگو قطع نہ فرماتے تھے کہ دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی شروع فرمائیں۔ البتہ اگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو اسے روک دیتے تھے یا مجلس سے تشریف لے جاتے تاکہ وہ خود رک جائے

ف :- یہ حدیث گذشتہ باب کی ساتویں حدیث کا ٹکڑا ہے۔ مفصل روایت جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام سوالات یکجا ہیں جمع الفوائد اور شفائے قاضی عیاض میں موجود ہے امام ترمذیؒ نے مختلف بابوں کی مناسبت سے اس حدیث کو کئی بابوں میں تھوڑی تھوڑی ذکر کی ہے۔

(۱۰) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیان عن محمد بن المنکدر قال سمعت جابر بن عبد الله یقُولُ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا۔

(۱۰) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔

ف :- اگر اس وقت موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیتے یا اس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو کسی اور طریقہ سے عطا فرمائیں۔

(۱۱) حدثنا عبد الله بن عمران ابو القاسم القرشی المکی حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابن شهاب عن عبید الله عن ابن عباس قال کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَیْرِ وَکَانَ اَجْوَدُ مَا یَکُوْنُ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی یَنْسَلِخَ فَیَاْتِیْهِ جِبْرِیْلُ فَیَعْرِضُ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِیَهٗ جِبْرِیْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ۔

(۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اول تو تمام لوگوں سے زیادہ ہر وقت ہی سخی تھے (کہ کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا کہ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کے درجہ میں پہنی۔ جب ہی ایک شخص نے مانگ لی اور اس کو مرحمت فرما دی۔ قرض لے کر ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا اور قرض خواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آگیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو جتنے وہ تقسیم نہ ہو جائے گھر نہ جانا ایسے مشہور واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ہو ہی نہیں سکتا) بالخصوص رمضان المبارک

میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ مہینے کی فیاضی بھی اس مہینے کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینہ میں بھی جس وقت حضرت جبرائیلؑ تشریف لاکر آپؐ کو کلام اللہ شریف سناتے اس وقت آپؐ بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

ف :- اس ہوا کے ساتھ تشبیہ تیزی اور سرعت میں ہے کہ ہوا اس قدر تیز نہیں چلتی جتنی تیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت چلتی تھی یا نفع کے عام ہونے میں ہے کہ بارش کا نفع اس قدر عام اور سب کو شامل نہیں ہوتا جتنی عام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت تھی۔ بارش کے ساتھ تشبیہ صورت کے اعتبار سے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کو بارش سے کیا نسبت کہ یہ صرف مادی چیزوں کو اگانے والی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارش ظاہر و باطن ضروریاتِ دنیویہ اور دینیہ کو پورا کرنے والی تھی یہ زمین کو زندہ کرتی ہے وہ دلوں کو بھی زندہ کرتی تھی۔ ترمذی کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم جس کے تقریباً بیس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتے ہیں کہیں سے آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوریئے پر ڈلوا دیئے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کرا دیئے۔ ختم ہونے کے بعد ایک سائل آیا جس کا قصہ تیسری حدیث میں حدیث نمبر ۱۳ کے ذیل میں آرہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں رہا تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے جب میرے پاس ہو گا ادا کر دوں گا یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت شریفہ تھی اور رمضان المبارک کے اس وقت کا تو کیا پوچھنا کہ وہ مالک الملک کی طرف سے افضل البشر کے پاس افضل الکلام افضل ترین اوقات میں فرشتوں کے لے کر آنے کا وقت تھا اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ شانہٗ کے اخلاق کے ساتھ کمال درجہ میں متصف کہ اصل کمالِ عاداتِ الٰہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس ماہ مبارک میں جس قدر رحمت و انعام کے دروازے کھلتے ہیں اس کا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو بندہ کا رسالہ فضائل رمضان دیکھو۔

(۱۲) حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس بن مالك قال

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن کے لئے

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ۔

کسی چیز کو ذخیرہ بناکر نہیں رکھتے تھے۔

ف:۔ یعنی جو چیز ہوتی کھلا پلا کر ختم فرما دیتے۔ اس خیال سے کہ کل کو ضرورت ہوگی اس کو محفوظ نہ رکھتے تھے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غایت توکل تھا کہ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی عطا کرے گا۔ یہ اپنی ذات کے لئے تھا بیبیوں کا نفقہ ان کے حوالے کر دیا جاتا وہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ چاہیں رکھیں یا تقسیم کردیں مگر وہ بھی تو حضور ہی کی بیبیاں تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں ایک مرتبہ دو گونیں درہموں کی نذرانہ کے طور پر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے انہوں نے طباق منگایا اور بھر بھر کر تقسیم فرما دیا خود روزہ دار تھیں افطار کے وقت ایک روٹی اور زیتون کا تیل تھا جس سے افطار فرمایا۔ باندی نے عرض کیا کہ ایک درم کا اگر آج گوشت منگا لیتیں تو آج ہم اسی سے افطار کر لیتے۔ ارشاد فرمایا کہ اب طعن دینے سے کیا ہو سکتا ہے اس وقت یاد دلا دیتی تو میں منگا دیتی "حکایات صحابہ" میں ان سچے اتباع کرنے والوں کے کچھ نمونے دکھلائے گئے ہیں اس لئے اگر حدیث کا مطلب یہ ہو کہ نہ اپنے لئے نہ گھر والوں کے لئے دوسرے دن کا ذخیرہ نہ ہوتا تھا تب بھی بے محل نہ ہوگا۔

(۱۳) حدثنا هارون بن موسى بن ابي علقمة الفروي المدني حدثني ابي عن هشام بن سعد عن زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر بن الخطاب أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ وَلٰكِنِ ابْتَعْ عَلَيَّ فَإِذَا جَاءَنِيْ شَيْءٌ قَضَيْتُهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ أَعْطَيْتَهُ فَمَا كَلَّفَكَ اللّٰهُ مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ فَكَرِهَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْفِقْ وَ

(۱۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت مند نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ موجود نہیں ہے۔ تم میرے نام سے خرید لو جب کچھ آجائیگا تو میں ادا کردوں گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے پاس جو کچھ تھا آپؐ دے چکے ہیں اور جو چیز آپؐ کی قدرت میں نہیں ہے اس کا حق تعالیٰ شانہٗ نے آپؐ کو مکلف نہیں بنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ ناگوار گزرا تو ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول

لَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُرِفَ الْبِشْرُ فِيْ وَجْهِهٖ لِقَوْلِ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس قدر جی چاہے خرچ کیجئے اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے! کہ جو ذات پاک عرش بریں کی مالک ہے اس کے یہاں آپؐ کو دینے میں کیا کمی ہو سکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاری کا یہ کہنا بہت پسند آیا اور حضور اکرمؐ نے تبسم فرمایا جس کا اثر چہرۂ مبارک پر ظاہر ہوتا تھا اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے اس کا حکم فرمایا ہے۔

ف:۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلالؓ سے بھی یہی ارشاد ہے۔ حضرت ابوہریرۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کے پاس کھجوروں کی ایک ڈھیر لگی ہوئی دیکھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ آئندہ کی ضروریات کے لئے روک لیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے اس کا ڈر نہیں ہے کہ اس کی بدولت کل قیامت کے دن جہنم کا کچھ دھواں تجھ تک پہنچ جائے، اس کے بعد ارشاد فرمایا انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا اے بلالؓ خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور کرم کے واقعات جس کثرت سے ہیں ان کے احاطہ کی کس کو طاقت ہے؟ اس کرم کے لئے یہ بھی ضروری نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہی ہو ضرورت مندوں کے لئے قرض لے کر ان پر خرچ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث میں خود موجود ہے ایک شخص نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو کچھ رہتا ہی نہیں تھا میں ہی اخیر تک اس کا منتظم رہا۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوتا اور آپؐ اس کو ننگا دیکھتے تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے میں کہیں سے قرض لے کر اس کے کپڑے بنواتا اور کھانے کا انتظام کرتا۔ ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور آکر کہنے لگا کہ مجھے بڑی وسعت حاصل ہے تمہیں جو کچھ قرض لینا ہو مجھ سے لے لیا کرو اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے میں اس سے قرض لینے لگا ایک دن میں وضو کر کے اذان کہنے ہی کو تھا کہ وہ مشرک چند ساتھیوں کو ساتھ لئے ہوئے آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ او حبشی! میں نے کہا حاضر ہوں

وہ نہایت ترش روئی سے مجھ کو برا بھلا کہنے لگا اور کہنے لگا کہ اس مہینہ کے ختم میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا کہ مہینہ تو ختم ہونے کے قریب ہے کہنے لگا کہ یہ چار دن باقی ہیں اگر اس وقت تک قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے قرضہ میں غلام بنالوں گا اور جیسا کہ پہلے غلامی کی حالت میں بکریاں چرایا کرتا تھا وہی صورت پھر ہو جائے گی۔ حضرت بلال رضؓ کہتے ہیں کہ اس کی یہ باتیں سن کر جو لوگوں پر گزرتی ہے مجھ پر بھی گزری۔ میں عشاءؒ کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا قصہ سنا کر عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی جلدی انتظام کیا ہو سکتا ہے کہ ادائیگی کسے لئے نہ آپ کے پاس کچھ ہے نہ میرے پاس؛ میں روپوش ہو جاؤں جب آپ ادائیگی فرمادیں گے میں حاضر ہو جاؤں گا ورنہ مجھے سخت ذلیل کرے گا۔ صبح کی نماز سے قبل ایک شخص دوڑتا ہوا آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں میں حاضر ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے تیرے قرضہ کا انتظام کر دیا یہ چار اونٹنیاں جو سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہیں یہ فدک کے حاکم نے ہدیۃً بھیجا ہے۔ میں نے صبح کو وہ سب قرضہ بے باک کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ اللہ جل شانہ نے قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سامان میں سے کچھ بچا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کچھ بچ گیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دے کہ مجھے راحت ملے شام ہو گئی کچھ پھر بھی بچ گیا۔ عشاء کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ مستحقین آئے ہی نہیں ابھی کچھ باقی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رات مسجد میں گزاری مکان پر تشریف نہیں لے گئے۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے اس بار سے آپ کو سبکدوش فرمایا وہ سب تقسیم ہو گیا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے مکان پر تشریف لے گئے (ابوداؤد)

(۱۴) حدثنا علی بن حجر حدثنا شریک عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقناع من رطب واجر زغب فاعطانی ملء کفہ حلیا وذھبا۔

(۱۴) ربیع کہتی ہیں کہ میں ایک طباق کھجوروں کا اور کچھ چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ککڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا دست مبارک بھر کر سونا اور زیور مرحمت فرمایا۔

ف ۱۔ یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میوہ استعمال کرنیکے ذکر میں ح ۶ و ح ۴ پر گزر چکی ہے۔

(۱۵) حدثنا علی بن حشرم وغیر واحد قالوا حدثنا عیسی بن یونس عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا۔

(۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

ف ۱۔ کمال خلق ہے کہ ہدیہ واپس کرنے میں دوسرے کی دل شکنی کا خیال ہے اور بدلہ نہ دینے میں اس کو کوئی نفع نہیں۔ بلکہ بسا اوقات غلبہ محبت میں آدمی خود مشقت اٹھا کر ہدیہ دیا کرتا ہے بدلہ کی صورت میں اس کی دلداری ہوگئی اور اس کو کوئی نقصان بھی نہ ہوا بلکہ نفع ہوا۔ اس لئے کہ بعض حدیثوں میں ویثیب منہا کی جگہ ویثیب خیراً منہا وارد ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اس سے بہتر بدلہ دیتے تھے اور دوسری روایات سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ سے زیادہ بدلہ دیتے تھے۔

باب ما جاء فی حیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب ۴۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا ذکر

ف ۱۔ یہ مضمون اگرچہ عادات کا جزو ہے اور اس لحاظ سے گذشتہ باب میں داخل ہو سکتا تھا مگر غایت اہتمام کی وجہ سے اسکو مستقل ذکر کیا کہ خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ معاملات میں حیاء پر ایک مستقل مدار ہے حدیث میں وارد ہے کہ جب تجھ سے حیا جاتی رہے پھر جو چاہے کر گزر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کمال درجہ منتہی پر تھا۔ جس باب کو شروع کیا جائے اس میں آپ کے اوصاف بیان کرنے کے لئے الفاظ کما حقہٗ میسر نہیں ہوتے۔ آپ کی حیاء کے دو چار واقعات نہیں ہیں سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کثرت حیا کی وجہ سے کسی شخص کے چہرہ پر نگاہ نہیں جماتے تھے۔ یعنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کسی سے بالمقابل نہ ہوتے تھے۔ امام ترمذی نے بھی نمونۃً اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ

حیاء کئی قسم کی ہوتی ہے ایک کرم کی حیاء کہلاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ولیمہ کیا تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چند لوگ بیٹھے رہے اور باتوں میں مشغول رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بیٹھنا بار تھا اور بار بار کبھی باہر تشریف لے جاتے تھے کبھی اندر تشریف لاتے تھے مگر شرم کی وجہ سے ان کو اٹھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ احزاب کے اخیر کے قریب اس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ دوسری قسم عاشق کی اپنے محبوب سے شرم ہوتی ہے کہ بولنا بھی دشوار ہوتا ہے۔

شوق افزوں مانع عرض تمناداب حسن　　بارہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے

تیسری قسم بندگی کی شرم ہوتی ہے کہ بندگی میں اپنے آپ کو قاصر پائے اور مولا سے شرم میں بڑھتا جائے۔ چوتھی خود اپنی ذات سے شرم ہوتی ہے کہ آدمی ہمت سے کسی کام کو شروع کرے اور اس میں کوئی نقص رہ جائے تو خود اپنے سے شرم آنے لگتی ہے کہ ذرا سا کام بھی نہ ہوا کہتے ہیں کہ یہ شرم کا اعلیٰ درجہ ہے جو شخص خود اپنے سے شرماتا ہے وہ دوسرے سے بطریق اَولیٰ شرمایا کرتا ہے۔

(۱) حدثنا محمد بن غیلان حدثنا ابوداؤد حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت عبد اللہ بن ابی عتبة یحدث عن ابی سعید الخدری قال کان رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا وَكَانَ اِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهٖ۔

(۱) ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیاء میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو کہیں زیادہ بڑھے ہوئے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غایت شرم کی وجہ سے اظہارِ ناپسندیدگی بھی نہ فرماتے تھے)

ف: کنواری جو اپنے پردہ میں ہو اس کے دو مطلب علماء نے لکھے ہیں۔ ایک جماعت علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے پردہ نشین کنواری لڑکی مراد ہے کہ وہ اس کنواری لڑکی سے جو باہر پھرتی ہو بہت زیادہ شرمیلی ہوتی ہے گو کنواری ہر ایک ہی شرم دار ہوتی ہے اس لئے شریعت نے کنواری لڑکی کے نکاح کی اجازت کے لئے اس کے سکوت کو کافی بتایا ہے کہ کنواری کے لئے شرم طبعی چیز ہے اور بالخصوص پردہ نشین لڑکی اور بعض علماء نے پردہ نشین سے وہ لڑکی مراد لی ہے جو پردہ میں تربیت دی گئی ہو کہ اس کو عورتوں سے بھی پردہ کرایا گیا ہو۔ چنانچہ باہر کی پھرنے والی عورتوں سے پردہ بہت سے خاندانوں

میں مروج ہے کہ یہ لڑکی جس قدر شرمیلی ہوگی ظاہر ہے دوسرا مطلب بعض علماء نے اپنے پردہ میں ہونے سے کنایہ بتایا ہے شبِ عروس کا کہ کنواری لڑکی پہلی شب جس قدر شرمیلی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔

(۲) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن منصور عن موسٰی بن عبد اللہ بن یزید الخطمی عن مولی لعائشة قال قَالَتْ عَائِشَةُ مَا نَظَرْتُ اِلٰی فَرْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء اور تستر کی وجہ سے، مجھے کبھی آپؐ کے محلِ شرم دیکھنے کی ہمت نہیں پڑی اور کبھی نہیں دیکھا۔

ف: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم کی وجہ سے ہمت نہیں پڑی تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا دیکھتے اور اصولی بات ہے کہ شرمیلے آدمی کے سامنے دوسرے کو مجبوراً شرم کرنا پڑتا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں بالتصریح اس کی بھی نفی ہے کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میرے ستر کو دیکھا نہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کو دیکھا اور جب حضرتؓ عائشہؓ باوجودیکہ تمام بیبیوں میں سب سے زیادہ بے تکلف تھیں، سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ ان کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا ذکر چنانچہ حضرت ام سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوی سے صحبت کرتے تو آنکھیں بند کر لیتے اور سر جھکا لیتے اور بیوی کو بھی سکون و وقار کی تاکید فرماتے حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجروں کے پیچھے جا کر غسل کیا کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محل ستر کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ نبوت سے قبل جب کہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے عرب کے دستور کے موافق کہ ستر کے چھپانے کا ایسا کچھ اہتمام نہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لنگی کو پتھر کے نیچے رکھ لیا اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گئے حالانکہ شرعی احکام اس وقت تک نازل بھی نہ ہوئے تھے۔

باب ماجاء فی حجامة رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

باب۵۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی پچھنے لگوانے کا ذکر

ف:۔ اس باب میں مصنفؒ نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ جن میں سینگی کے استعمال کے مختلف واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ معمولاتِ نبویہ میں علاج بدن اور دوا کا استعمال کرنا بھی تھا علاج کرنا توکل کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر متوکل کون ہوگا مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علاج کے طور پر سینگی کا استعمال متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے اور حق یہ ہے کہ توکل اسباب کے منافی نہیں ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس رسالہ میں جس میں اپنے مبشرات کو جمع کیا ہے اور اپنے بہت سے مکاشفات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خوابوں میں جو سوالات کئے ہیں ذکر کیے ہیں لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا ہے کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اسباب کے ترک کرنے میں کونسی چیز افضل ہے تو مجھ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے اسباب واولاد غرض ہر چیز سے طبیعت سرد پڑ گئی۔ اس کے بعد میری طبیعت پر ایک انکشاف ہوا جس کا اثر یہ ہوا کہ طبیعت تو اسباب کی طرف متوجہ ہے اور روح تسلیم وتفویض کی طرف مائل ہے فقط۔ حق یہ ہے کہ یہی اصل توکل ہے کہ اسباب کو بالکل غیر مؤثر سمجھیں اسباب ہیں تاثیر بھی اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ ہی کی طرف سے ہے اس کی مشیت بغیر اسباب بھی کچھ نہیں بنا سکتے۔ ؎

از قضا سرکنگبین صفرا فزود روغن بادام خشکی مے نمود

مقدراتِ الٰہیہ کے سامنے کسی کا بھی بس نہیں ہے سرکہ کے استعمال سے صفرا بڑھ جائے اور روغن بادام سے خشکی ہونے لگے۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوسرے رسالے میں ہے کہ یہ اسباب کا مسئلہ منجملہ ان تین وصیتوں کے ہے جن کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طبعی رجحان کے خلاف پر مجبور کیا گیا۔ دوسرا تفضیل شیخین کا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اور تیسرا مسئلہ تقلید کے نہ چھوڑنے کا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا میلان تقلید کے چھوڑنے پر تھا مگر مجبور کیا گیا کہ کسی ایک امام کی تقلید ضرور کریں۔ تفصیل کا یہاں محل نہیں ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل فضل مبین اور فیوض الحرمین میں ہر دو کی تفصیلات ہیں۔

(۱) حدثنا علی بن حجر حدثنا اسمٰعیل بن جعفر عن حمید قال سئل انس بن مالک عن کسب الحجام فقال انس اِحْتَجَمَ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَمَہٗ ابو طیبۃ فَاَمَرَ لَہٗ بِصَاعَیْنِ من طَعَامٍ وَکَلَّمَ اَھْلَہٗ فَوَضَعُوْا عَنْہُ مِنْ خَرَاجِہٖ وَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِہِ الْحِجَامَۃُ اَوْ اِنَّ مِنْ اَمْثَلِ دَوَائِکُمُ الْحِجَامَۃُ۔

(۱) حضرت انسؓ سے کسی نے سینگی لگوانے کی اجرت کا مسئلہ پوچھا کہ جائز ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ ابو طیبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی لگائی تھی آپ نے دو صاع کھانا (ایک روایت میں کھجور بھی آیا ہے) مرحمت فرمایا اور ان کے آقاؤں سے سفارش فرماکر ان کے ذمہ جو محصول تھا اس میں کمی کرادی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے۔

ف:۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قیمت ادا فرمائی تو مسئلہ کا جواب ظاہر ہوگیا غالباً سوال کا منشا یہ ہوگا کہ بعض حدیثوں میں اس پیشہ کی مذمت آئی ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ اس میں چونکہ خون چوسنا پڑتا ہے جو ایک ناپاک چیز ہے اس لئے اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے کہ منہ کو پاک کرنے کا اہتمام کیا جائے اور اس کی احتیاط رکھی جائے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیشوں کے متعلق بھی بعض احادیث میں کچھ تنبیہات وارد ہوئی ہیں جس سے بعض لوگوں کو اشکالات اور اشتباہات پیدا ہوگئے حالانکہ روایات کا مفہوم صاف اور واضح ہے کہ جس پیشہ کے متعلق بھی ارشاد عالی وارد ہوا ہے اس میں کوئی خاص اہم بات قابل لحاظ اور قابلِ اصلاح تھی جس پر تنبیہ مقصود ہے حدیث بالا میں محصول سے یہ مراد کہ غلام کو اس شرط پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اتنی مقدار روزانہ ہمارے حوالے کردیا کرو بقیہ سے ہمیں کچھ کام نہیں وہ تمہارا ہے اس طرح کا غلام عبد ماذون کہلاتا ہے ان کا محصول روزانہ تین صاع جو مقرر تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے ایک صاع کم ہوکر دو صاع رہ گیا تھا۔ صاع میں علماء کا اختلاف ہے فقہاء حنفیہ کے نزدیک تقریباً چار سیر وزن کا ایک صاع ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے

بالکل صحیح ہے مگر اس کے مخاطب حرمین کے نوجوان ہیں اور ایسے ہی ہر گرم ملک کے رہنے والے کہ ان کا خون رقیق ہونے کی وجہ سے بدن کے سطح ظاہر کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور ملکی حرارت اس کو ظاہر کے زیادہ قریب کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے حکماء چالیس سے زیادہ عمر والے کے لئے سینگی کو مفید نہیں بتاتے۔

(۲) حدثنا عمرو بن علی حدثنا ابو داؤد حدثنا ورقاء بن عمر عن عبد الاعلی عن ابی جمیلة عن علی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَاَمَرَنِی فَاَعْطَیْتُ الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگی لگوائی اور مجھے اس کی مزدوری دینے کا حکم فرمایا میں نے اس کو ادا کیا۔

ف:۔ اس حدیث میں بھی دو فائدے ہیں سینگی کے استعمال اور اس کی اجرت ادا کرنے کا جواز۔

(۳) حدثنا هارون بن اسحق الهمدانی حدثنا عبدة عن سفیان الثوری عن جابر عن الشعبی عن ابن عباس اَظُنُّهٗ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فِی الْاَخْدَعَیْنِ وَبَیْنَ الْکَتِفَیْنِ وَاَعْطَی الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَلَوْ کَانَ حَرَامًا لَمْ یُعْطِهٖ۔

(۳) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں جانب پچھنے لگوائے اور دونوں شانوں کے درمیان اور اس کی اجرت بھی مرحمت فرمائی۔ اگر نا جائز ہوتی تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کیسے مرحمت فرماتے۔

ف:۔ چونکہ سینگی لگانے میں منہ سے خون کھینچنا پڑتا ہے اس وجہ سے بعض احادیث میں اس کی کمائی اور اس پیشہ کی برائی آئی ہے جیسا کہ شروع میں گزرا ہے۔ بعض روایتوں میں اس کی کمائی کو خبیث فرمایا ہے۔ جس کی بناء پر بعض علماء اس کی اجرت کو نا جائز فرماتے ہیں امام احمد بن حنبلؒ دونوں روائتوں میں اس طرح جمع کرتے ہیں کہ ممانعت کی روایت کو آزاد لوگوں کے حق میں بتاتے ہیں اور اجازت کی روایات کو غلاموں کے حق میں اور چونکہ ابو طیبہ بھی غلام تھے اس لئے اجرت دینے میں کوئی اشکال نہیں۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ خبیث اس لئے فرمایا کہ یہ ایک مسلمان کی ضرورت ہے جس کی اعانت دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے اس لئے بلا اجرت سینگی لگانا چاہیئے تھا۔ غرض علماء اس بارے میں مختلف ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اس فعل سے جواز پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ نا جائز ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مرحمت فرماتے۔

(۴) حدثنا هارون بن اسحاق حدثنا عبدة عن ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعَا حَجَّامًا فَحَجَمَهٗ وَسَاَلَهٗ کَمْ خَرَاجُکَ فَقَالَ ثَلٰثَةُ اٰصُعٍ فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَاَعْطَاهُ اَجْرَهٗ۔

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگی لگانے والے کو بلایا جس نے آپؐ کے سینگی لگائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کا روزانہ کا محصول دریافت فرمایا تو انہوں نے تین صاع بتلایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کم کرادیا اور سینگی لگانے کی اجرت مرحمت فرمائی۔

ف:۔ بظاہر یہ وہی ابو طیبہ ہیں جن کا قصہ باب کی پہلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ ابتداء میں ان کا روزانہ محصول تین صاع یومیہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر ایک صاع کم دیا گیا اور دو صاع رہ گیا۔

(۵) حدثنا عبد القدوس بن محمد العطار البصری حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا همام وجریر بن حازم قالا حدثنا قتادة عن انس بن مالك قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْتَجِمُ فِی الْاَخْدَعَیْنِ وَالْکَاهِلِ وَکَانَ یَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں جانبوں میں اور ہر دو شانوں کے درمیان سینگی لگواتے تھے اور عموماً ۱۷، ۱۹ یا ۲۱ تاریخ میں اس کا استعمال فرماتے تھے۔

ف:۔ ان تاریخوں کی اور بھی بعض روایتوں میں خصوصیت آئی ہے۔ اطباء کا قول بھی اس کے موافق ہے ابن سینا سے نقل کیا گیا ہے کہ سینگی لگانا مہینے کے شروع میں اور ختم میں اچھا نہیں ہے بلکہ مہینے کے وسط میں ہونا چاہیے۔ اس روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے بار بار مختلف ایام میں سینگی لگوانا معلوم ہوتا ہے اور بھی جو روایات اس باب میں ذکر کی جاری ہیں ان سے مختلف مقامات پر سینگی کا لگانا معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہود نے خیبر میں حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر قاتل کھلا دیا تھا جو نہایت سخت تھا اور مقصد یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے یہ مخالفت کا قصہ ہی ختم ہو جائے اگرچہ اس گوشت کو جس میں زہر تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا نوش نہ فرمایا تھا مگر جس قدر کھایا گیا اس کا یہ اثر تھا کہ وہ سمیت مختلف اوقات میں بالخصوص گرمی کے زمانہ میں بار بار عود کرتی تھی اور جس جانب مادہ کا زور ہوتا تھا اسی جانب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی کے استعمال کی ضرورت ہوتی تھی اور سمی مادہ چونکہ خون میں حلول کرتا ہے اور وہ سارے بدن میں سرایت کرتا ہے اس لئے مختلف مقامات پر اس کا زور ہوتا تھا۔

(۶) حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَلَلٍ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع ملل میں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے، حالت احرام میں پشت قدم پر سینگی لگوائی۔

ف:۔ حالتِ احرام میں سینگی لگوانا بعض ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ بال نہ اکھڑیں۔ ان روایات میں سینگی کا استعمال کثرت سے نقل کیا گیا ہے اور بھی احادیث کی کتابوں میں سینگی کا استعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے نقل کیا گیا ہے اور فصد کا استعمال نقل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اطباء کے نزدیک فصد بہ نسبت سینگی کے زیادہ نافع ہے اور بہت سے امراض میں اکسیر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں علی الاطلاق نافع نہیں ہیں بلکہ ان میں تفصیل ہے حجاز کا ملک گرم ہے اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اس ملک کے باشندوں کے لئے سینگی زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ موسم کے گرم اور سرد ہونے سے مزاجوں میں بے حد تفاوت ہو جاتا ہے گرم ملکوں میں اور اسی طرح دوسرے ملکوں میں گرمی کے زمانہ میں حرارت بدن کے ظاہری حصہ پر آجاتی ہے اور باطنی حصہ میں برودت کا اثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ گرمی کے زمانہ میں پسینہ کی کثرت ہوتی ہے اور باطنی برودت کی وجہ سے کھانے کے ہضم میں دیر لگتی ہے اور مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں بخلاف سرد ملکوں کے اور اسی طرح سے سردی کے زمانہ میں دوسرے ملکوں میں آدمی کی حرارت ماحول کی سردی کی وجہ سے اندرونِ بدن میں چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہضم میں قوت پیدا ہوتی ہے، پیشاب میں بھاپ نکلتی ہے امراض میں کمی ہوتی ہے اسی لئے بقراط

کا مقولہ ہے کہ سردی کے موسم میں اندرونِ بدن گرم زیادہ ہوتا ہے اور نیند زیادہ آتی ہے اور کھانا بسہولت ہضم ہوتا ہے اسی وجہ سے ثقیل غذائیں سردی میں بسہولت ہضم ہو جاتی ہیں اور گرمی میں بدقت اسی وجہ سے اہلِ حجاز کو شہد کھجور وغیرہ گرم چیزوں کے استعمال سے نقصان نہیں ہوتا سینگی میں چونکہ خون ظاہر بدن سے نکلتا ہے اور حجاز میں ظاہر بدن پر حرارت زیادہ ہوتی ہے اس لئے سینگی وہاں کے لئے زیادہ مناسب ہے اور فصد میں اندرون بدن سے اور رگوں سے خون کھینچتا ہے اس لئے فصد وہاں کے مناسب نہیں ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں یہ منقول نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ اَسْمَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۵۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نام اور بعض القاب کا ذکر

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے القاب معنی کے لحاظ سے تعظیماً اور تعریفاً استعمال کئے گئے ہیں چنانچہ ترمذی کی شرح میں ابن العربی سے ایک ہزار نام نقل کئے جاتے ہیں علامہ سیوطی نے ایک رسالہ مستقل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پانچ سو نام ذکر کئے ہیں احادیث میں خاص خاص موقع میں خاص خاص ناموں کا ذکر کیا ہے۔ سب ناموں کا احصار کسی ایک روایت میں نہیں ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ میرے قرآن شریف میں سات نام ہیں۔ محمدؐ، احمدؐ، یٰسینؐ، طٰہٰؐ، مزملؐ، مدثرؐ، عبد اللہؐ، ناموں کی کثرت شرافت اور عزت پر عموماً دلالت کیا کرتی ہے۔ مصنفؒ نے ہر باب میں مختصر نمونہ کے طور پر چند احادیث وارد کی ہیں اس لئے اس باب میں بھی صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جن میں نو نام آگئے ہیں۔

(۱) حدثنا سعيد بن عبد الرحمٰن المخزومی وغير واحد قالوا حدثنا سفيان عن الزهری عن محمد ابن جبير بن مطعم عن ابيه قال قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ

(۱) جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں منجملہ انکے محمدؐ، اور احمدؐ ہے اور ماحیؐ ہے جس کے معنی مٹانے والے کے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ، نے میرے ذریعہ سے کفر کو مٹایا ہے اور ایک نام

بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِی یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِی وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ۔

حاشر ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت میں حشر کے لئے سب سے پہلے آپؐ کو اٹھائیں گے اور تمام امت آپؐ کے بعد حشر کی جائے گی اور اٹھائی جائے گی تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے حشر کا سبب بنے اور ایک نام میرا عاقبؐ ہے جس کے معنی پیچھے آنے والے کے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے پیچھے تشریف لائے ہیں آپؐ کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔

ف :- اخیر کے تین نام مع وجہ تسمیہ کے ذکر کئے گئے ہیں لیکن اول کے دو ناموں کی وجہ روایت میں نہیں ہے بظاہر اس وجہ سے کہ پہلے دو نام ہیں اور باقی صفات ہیں یا اس وجہ سے کہ ان ناموں کی بہت سی وجوہ ہو سکتی ہیں یا اس وجہ سے کہ ان کی وجوہ ظاہر تھیں علماء نے لکھا ہے کہ محمدؐ حمد کا مبالغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت حمد کیا گیا۔ یا تو اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے کہ آپؐ کی خصال حمیدہ بہت زیادہ ہیں یا اس وجہ سے آپؐ کی تعریف مرۃً بعد مرۃٍ کی گئی یا اس وجہ سے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے آپؐ کی کثرت سے حمد کی ہے اور اسی طرح ملائکہ نے سابقین انبیاءؑ نے اولیاء نے یا تفاؤل کے طور پر ہے کہ بہت زیادہ حمد کی جائے گی یا اس وجہ سے کہ اولین و آخرین سب ہی آپ کے ثنا خواں ہیں اور قیامت میں سب ہی آپؐ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جس کا نام حمد کا جھنڈا ہے اور احمد کے معنی زیادہ تعریف کرنے والے کے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی بھی زیادہ تعریف کئے گئے ہوں۔ اس صورت میں یہ لفظ پہلے لفظ کے ہم معنی ہے لیکن پہلے معنی زیادہ مشہور ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے آپؐ سب سے زیادہ اللہ جل شانہٗ کی تعریف کرنے والے ہیں جو دنیا کے اعتبار سے بھی ظاہر ہے اور آخرت میں ہے ہی کہ قیامت میں حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہو گا مقام محمود آپؐ کے لئے ہے شفاعت کے وقت آپؐ اللہ جل شانہٗ کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی بھی کسی نے نہ کی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت اللہ جل شانہٗ کی وہ تعریفیں مجھے القاء ہوں گی جو اس وقت مستحضر نہیں ہیں علماء نے لکھا ہے کہ محمدؐ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص نام ہے جو پہلے لوگوں میں سے کسی نے نہیں رکھا البتہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا زمانہ قریب تھا تو بہت سے لوگوں نے اس امید پر کہ شاید

ہماری ہی اولاد ان بشارتوں کی مستحق بن جائے جو پہلی کتابوں میں ہیں اور یہی نبی بن جائے محمد نام رکھا لیکن اَللّٰہُ اَعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے اس جگہ کو جہاں اپنی رسالت کو تجویز فرماتا ہے۔

(۲) حدثنا محمد بن طریف الکوفی حدثنا ابو بکر بن عیاش عن عاصم عن ابی وائل عن حذیفۃ قال لَقِیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ وَنَبِیُّ التَّوْبَۃِ وَاَنَا الْمُقَفّٰی وَاَنَا الْحَاشِرُ وَنَبِیُّ الْمَلَاحِمِ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا النضر بن شمیل حدثنا حماد بن سلمۃ عن عاصم عن زرٍ عن حذیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ بمعناہ ھٰکذا قال حماد بن سلمۃ عن عاصم عن زرٍ عن حذیفۃ۔

(۲) حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے راستہ میں ملا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے تذکرۃً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمدؐ ہے اور احمد ہے اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور مقفی ہوں اور حاشر ہوں اور نبی ملاحم ہوں۔

ف :- ان اسماء کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ یہ نام پہلی کتابوں میں پیشین گوئی کے طرز پر لکھے ہوئے تھے۔ اہل کتاب ان اسماء و صفات سے آپ کو پہچانتے تھے۔ ان میں پہلا نام نبی الرحمۃ ہے جس کا ترجمہ ہے رحمت کا نبی یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کی ذات والا صفات کو مسلمان اور کافر سب کے لئے باعث رحمت بنایا ہے۔ چنانچہ خود قرآن شریف میں ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہم نے تم کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مسلمانوں کے لئے آپؐ کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ دنیا و آخرت میں آپؐ ہی کا وسیلہ ہے۔ کفار کے لئے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و شفقت کی وجہ سے پہلی امتوں کی طرح اس امت پر عذابِ عامہ نازل نہ ہوا بلکہ قرآنِ پاک میں یہ وعدہ ہو گیا کہ آپؐ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو ہرگز عذاب نہ کریں گے اور نیز اتنے آپؐ کے دین کا بقاء رہے گا اتنے تمام عالم کا نظام باقی رہے گا جس وقت تمام دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہے گا نظامِ عالم درہم برہم ہو کر قیامت قائم ہو جائے گی۔ نیز آپؐ کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے کسی امت یا

جماعت کی خصوصیت نہیں ہے اس لئے بھی آپ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں کہ جس کا دل چاہے اس رحمت میں داخل ہو جائے نیز آپ لوگوں کا آپس میں تزاحم اور ایک دوسرے کے ساتھ رحمت اور شفقت کی تعلیم لے کر آئے ہیں اس لحاظ سے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز اللہ کی رحمت کے دروازے آپؐ کی وجہ سے کھلے ہوئے ہیں۔ نیز آپؐ اللہ کی رحمتوں کی خبریں اور بشارتیں دینے والے ہیں ان معنوں کے اعتبار سے بھی آپؐ رحمت کے نبی ہیں نیز آپ کا دین سراسر رحمت ہے اس لئے بھی آپؐ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز آپؐ کی امت کے نبی ہیں۔ نیز آپ کی امت کی صفت قرآن شریف میں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ وارد ہوئی ہے۔ یعنی آپس میں رحمت کا برتاؤ کرنے والے اس لحاظ سے بھی آپؐ کے نبی ہیں۔ دوسرا نام آپ کا نبی التوبہ ہے جس کا ترجمہ ہے توبہ کا نبی (کہ آپؐ کی امت کے لئے صرف توبہ اپنی شرائط کے ساتھ گناہوں کی معافی کے لئے کافی کر دی گئی بخلاف بعض پہلی امتوں کے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے قتل نفس وغیرہ شرط تھا) نیز آپؐ امت کو کثرت سے توبہ کا حکم کرنے والے ہیں۔ نیز خود آپؐ نہایت کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔ ان وجوہ میں سے ہر وجہ ایسی ہے جس کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو توبہ کا نبی کہا جا سکتا ہے) ایسے ہی ایک نام مقفی ہے (یعنی سب سے پیچھے آنے والا۔ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو یا پہلے انبیاء کا اتباع کرنے والا۔) علماء نے دونوں معنے لکھے ہیں دوسرے معنی کا یہ حاصل ہے کہ اصل توحید اور اصول دین میں آپؐ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے موافق تھے اور تمام انبیاء ایک دوسرے سے اصل دین توحید اور مکارم اخلاق میں موافق رہے ہے۔ فروعات مذہب میں اختلاف رہا۔ ایک نام حاشر ہے جس کا مطلب گذشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔ ایک لقب آپؐ کا نبی الملاحم ہے (یعنی ملحمون کا نبی) ملحمہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل و قتال ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہوا اتنا کسی نبی کی امت میں نہیں ہوا نیز اس امت میں ہمیشہ رہے گا۔ چنانچہ آپؐ کی پیشین گوئی ہے کہ میری امت میں جہاد قیامت تک رہے گا حتیٰ کہ اخیر حصہ اُمّت دجال سے قتال کرے گا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کے معنی اجتماع اور التیام کے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو اجتماعی صورت گزر چکی ہے اور باوجود اختلافات اس گئے گزرے دور میں بھی پائی جاتی ہے کسی نبی کی امت میں ایسی مسلسل نہیں پائی جاتی۔ نیز ملحمہ کے معنی فتنہ عظیم کے بھی ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا نام صحیح ہے اس لئے کہ اس امت میں قیامت کے قریب ایسے بڑے بڑے اور سخت سخت فتنے پیدا ہوں گے جن کی نظیر کسی نبی کی امت میں نہیں ہے ایک دجال ہی کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ حد نہیں ہے حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر ہر نبی نے دجال کے فتنے سے لوگوں کو ڈرایا ہے ایسے ہی یاجوج ماجوج کا خروج وغیرہ وغیرہ سخت حوادث آنے والے ہیں جن کے آثار شروع ہیں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھَا بِمَنِّکَ وَفَضْلِکَ وَجَاہِ نَبِیِّکَ وحبیبک

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ عَیْشِ النَّبِیِّ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ۵۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گزر اوقات کا ذکر

ف:۔ یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے۔ بعض نسخوں میں سب روایات ایک جگہ ذکر کی ہیں مقام کے مناسب بھی یہی بات ہے لیکن جو نسخے ہمارے پاس موجود ہیں ان میں یہ باب مکرر پایا جاتا ہے اگر نقل کرنے والوں کی غلطی سے ایسا نہیں ہوا تو بہت ممکن ہے کہ خود امام ترمذیؒ نے کسی مصلحت سے اس کو مکرر لکھا ہو۔ غور سے متفرق مصالح اس کی سمجھ میں آتی ہے۔ ممکن ہے کہ امام ترمذی نے ایک لطیف اشارہ اس طرف کیا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فقر اور تنگی کو اختیار فرمانا ابتداء سے لے کر اخیر تک رہا اس لئے ابتدائی زمانہ کی طرف اوّل اشارہ فرمایا اور وفات کے قریب اس باب کو ذکر فرما کر اخیر زمانہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ باوجود خیبر اور حنین وغیرہ کی غنیمتوں کے اپنا حال وہی فقر و فاقہ تھا اور حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حرص و طمع دور فرمائے تو فقر و فاقہ میں بھی لذّت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونے کی بنا دے، میں نے عرض کیا کہ یا اللہ یہ نہیں بلکہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تاکہ تیرا شکر کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ تیرے سامنے عاجزی کروں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم لوگوں پر فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اس طرح پھیل جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیل گئی تھی اور تم اس میں اس طرح دل لگانے لگو جس طرح ان لوگوں نے دل لگایا اور یہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسا کہ ان کو ہلاک کر دیا اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ

دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اولاد کی روزی بقدرِ کفایت تجویز فرما۔ (مشکوٰۃ)
مصنف نے اس موجودہ باب میں نو حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے بعض مکرر ہیں جو پہلے ابواب میں گزر چکی ہیں

(۱) حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا ابو الاحوص عن سماک بن حرب قال سمعت النعمان بن بشیر یقول اَلَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَاشِئْتُمْ لَقَدْ رَاَیْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا یَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا یَمْلَأُ بَطْنَہٗ۔

(۱) نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ کیا تم لوگ کھانے پینے میں اپنی مرضی کے موافق منہمک نہیں ہو (اور جتنا دل چاہے تم لوگ نہیں کھاتے ہو) حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے یہاں ردی کھجوریں بھی پیٹ بھر نہیں تھیں۔

ف:- یہ حدیث سالن کے باب میں دوسرے نمبر پر گذر چکی ہے۔

(۲) حدثنا ھارون ابن اسحٰق حدثنا عبدۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت اِنْ کُنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ نَمْکُثُ شَھْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ ھُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال وہ ہیں کہ ایک ایک ماہ تک ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گذارا تھا۔

ف:- آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہی نہ تھی جس کے لئے آگ جلانا پڑتی۔ علماء نے لکھا ہے کہ پانی کا تذکرہ اس لئے فرمایا کہ کھجور بھی اتنی نہ تھی کہ بغیر پانی کی مدد کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوتی بلکہ چند کھجوریں کھانے کے بعد پانی پینے سے پیٹ بھرنے کی مقدار ہوتی تھی ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ دو مہینے کامل گزر جانے کے بعد تیسرے مہینہ کا چاند نظر آجاتا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مطلقاً آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک چاند پر دوسرا چاند ہو جاتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ حضرت عائشہ کے بھانجے عروہ نے پوچھا کہ خالہ جان پھر کس چیز پر گزارہ تھا فرمایا کہ کھجور اور پانی۔ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ پڑوسی انصار میں ایسے تھے جن کے یہاں دودھ کے جانور تھے ان میں سے کوئی ہدیہ کے طور پر دودھ پیش کر دیتا تو وہ ہم کو بھی پلایا جاتا تھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ڈیڑھ مہینہ مسلسل ایسا

گزر جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں روشنی کیلئے یا کسی اور چیز کے لئے آگ نہ جلتی تھی۔ روشنی کے لئے آگ جلنے سے مراد چراغ کا جلنا ہے (جمع الوسائل) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کی ایک ٹانگ پیش کی رات کا وقت تھا حضرت عائشہ اندھیرے ہی میں اس کے ٹکڑے کرنے لگیں کسی نے کہا کہ گھر میں چراغ نہیں ہے۔ فرمانے لگیں کہ اگر چراغ میں جلانے کے لئے تیل ہوتا تو اس کو کھانے ہی میں استعمال نہ کرتے علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنے گھر کے لوگوں کے لئے اس حالت کو پسند فرمایا حالانکہ خزانوں کی کنجیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی گئیں۔ اس کے بعد امت چار حصوں میں منقسم ہو گئی ایک وہ جماعت جنہوں نے نہ تو خود دنیا کی طرف رخ کیا نہ دنیا ہی نے ان کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، دوسری جماعت وہ جنہوں نے دنیا کی طرف رخ نہ کیا لیکن دنیا نے ان کا ارادہ کیا جیسے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔ تیسرے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی طرف رخ کیا اور دنیا نے بھی ان کی طرف رخ کیا جیسے بنو امیہ کے بادشاہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے علاوہ چوتھے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کا ارادہ کیا مگر دنیا نے ادھر کا رخ نہ کیا جیسے وہ لوگ جن کو اللہ نے فقیر بنایا اور دنیا کی محبت ان کے دل میں ہو گئی۔ (مناوی)

(۳) حدثنا عبد اللہ بن ابی زیاد حدثنا سیار حدثنا سھل بن اسلم عن یزید بن ابی منصور عن انس عن ابی طلحۃ قال شکونا الٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِہٖ عَنْ حَجَرَیْنِ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ طَلْحَۃَ لَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ وَمَعْنٰی قَوْلِہٖ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ کَانَ اَحَدُھُمْ یَشُدُّ فِیْ بَطْنِہِ الْحَجَرَ مِنَ الْجُھْدِ وَالضَّعْفِ الَّذِیْ بِہٖ مِنَ الْجُوْعِ۔

(۳) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شدتِ بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھلائے کہ ہر شخص کے پیٹ پر بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھلائے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت بھوک ہم سے زیادہ تھی اور ہم سے زیادہ وقت بدون کھائے گزر چکا تھا۔

ف :- اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ شدت بھوک کے وقت جب عاجز ہو جاتے تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تاکہ اس کی سختی کی وجہ سے چلنے پھرنے میں ضعف لاحق نہ ہو۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ مدینہ کے ایک پتھر کے ساتھ خاص ہے جس کا نام مشبعہ ہے اس پتھر میں اللہ جلّ شانہٗ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس کے باندھ لینے سے بھوک میں کسی قدر تسکین ہو جاتی ہے لیکن بظاہر پہلا ہی قول ہے اس لئے کہ اب بھی اکثر ایسا کیا جاتا ہے کہ شدت بھوک کے وقت پیٹ سے کسی کپڑے کا سخت باندھ لینا ضعف اور بھوک کی بے چینی میں مفید ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ خالی پیٹ میں نفخ پیدا ہونے کا احتمال ہے اور پتھر کو یا کسی سخت چیز کو باندھ لینے سے اس سے امن رہتا ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب پیٹ بالکل خالی ہو جائے تو انتڑیوں کے اتر جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ بالخصوص چلنے پھرنے میں اور پیٹ کو باندھ لینے سے یہ خدشہ نہیں رہتا۔ نیز پیٹ کے بالکل خالی ہونے سے کمر بھی جھک جاتی ہے کبڑا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس حدیث پر ایک قوی اشکال ہے وہ یہ کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا مسلسل روزہ رکھتے تھے اور جب صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں روزوں کے تسلسل کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ بغیر افطار کے کئی دن کا مسلسل روزہ رکھوں اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے کھلاتے اور پلاتے ہیں یہ کھانا پلانا کس طرح ہوتا تھا یہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہری طور پر کھانا پینا چھوڑنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر محسوس نہ ہوتا تھا ایسی صورت میں پیٹ سے پتھر باندھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور چونکہ روزے والی روایات کثیرہ ہیں اس لئے بعض علماء نے محدثین کے قواعد کے تحت ان پتھر والی روایتوں کو ضعیف قرار دے دیا لیکن اکثر محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ اس مضمون کی روایات بھی کئی ہیں نیز روزے والی روایتوں سے کوئی ایسی مخالفت بھی نہیں ہے کہ دونوں کا مختلف حالات پر حمل نہ ہو سکتا ہو اس لئے ان روایات کو ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں اس کے بعد پھر مختلف اقوال ان دونوں روایتوں کے متعلق وارد ہوئے ہیں۔ (۱) پتھر والی روایات ابتداءِ زمانہ کی ہوں اور یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقیات روزافزوں تھیں اس لئے کھلانے پلانے والی روایات بعد کی ہوں۔

(۲) کھانا پلانا روزے کی حالت کے ساتھ مخصوص ہو اور عام مومنین میں بھی یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ روزے کی حالت میں فاقہ کا اثر اور تعب اتنا نہیں ہوتا جتنا بغیر روزے کے فاقہ سے مشقت اور بار ہوتا ہے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جہاں روزہ حقیقی اور کمال کے درجہ پر تھا (۳) مختلف حالات کے اعتبار سے دونوں حالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتے ہوں جیسا کہ مشائخ سلوک مختلف احوال ہوا کرتے ہیں اس قول کے موافق ان روایات کو ابتداء زمانہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اخیر زمانہ میں بھی مختلف اوقات کے اعتبار سے مختلف احوال ہو سکتے ہیں۔ (۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر یقیناً نہیں ہوتا تھا۔ اس کے باوجود پتھروں کا باندھنا فقراء اور مساکین کے ساتھ اشتراک عمل کی غرض سے تھا اور عام دستور ہے کہ جس مشقت اور تکلیف میں اپنے بڑے بھی مبتلا ہو جاتے ہیں اس میں سعادت مند چھوٹوں کے لئے ان کے مقابلہ میں اپنی تکلیف کا التفات بھی نہیں رہتا۔ پھر صحابہ کرام جیسے سعید عشاق کا تو پوچھنا ہی کیا ہے (۵) حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے کھلانا پلانا اعزاز و اکرام ہی تو تھا کوئی وجوبی امر نہ تھا تو کسی وقت جب کہ صحابہ کرام پر تنگی و عسرت کا غلبہ ہو فقر و فاقہ اس حالت پر پہنچ گیا ہو کہ پیٹ پر پتھر باندھنا پڑ جائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس اکرام سے مستفید نہ ہوتے ہوں کہ بچہ اگر بھوک میں تڑپتا ہو تو ماں کے حلق میں ٹکڑا اٹکا کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت کا کیا پوچھنا جہاں ہزاروں ماؤں کی شفقتیں قربان۔

(۴) حدثنا محمد بن اسمعیل حدثنا ادم بن ابی ایاس حدثنا شیبان ابومعاویۃ حدثنا عبد الملک بن عمیر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن عن ابی ھریرۃ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَاعَۃٍ لَا یَخْرُجُ فِیْھَا وَلَا یَلْقَاہُ فِیْھَا اَحَدٌ فَاَتَاہُ اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ بِکَ یَا اَبَا بَکْرٍ فَقَالَ خَرَجْتُ اَلْقٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْظُرُ

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت دولت خانہ سے باہر تشریف لائے کہ اس وقت نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ باہر تشریف لانے کی تھی نہ کوئی شخص حضور اکرمؐ کی خدمت میں اس وقت دولت خانہ پر حاضر ہوتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باہر تشریف آوری پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حاضر ہوئے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے خلاف

فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمِ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ قَالَ الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ ابْنِ التَّيِّهَانِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَالُوا لِامْرَأَتِهِ أَيْنَ صَاحِبُكِ فَقَالَتِ انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُفَدِّيهِ بِأَبِيهِ وَأُمِّهِ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى النَّخْلَةِ فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوا أَوْ تَخَيَّرُوا مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَرُطَبٌ طَيِّبٌ وَمَاءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

معمول بے وقت آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ جمال جہاں آرا کی زیارت اور سلام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمال تناسب کی وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر خلافِ عادت باہر تشریف آوری کی نوبت آئی تو اس یک جان دو قالب پر بھی اس کا اثر ہوا۔ بندہ کے نزدیک یہی وجہ اولیٰ ہے اور یہی کمال تناسب بڑی وجہ یہ ہے نبوی دور کے ساتھ خلافتِ صدیقیہ کے اتصال کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اگر مناسبت کوئی دوسرا خلیفہ ہوتا تو مناسبت تامہ نہ ہونے کی وجہ سے دینی احکام میں کچھ تغیر ضرور ہوتا اور صحابہ کرام کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے ساتھ یہ دوسرا مرحلہ مل کر رنج و ملال کو ناقابل برداشت بنانے والا ہوتا بخلافِ صدیق اکبرؓ کے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس درجہ اتصال اور قلبی یک جہتی تھی کہ جن مواقع پر جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل تھا وہی اکثر حضرت ابوبکر صدیق کا بھی تھا۔ چنانچہ حدیبیہ کا قصہ مشہور ہے جس کا ذکر "حکایات صحابہ" میں بھی گزر چکا ہے مسلمانوں نے نہایت دب کر ایسی شرائط پر کفار سے صلح کی تھی۔ کہ بعض صحابہؓ اس کا تحمل بھی نہ کر سکے اور حضرت عمرؓ نہایت جوش میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ

لَا تَذْبَحَنَّ لَنَا ذَاتَ دَرٍّ فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اخْتَرْ لِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْ تَعْتِقَهُ قَالَ فَهُوَ عَتِيقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا وَمَنْ يُوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ۔

(صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک۔ حضرت عمرؓ! کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضور! بے شک۔ حضرت عمرؓ! پھر ہم کو دین کے بارے ہمیں یہ ذلت کیوں دی جا رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا وہی میرا مددگار ہے۔ حضرت عمرؓ! کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال مکہ میں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ! نہیں، یہ تو نہیں کہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! بس تو مکہ میں ضرور جائے گا اور طواف کرے گا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اسی جوش میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوبکرؓ! کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر! بے شک۔ حضرت عمرؓ کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا بے شک۔ حضرت عمرؓ! پھر دین کے بارے میں ہم ذلت کیوں دیئے جا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر! اے آدمی

یہ بلاتردد سچے رسول ہیں اور اللہ کی ذرا بھی نافرمانی کرنے والے نہیں ہیں وہی ان کا مددگار ہے تو ان کی رکاب کو مضبوط پکڑے رہ۔ حضرت عمرؓ کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کریں گے حضرت ابوبکرؓ کیا تجھ سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اسی سال جائیں گے۔ حضرت عمرؓ! نہیں یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ! تو مکہ میں جائے گا اور طواف کرے گا۔ بخاری شریف

میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور بھی اس قسم کے متعدد واقعات حیرت انگیز ہیں۔ حتیٰ کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہادی خطا ہوئی تو اس میں حضرت ابوبکرؓ شریک ہیں کہ بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں جس کا قصہ سورۂ انفال کے اخیر میں ہے۔ اس صورت میں حضرت ابوبکرؓ کا اس وقت خلافِ معمول باہر آنا دل را بدل رہیست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کا اثر تھا گو بھوک بھی لگی ہوئی ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کا آنا بھی بھوک کے تقاضے کی وجہ سے تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ کر اس کا خیال بھی جاتا رہا اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر اس کا ذکر نہیں کیا۔

یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی تشریف آوری بھوک ہی کی وجہ سے تھی مگر اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہ ہو کہ دوست کی تکلیف اپنی تکلیف پر غالب ہو جایا کرتی ہے) تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت عمرؓ حاضرِ خدمت ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بے وقت حاضری کا سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھوک تو کچھ میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بعد تینوں حضرات ابوالہیثم انصاریؓ کے مکان پر تشریف لے گئے وہ اہلِ ثروت لوگوں میں سے تھے کھجوروں کا بڑا باغ تھا۔ بکریاں بھی بہت سی تھی۔ البتہ خادم ان کے پاس کوئی نہیں تھا اس لئے گھر کا کام سب خود ہی کرنا پڑتا تھا یہ حضرات جب ان کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ گھر والوں کے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں جو خادم نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی لانا پڑتا تھا لیکن ان حضرات کے پہنچنے پر تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ بھی مشکیزہ کو جو مشکل سے اٹھتا تھا بدقت اٹھاتے ہوئے واپس آ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے اور زبانِ حال سے ؎

ہم نشیں جب میرے ایام بھلے آئیں گے
بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے۔

پڑھتے ہوئے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے ماں باپ کو نثار کرنے لگے۔ یعنی عرض کرتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس کے بعد

باغ میں چلنے کی درخواست کی وہاں پہنچ کر فرش بچھایا اور دین و دنیا کے سردار مایۂ فخر مہمان کو بٹھا کر ایک خوشہ (جس میں ہر طرح کی کچی پکی ادھ کچری کھجوریں تھیں) سامنے حاضر کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ توڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس میں ابھی کچھ کچی بھی ہیں جو ضائع ہوں گی۔ پکی پکی چھانٹ کر کیوں نہ توڑیں؟ میزبان نے عرض کیا تاکہ اپنی پسند سے پکی اور گدری ہر نوع کی حسبِ رغبت نوش فرمائیں۔ تینوں حضرات نے کھجوریں تناول فرمائیں اور پانی نوش فرمایا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (جن کا ہر ہر لحظہ تعلیم امت تھا) ارشاد فرمایا کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بھی اس نعیم میں شامل ہے جس کا سوال قیامت میں ہوگا اور سورۂ الہٰکم التکاثر کے ختم پر حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کا ذکر فرمایا ان کے شکر کے متعلق سوال ہوگا کہ ہماری نعمتوں کا کس درجہ شکر ادا کیا؟ اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ۔ پھر اس وقت کی نعمتوں کا اظہار شکر کے طور پر فرمایا کہ ٹھنڈا سایہ ٹھنڈا پانی اور تر و تازہ کھجوریں۔ اس کے بعد میزبان کھانے کی تیاری کے لئے جانے لگے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرطِ محبت میں کیفما اتفق مت ذبح کر دینا بلکہ ایسا جانور ذبح کرنا جو دودھ کا نہ ہو میزبان نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور بعجلت تمام کھانا تیار کر کے حاضرِ خدمت کیا اور مہمانوں نے تناول فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس وقت یہ ملاحظہ فرما کر کہ مشتاق میزبان سب کام خود ہی کر رہا ہے اور شروع میں میٹھا پانی بھی خود ہی لاتے دیکھا تھا) دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی خادم نہیں۔ نفی میں جواب ملنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کہیں سے غلام آ جائیں تو تم یاد دلانا اس وقت تمہاری ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔ اتفاقاً ایک جگہ سے صرف دو غلام آئے تو ابوالہیثم نے حاضر ہو کر وعدۂ عالی جاد کی یاد دہانی کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں غلاموں میں سے جونسا دل چاہے پسند کر لو۔ جو تمہاری ضرورت کے مناسب ہو (یہ جاں نثار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی کیا رائے رکھتے اس لئے) درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی میرے لئے پسند فرمائیں (وہاں بجز دینداری کے اور کوئی وجہ ترجیح اور پسندیدگی کی ہو ہی نہیں سکتی تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اس لئے میں امین ہونے کی حیثیت سے فلاں غلام کو پسند کرتا ہوں اس لئے کہ میں نے اس کو

نماز پڑھتے دیکھا ہے لیکن میری ایک وصیت اس کے بارے میں یاد رکھیو کہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیجیو (اول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کے ضابطہ کو ذکر فرما کر گویا اس پر تنبیہ فرمائی کہ میری جو پسندیدگی ہے وہ ذمہ دارانہ اور امانتداری کی ہے پھر ایک کو پسند فرما کر وجہ ترجیح بھی ظاہر فرمائی کہ وہ نمازی ہے۔ یہ وجہ ہے اس کو راجح قرار دینے کی۔ ہمارے زمانہ میں ملازم کا نمازی ہونا گویا عیب ہے کہ آقا کے کام کا حرج ہوتا ہے۔) ابوالہیثم خوش خوش اپنی ضرورتوں کے لئے ایک مددگار ساتھ لے کر گھر گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان بھی بیوی کو سنا دیا۔ بیوی نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی کماحقہٗ تعمیل نہ ہو سکے گی اور اس درجہ بھلائی کا معاملہ کہ ارشاد عالی جاہ کا امتثال ہو جائے ہم سے نہ ہو سکے گا اس لئے اس کو آزاد ہی کر دو کہ اسی سے امتثال ارشاد ممکن ہے۔ سراپا شجاع اور مجسم اخلاص خاوند نے فوراً آزاد کر دیا اور اپنی دقتوں اور تکالیف کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب واقعہ اور جانثار صحابی کے ایثار کا حال معلوم ہوا تو اظہارِ مسرت اور بیوی کی مدح کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ہر نبی اور اس کے جانشینوں کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ دو باطنی مشیر اور اصلاح کار پیدا فرماتے ہیں جن میں سے ایک مشیر تو بھلائی کی ترغیب دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے دوسرا مشیر تباہ و برباد کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ جو شخص اس کی برائی سے بچا دیا جائے وہ ہر قسم کی برائی سے روک دیا گیا۔

ف:۔ ابوالہیثم رضؓ کی بیوی بمنزلۂ بہترین مشیر کار کے تھیں جنہوں نے مشورہ دے کر ایک کارِ خیر یعنی ایک نمازی غلام کو آزاد کرا دیا اور اپنی ضروریات کی ذرا بھی پروا نہ کی اور نہ اس کی پروا کی کہ کس قدر مشقتیں اٹھانے کے بعد خادم ملا ہے کچھ دن تو اس کی وجہ سے آرام اٹھا لیں بعد میں آزاد کر دیں گے۔

(۵) حدثنا عمر بن اسماعیل بن مجالد بن سعید حدثنی ابی عن بیان حدثنی قیس بن ابی حازم قال سمعت سعد بن ابی وقاص یقول اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ اُهْرَاقَ دَمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَغْزُوْ فِی الْعِصَابَةِ مِنْ اَصْحٰبِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَاْکُلُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةَ حَتّٰی تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَیَضَعُ کَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِیْرُ وَاَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ یُعَزِّرُوْنَنِیْ فِی الدِّیْنِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَضَلَّ عَمَلِیْ۔

(۵) سعد بن ابی وقاص رضؓ کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے کافر کا خون بہایا ہو میں ہی ہوں اور ایسے ہی پہلا وہ شخص جس نے جہاد میں تیر پھینکا ہو میں ہوں ہم لوگ (یعنی صحابہ کی جماعت ابتداء اسلام میں) ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی درختوں کے پتے اور کیکر کی پھلیاں ہم لوگ کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہمارے جبڑے زخمی ہو گئے تھے اور پتے کھانے کی وجہ سے پاخانہ میں بھی اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں نکلا کرتی تھیں اس کے بعد بھی قبیلہ بنو اسد کے لوگ اسلام کے بارے میں مجھ کو دھمکاتے ہیں اگر میری دین سے ناواقفیت کا یہی حال ہے جیسا یہ لوگ بتاتے ہیں تو خسر الدنیا والآخرۃ دنیا اس تنگی و عسرت میں گئی اور دین کی یہ حالت کہ نماز سے بھی زیادہ واقفیت نہ ہوئی۔

ف:۔ اس حدیث میں چونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو صرف اس وقت کی تنگی دکھلانا مقصود تھی اس لئے تمام قصہ کو مختصر کر دیا کہ مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ تنگی اور عسرت کی وجہ سے مجاہدین کو غذا بھی نہ ملتی تھی یہ اسلامی فوج درختوں کے پتے کھا کر جہاد کرتی تھی۔ لیکن حضرت سعد رضؓ نے اس حدیث میں اپنے کارنامے اور اپنی مساعی جمیلہ اور قدیم الاسلام ہونا بیان کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے۔ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضؓ سے ان کی بہت سی شکایات کیں حتیٰ کہ یہ بھی شکایت کی یہ نماز بھی اچھی طرح سے نہیں پڑھتے۔ حضرت عمر رضؓ نے ان کو بلایا اور بلا کر ارشاد فرمایا کہ لوگ تمہاری بہت سی شکایات کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز تک کی بھی شکایت کرتے ہیں اس پر انہوں نے اپنی صفائی میں اپنا قدیم الاسلام ہونا اسلام کے بارے میں مشقتوں کا برداشت کرنا وغیرہ بیان کر کے عرض کیا کہ اس پر یہ لوگ مجھے نماز پر دھمکیاں دیتے ہیں میں نے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اس سے ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس پر حضرت عمر نے ان کے ساتھ کوفہ میں دو آدمی بھیجے کہ وہاں گشت کر کے ان سے متعلقہ شکایات کی تحقیق کر کے آئیں۔ انہوں نے کوئی مسجد کوفہ کی ایسی نہیں چھوڑی جس میں جا کر نمازیوں سے حالات کی تحقیق نہ ہو سب نے ان کی تعریف کی البتہ ایک شخص نے یہ کہا کہ جب قسم دے کر پوچھتے ہو تو سچ سچ بتاؤں کہ سعد رضؓ جہاد کے لئے نہیں نکلتے گویا اپنی جان پیاری ہے، دوسرے یہ کہ تقسیم میں مساوات اور برابری نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے۔ حضرت سعد رضؓ نے فرمایا کہ تین شکایات کی ہیں اس لئے تین بد دعائیں کرتا ہوں ہر ایک کے مناسب۔ اے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے محض شہرت اور دنیا کو دکھلانے کی غرض سے کھڑا ہوا ہے کہ

بڑے آدمی پر تنقید کرنے سے شہرت ہوا کرتی ہے تو اس کی عمر بڑھا دے اور فقر میں اضافہ کر اور فتنوں میں مبتلا فرما۔ اس کے بعد دیکھنے والا اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں آنکھوں پر گر گئی تھیں اور فقیر ہو گیا تھا۔ گلی کوچوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور کوئی پوچھتا کہ یہ کیا حال ہو گیا تو کہتا کہ سعدؓ کی بد دعا لگ گئی۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَ غَضَبِ رَسُولِكَ وَ غَضَبِ اَوْلِيَائِكَ حضرت سعدؓ نے اس حدیث میں تین قصوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

(۱) یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے کسی کافر کا خون گرایا۔ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں لوگ نہایت پریشان اور مصائب میں مبتلا تھے کفار سے چھپ کر نماز وغیرہ عبادات کیا کرتے تھے ایک مرتبہ چند حضرات جن میں حضرت سعد بھی تھے ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کی ایک جماعت وہاں پہنچ گئی ان لوگوں کو برا بھلا کہا اور لڑائی پر اتر آئی تو حضرت سعدؓ نے اونٹ کا ایک جباڑہ وہاں پڑا تھا اس کو اٹھا کر ایک کافر کے مارا جس سے اس کے خون جاری ہو گیا یہی مراد ہے اللہ کے راستہ میں سب سے پہلے خون گرانے سے۔

(۲) یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر چلایا۔ یہ ہجرت کے بعد سنہ ۱ھ کا واقعہ ہے اور اسلام میں سب سے پہلا سریہ ہے یعنی سب سے پہلی فوج ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حضرت عبیدہ بن حارثؓ کی ماتحتی میں رابغ بھیجا ہے اور اس میں کفار سے مقابلہ ہوا دونوں جانب سے تیر چلائے گئے مسلمانوں میں سب سے پہلا تیر حضرت سعدؓ نے چلایا تھا۔

(۳) تیسرا قصہ اس جنگ کا ہے جس کا ذکر حضرت سعدؓ نے درختوں کے پتے کھانے سے فرمایا۔ یہ قصہ سریۂ خبط کہلاتا ہے جو اختلاف اقوال ۸ھ یا رجب سنہ ۸ھ میں واقع ہوا اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مہاجرین اور انصار کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں مدینہ منورہ سے پانچ روز کی منزل پر سمندر کے کنارے قبیلہ جہینہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا اس لشکر میں اول تین اونٹ یومیہ ذبح ہوتے تھے اور جب اونٹوں کی قلت کی خوف سے امیر نے ذبح کرنے کی ممانعت فرما دی تو کچھ مقدار کھجوریں تقسیم ہوتی تھیں اور وہ بھی کم ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ایک کھجور یومیہ فی آدمی ملتی تھی کہ اس کو چوستے رہتے اور پانی پیتے رہتے۔ لیکن جب وہ ختم ہو گئیں تو درختوں کے پتے جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی۔ خبط کے معنی پتے جھاڑنے کے ہیں اسی لئے اس کا نام سریۂ خبط مشہور ہو گیا۔ اس کا طویل قصہ ابتداءً سخت پریشانی اور عسرت کا اور انتہاءً لطف کا ہے جس کو تاریخ اسلام کی طویل کتابوں میں دیکھا جائے۔ مختصر طور پر "حکایات صحابہ" کے تیسرے باب میں بندہ نے بھی لکھ دیا ہے۔

(۶) **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا صفوان بن عیسٰی حدثنا عمرو بن عیسٰی ابو نعامة العدوی قال **سمعت** خالد بن عمیر وشویسا ابا الرقاد قالا بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ وَقَالَ انْطَلِقْ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي أَقْصَى أَرْضِ الْعَرَبِ وَأَدْنَى بِلَادِ الْعَجَمِ فَأَقْبَلُوْا حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِالْمِرْبَدِ وَجَدُوْا هٰذَا الْكَذَّانَ فَقَالُوْا مَا هٰذِهٖ قَالُوْا هٰذِهِ الْبَصْرَةُ فَسَارُوْا حَتَّى إِذَا بَلَغُوْا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيْرِ فَقَالُوْا هٰهُنَا أُمِرْتُمْ فَنَزَلُوْا فَذَكَرُوا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَإِنِّيْ لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدٍ فَمَا مِنَّا مِنْ أُولٰئِكَ السَّبْعَةِ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ أَمِيْرُ مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ وَسَتُجَرِّبُوْنَ الْأُمَرَاءَ بَعْدَنَا۔

(۶) خالد بن عمیرؓ اور شویسؓ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو حکم فرمایا کہ تم اپنے رفقاء کے ساتھ (جو تین سو مجاہد تھے عجم کی طرف) چلے جاؤ اور جب منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو جہاں کی سرزمین عجم بہت ہی قریب رہ جائے تو وہاں قیام کرنا۔ (مقصد ان کی روانگی کا یہ تھا کہ دربار عمری میں یہ اطلاع پہنچی تھی کہ عجم کا ارادہ عرب پر حملہ کرنے کا ہے اور بروایت دیگر یزدجرد نے عجم سے امداد منگائی ہے جس کا یہ راستہ تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس لشکر کو ناکہ بندی کے لئے ارسال فرمایا تھا) وہ لشکر چلا اور جب مربد بصرہ پر پہنچے تو وہاں عجیب طرح کے سفید سفید پتھروں پر نظر پڑی لوگوں نے اول تعجب سے ایک دوسرے سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ بصرہ ہیں (البصرہ اصل لغت میں سفیدی مائل پتھر کو کہتے ہیں اس کے بعد پھر شہر کا نام پڑ گیا تو گویا انہوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک قسم کے پتھر ہیں) اس کے بعد حضرت عمرؓ کی ہدایت کے موافق آگے بڑھے اور جب دجلہ کے چھوٹے پل کے قریب پہنچے تو لوگوں نے تجویز کیا کہ حضرت عمرؓ کی متعینہ جگہ یہی موقع ہے اس لئے

وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ راوی نے اس جگہ تمام قصہ (یعنی خراسان کے لشکر لے آنے کا اور عتبہ کے فتح کرنے کا پورا قصہ) مفصل ذکر کیا (مگر امام ترمذیؒ کو چونکہ اس جگہ ذکر کرنے سے مقصود اس وقت کی تنگ حالی کا بیان کرنا تھا جس کا ذکر اس حدیث کے اخیر میں ہے اس لئے تمام حدیث کو مختصر کر کے اس جملہ کو ذکر کر دیا۔ حضرت عتبہ نے فتح کے بعد ایک خطبہ بھی پڑھا تھا جو عربی حاشیہ میں نقل کیا گیا اس میں دنیا کی بے ثباتی آخرت کا دائمی گھر ہونا وغیرہ امور ارشاد فرمائے تھے چنانچہ حمد و صلوٰۃ کے بعد فرماتے ہیں کہ دنیا ختم ہو رہی ہے اور منہ پھیر کر جا رہی ہے دنیا کا حصہ اتنا ہی باقی رہ گیا جیسا کہ کسی برتن کا پانی ختم ہو جائے اور اخیر میں ذرا سا قطرہ اس میں رہ جائے تم لوگ اس دنیا سے ایک ایسے عالم کی طرف جا رہے ہو جو ہمیشہ رہنے والا ہے کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے لہٰذا ضروری ہے کہ بہترین ما حضر کے ساتھ اس عالم سے جاؤ اس لئے کہ یہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جہنم (جو اللہ کے نافرمانوں کا گھر ہے) اتنی گہری ہے کہ اگر اس کے اوپر کے کنارے سے ایک ڈھیلا پھینکا جائے تو ستر برس تک بھی وہ جہنم کے نیچے کے حصے میں نہیں پہنچتا اور آدمیوں سے اس مکان کو بھرا جائے گا کس قدر عبرت کا مقام ہے نیز ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جنت (جو اللہ کے فرمانبردار بندوں کا مکان ہے) اس قدر وسیع ہے کہ اس کے دروازہ کی چوڑائی میں ایک جانب سے دوسری جانب تک چالیس برس کی مسافت ہے اور آدمیوں ہی سے وہ بھی پُر کی جائے گی (اس لئے ایسے اعمال اختیار کرو جن کی وجہ سے پہلے مکان سے نجات ملے اور اس مکان میں جو اللہ کی رضا کا مکان ہے داخلہ نصیب ہو اس کے بعد اپنا گذشتہ حال بیان کیا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی یہ حالت دیکھی ہے کہ میں ان سات آدمیوں میں سے ہوں جو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہمارے پاس کھانے کے لئے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا ان کے کھانے سے ہمارے منہ چھل گئے تھے مجھے اتفاقاً ایک چادر مل گئی تھی جس کو میں نے اپنے اور سعدؓ کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لی (حق تعالیٰ شانہٗ نے اس تنگ حالی اور تکالیف کا دنیا میں بھی یہ اجر مرحمت فرمایا کہ) ہم سات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی جگہ کا امیر نہ ہو (چونکہ یہ جماعت بڑی تکالیف برداشت کرنے اور مجاہدات کے بعد امیر ہوئی ہے اس لئے اس کا معاملہ اپنی جماعتوں کے ساتھ بہترین معاملہ ہے جو تم کو بعد میں آنے والے امراء کے تجربہ حال سے معلوم ہوگا۔ اس لئے کہ

تم ان امراء کا عنقریب تجربہ کرنے والے ہو جو بعد میں آنے والے ہیں۔

ف:- بظاہر حضرت سعدؓ کا مقصد اپنی اس حالت کے بیان کرنے سے دو امر ہیں۔ اوّل یہ کہ دین کے بارے میں جو مشقت اٹھائی جاتی ہے اس کا ثمرہ دنیا میں بھی اکثر ملتا ہے تم لوگ جو مشقت برداشت کرو گے انشاء اللہ اس کا ثمرہ پاؤ گے دوسرے یہ کہ اس وقت کے امراء سے اگر کوئی ناگواری کی بات تم کو پیش آئے اس کو برداشت کرو کہ یہ بہت غنیمت ہے ان حالات کے اعتبار سے جو عنقریب آنے والے ہیں۔

(۷) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا روح بن اسلم ابو حاتم البصری حدثنا حماد بن سلمۃ حدثنا ثابت عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُؤْذٰی اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَیْنِ لَیْلَۃٍ وَیَوْمٍ وَمَالِیْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ یَاکُلُہٗ ذُوْکَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ یُوَارِیْہِ اِبْطُ بِلَالٍ۔

(۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے راستہ میں اُس وقت خوف دلایا گیا ہوں جس وقت کوئی بھی نہیں ڈرایا گیا اور اس قدر ستایا گیا ہوں کہ کوئی شخص بھی نہیں ستایا گیا۔ مجھے تیس شب و روز ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے کھانے کے لئے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اس تھوڑی سی مقدار کے جو بلالؓ کے بغل میں چھپی ہوئی تھی۔

ف:- یہ قصہ جیسا کہ مصنفؒ نے اپنی جامع میں لکھا ہے کسی وقت مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے جانے کے زمانہ کا ہے جو ہجرت کا زمانہ نہیں اس لئے کہ ہجرت کے سفر میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ نہ تھے بلکہ اس کے علاوہ کسی اور موقع پر یہ قصہ پیش آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اس وقت خوف دلایا گیا ہوں کا یہ مطلب ہے کہ ابتدائی زمانہ میں جب میں اکیلا تھا کوئی رفیق اور ساتھی نہ تھا اس وقت مجھے اللہ کے راستہ میں اذیت و تکالیف پہنچائی گئی اور ڈرایا گیا اور قاعدہ کی بات ہے کہ مجمع میں مصیبت ہلکی بن جاتی ہے کہ تنہا شخص کو اذیت زیادہ پہنچتی ہے۔

(۸) حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن انبانا عفان بن مسلم حدثنا ابان بن یزید العطار حدثنا قتادۃ عن انس بن مالک اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَجْتَمِعْ عِنْدَہٗ غَدَاءٌ

(۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر صبح کے کھانے میں یا شام کے کھانے میں

وَلَا عَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ كَثْرَةُ الْاَيْدِيْ۔

روٹی اور گوشت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتی تھیں مگر حالت ضفف میں۔

ف:۔ ضفف کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گزارہ اوقات کے بارہ میں جو باب پہلے ذکر ہو چکا ہے اس کی اخیر حدیث کے ذیل میں اس کی مفصل تقریر گزر چکی ہے۔ اگرچہ اس حدیث کا مضمون اس سے مختلف ہے جو وہاں گزری ہے اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہوتے تھے جب تو جو میسر ہوتا وہی نوش فرما لیتے خواہ خالی روٹی ہو یا تنہا گوشت ہو البتہ جب مہمان ہوتے تو اس کا اہتمام فرماتے کہ دونوں چیزوں کو مہیا کیا جائے اس لئے دونوں کا اجتماع مجمع ہی کے وقت ہوتا تھا۔

(۹) حدثنا عبد بن حمید حدثنا محمد بن اسمٰعیل بن ابی فدیک حدثنا ابن ابی ذئب عن مسلم بن جندب عن نوفل بن ایاس الھذلی قَالَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيْسًا وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيْسُ وَاِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَدَخَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَاُتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيْهَا خُبْزٌ وَلَحْمٌ فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهُ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَاَهْلُ بَيْتِهٖ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَلَا اُرَانَا اُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَنَا۔

(۹) نوفل بن ایاس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرۂ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں، ہمارے ہم نشین تھے اور حقیقت میں بہترین ہم نشین تھے ایک مرتبہ ہم ان کے ساتھ کسی جگہ سے لوٹے واپسی میں ان کے ساتھ ہی انکے مکان پر چلے گئے۔ انہوں نے گھر جاکر اول غسل کیا جب وہ غسل سے فارغ ہو چکے تو ایک بڑے برتن میں روٹی اور گوشت لایا گیا عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو دیکھ کر رونے لگے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہوئی کیوں روتے ہو؟ کہنے لگے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال تک کبھی بھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آپ نے یا آپ کے گھر والوں نے جو کی روٹی ہی سے شکم سیر فرمائی ہو۔ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاں تک میرا خیال ہے ہم لوگوں کی یہ ثروت کی حالت کسی بہتری کے لئے نہیں ہے۔

ف:۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ایسی حالتوں میں اس کا خوف ہوتا تھا کہ خدانخواستہ ہم اس وعید میں داخل نہ ہو جائیں کہ تم اپنی خوبیوں کا بدلہ دنیا میں پاچکے ہو۔ جس کا قرآن

شریف کی اس آیت میں ذکر ہے۔ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا۔ الآیہ۔

باب ماجاء فی سِنِّ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب ۵۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا ذکر

ف:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے بارہ میں تین روایتیں وارد ہوئی ہیں سب سے زیادہ صحیح جو جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ ۶۳ سال کی ہوئی ہے دوسری روایات میں ساٹھ ۶۰ کی بھی وارد ہوئی ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ گننے میں بسا اوقات کسر کو چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے ساٹھ کہہ دیا اور تیسری روایت پینسٹھ کی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں سن ولادت اور سن وفات دونوں کو مستقل سال شمار کر لیا گیا۔

اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چھ ۶ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا احمد بن منیع حدثنا روح بن عبادۃ حدثنا زکریا بن اسحٰق حدثنا عمرو بن دینار عن ابن عباس قال مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد تیرہ ۱۳ برس مکہ مکرمہ میں رونق افروز رہے ان تیرہ برس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی اس کے بعد مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اور تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جن کا مختصر تذکرہ کتاب کے شروع میں بھی گزر چکا ہے محدثین اور اہل تاریخ کے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔

(۲) حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر عن شعبۃ عن ابی اسحٰق عن عامر بن سعد عن جریر عن معاویۃ انہ سمعہ یخطب قَالَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ میں یہ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال بھی تریسٹھ سال کی

هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّیْنَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَاَنَا ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّیْنَ سَنَةً — عمر میں ہوا میری بھی اس وقت تریسٹھ سال کی عمر میں ہے۔

ف:۔ یعنی کیا بعید ہے کہ مجھے بھی یہ طبعی اتباع نصیب ہو جائے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اس لئے کہ ان کا وصال تقریباً اسی سال کی عمر میں ہوا ہے۔ حضرت عثمانؓ کا ذکر اس حدیث میں نہیں کیا حالانکہ ان سے بہت خصوصیت تھی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ کا انتقال اسی سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔ امام ترمذیؒ کی غرض اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلی روایت کی تائید اور تقویت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا اور اس بارے میں طبعی اتباع حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو بھی نصیب ہوا۔

(۳) حدثنا حسین بن مھدی البصری حدثنا عبد الرزاق عن ابن جریج عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَھُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّیْنَ سَنَةً۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

ف:۔ اس روایت سے بھی اس پہلے مضمون کی تقویت مقصود ہے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تریسٹھ سال کی عمر میں وصال متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا اس کے خلاف جو روایتیں ہیں وہ صحیح نہیں ہیں یا اپنے ظاہر پر نہیں ہیں۔

(۴) حدثنا احمد بن منیع و یعقوب بن ابراھیم الدورقی قالا حدثنا اسمٰعیل بن علیة عن خالد الحذاء حدثنی عمار مولی بنی ھاشم قال سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّیْنَ۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

ف:۔ یہ روایت پہلی سب روایتوں کے خلاف ہے۔ باب کے ختم پر بھی اس کی کچھ گفتگو آئے گی اور پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار و محمد بن ابان قالا

(۵) دغفل بن حنظلہ سدوسی

حدثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی عن قتادۃ عن الحسن عن دغفل بن حنظلة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَھُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّیْنَ سَنَةً قَالَ اَبُوْعِیْسٰی وَدَغْفَلٌ لَا نَعْرِفُ لَہٗ سَمَاعًا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا۔

سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

ف:۔ امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ دغفل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور بڑے عمر کے تھے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ثابت نہیں۔ گویا یہ بھی اشارہ ہے اس طرف کہ ان کی یہ روایت بھی کسی دوسرے سے سنی ہوئی ہے۔

(۶) حدثنا اسحٰق بن موسی الانصاری حدثنا معن حدثنا مالک بن انس عن ربیعة بن ابی عبد الرحمٰن عن انس بن مالک اَنَّہٗ سَمِعَہٗ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالْاَبْیَضِ الْاَمْھَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَاْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَکَّةَ عَشْرَ سِنِیْنَ وَبِالْمَدِیْنَةِ عَشْرَ سِنِیْنَ وَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَاْسِ سِتِّیْنَ سَنَةً وَلَیْسَ فِیْ رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَیْضَاءَ حدثنا قتیبة بن سعید عن مالک بن انس عن ربیعة بن ابی عبد الرحمٰن عن انس بن مالک نحوہٗ۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے قد تھے نہ پستہ قد (نیز رنگ کے لحاظ سے بالکل سفید تھے نہ بالکل گندمی رنگ، آپؐ کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکی ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن لئے ہوئے) چالیس سال کی عمر میں آپؐ کو نبوت ملی اس کے بعد دس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں ساٹھ سال کی عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس وقت آپؐ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں تقریباً بیس بال بھی سفید نہیں ہوں گے۔

ف :۔ حضرت انسؓ کی یہ حدیث کتاب کے بالکل شروع میں گزر چکی ہے اس کے فائدہ میں بھی ان تینوں روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور مختلف روایات ہیں توجیہ بھی ذکر کردی گئی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عمر شریف کے بارے میں تریسٹھ سال کی روایت صحیح ہے باقی روایتیں اس کی طرف راجع کی جاسکتی ہیں یا ان میں نیچے کے راویوں سے کسی قسم کی غلطی ہوئی ہے چنانچہ حضرت انسؓ کی اس روایت کے متعلق یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ گنتی میں بسا اوقات صرف دھائیاں ذکر کردی جاتی ہیں اوپر کی اکائیاں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے بھانجے عروہ بن الزبیرؓ نے حضرت ابن عباس کی پینسٹھ برس والی روایت کو غلط بتلایا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو وضاحت سے تحریر فرمایا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي وَفَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۵۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا ذکر!

ف :۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال باتفاق اہل تاریخ دوشنبہ کے روز ہوا ہے۔ لیکن تاریخ میں اختلاف ہے اکثر مورخین کا قول ۱۲ ربیع الاول کا ہے مگر اس میں ایک نہایت قوی اشکال ہے وہ یہ کہ سنہ ۱۰ھ کو نو ۹ ذی الحجہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر عرفات میں تشریف فرما تھے وہ جمعہ کا دن تھا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے نہ محدثین کا نہ مورخین کا حدیث کی روایات میں بھی کثرت سے اس کی تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج یعنی نو ۹ ذی الحجہ جمعہ کو ہوا اس کے بعد خواہ ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰ دن کے ہوں یا ۲۹ کے یا بعض مہینے ۲۹ کے اور بعض ۳۰ کے کسی صورت سے بھی بارہ ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کی نہیں ہو سکتی اس لئے بعض محدثین نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دو ۲ ربیع الاول کو ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء سر کے درد سے ہوئی اس روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے مکان میں تھے اس کے بعد حضرت میمونہؓ کی باری کے دن میں مرض میں شدت پیدا ہوئی۔ اسی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کی باری کی تقسیم پوری فرماتے رہے مگر جب مرض میں زیادہ شدت پیدا ہوگئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر تمام بیبیوں نے حضرت عائشہؓ کے مکان

پر بیماری کے ایام گزارنے کا اختیار کر لیا تھا۔ اس لئے حضرت عائشہ کے دولت کدہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا کل مدت مرض بارہ ۱۲ یا چودہ ۱۴ یوم ہے اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت وصال ہوا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور چاشت کے وقت ہوا اس کے خلاف جو روایت ہوگی اس کی توجیہ کی ضرورت ہوگی۔

(۱) حدثنا ابو عمار الحسين بن حريث وقتيبة بن سعيد وغير واحد قالوا حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن انس بن مالكؓ قال اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ اِلٰى وَجْهِهٖ كَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍؓ فَكَادَ النَّاسُ اَنْ يَّضْطَرِبُوْا فَاَشَارَ اِلَى النَّاسِ اَنِ اثْبُتُوْا وَاَبُوْ بَكْرٍ يَّؤُمُّهُمْ وَاَلْقَى السِّجْفَ وَتُوُفِّيَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار نصیب ہوا وہ وقت تھا جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں دوشنبہ کے روز صبح کی نماز کے وقت دولت کدہ کا پردہ اٹھایا کہ امتیوں کی نماز کا آخری معائنہ فرمالیں اس وقت آپ کا چہرہ مبارک صفائی اور انوار اور چمک میں گویا مصحف شریف کا ایک پاک صاف ورق تھا۔ لوگ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقتداء میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے صحابہؓ آپ کو دیکھ کر فرط خوشی میں پیچھے ہٹنے لگے اس خیال سے کہ شاید آپ تشریف لاتے ہوں اس لئے کہ اس سے پہلے بھی بیماری کے ایام میں حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھاتے رہے اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوتا تھا تشریف لاکر جماعت میں شرکت فرماتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور اسی دن وصال ہوگیا۔

ف :۔ یہ وہی دوشنبہ کے روز کا آخری نظارہ ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اندازہ فرمایا کہ نظام شرعی قائم ہوگیا اور قدیمی رفیق ابو بکرؓ نیابت کا حق ادا کرے گا اور امت کا بوجھ سنبھال لے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کو دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا حادثہ جس کے سامنے دنیا کے سارے ہی حوادث کالعدم اور لاشئ ہیں اور اس کے ساتھ ہی ارتداد کا

فتنہ اور ساری دنیا کا مقابلہ۔ لیکن اس کوہِ استقلال نے سب ہی کو برداشت کیا اور پتھر کی چٹان سے زیادہ سخت بن کر ہر ٹکراؤ کو پاش پاش کر دیا۔ حق یہ ہے کہ نیابت کا حق ادا کر دیا۔ حضرت عمرؓ جیسا اسلامی ستون کہ دوست دشمن سب ہی ان کی بہادری، شجاعت، قوت کی دھاک مانتے ہیں وہ بھی نرمی کی درخواست کریں اور حضرت ابو بکرؓ ان کو بزدلی کا طعنہ دیں۔

(۲) حدثنا محمد بن مسعدة البصري حدثنا سليم بن اخضر عن ابن عون عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كُنْتُ مُسْنِدَةً النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِي أَوْ قَالَتْ إِلَى حَجْرِي فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُوْلَ فِيْهِ ثُمَّ بَالَ فَمَاتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت میں نے حضور عالی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اپنے سینہ پر سہارا دے رکھا تھا کہ آپ نے پیشاب کے لئے طشت منگایا اور پیشاب سے فراغت حاصل کی اس کے بعد پھر وصال ہو گیا۔

ف:۔ حضرت عائشہؓ کے یہ مفاخر میں ہے کہ آخری تلبس ان کو حاصل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جب تشریف لے گئے اور وصالِ ربی حاصل ہوا تو سر مبارک ان کی گود میں تھا۔

(۳) حدثنا قتيبة حدثنا الليث عن ابن الهاد عن موسى بن سرجس عن القاسم بن محمد عن عائشة انها قالت رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ فَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهٗ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهٗ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ قَالَ عَلٰى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے (کہ یہ شدتِ حرارت اور گھبراہٹ کے وقت سکون کا سبب ہوتا ہے) اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا فرما رہے تھے کہ یا اللہ موت کے شدائد پر میری امداد فرما۔

ف:۔ یہ ایک جانب امت کو تعلیم ہے تو دوسری جانب نزع کے وقت جبکہ روح بدن سے نکل رہی ہو نہایت ثبات اور استقلال اور اللہ جل جلالہٗ کی طرف غایتِ توجہ کا مظہر ہے کہ نزع

کے وقت جب کہ روح بدن سے جدا ہو رہی ہو تکلیف کا ہونا طبعی اور فطری امر ہے اس وقت اللہ ہی سے استدعا اور سہولت کی طلب تھی۔

(۴) حدثنا الحسن بن الصباح البزار حدثنا مبشر بن اسمعيل عن عبد الرحمن بن العلاء عن ابيه عن ابن عمر عن عائشة رضـ قالت لَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابو عيسى سالت ابازرعة فقلت له من عبد الرحمن بن العلاء هذا قال هو عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت تکلیف کے بعد اب مجھے کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا۔

ف:۔ اس لئے کہ شدتِ مرض گناہوں کے سقوط اور مراتب کے بلند ہونے کا سبب ہوتا ہے اور مرض کی شدت پیامِ اجل ہونے کی وجہ سے استغفار کی کثرت اور موت کی تیاری کا ذریعہ ہے۔

(۵) حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء حدثنا ابو معاوية عن عبد الرحمن بن ابي بكر هو ابن المليكي عن ابن ابي مليكة عن عائشة قالت لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِيْ دَفْنِهٖ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهٗ قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ اِدْفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپؐ کے دفن میں صحابہؓ کا اختلاف ہوا۔ کسی نے مسجد نبوی کو پسند کیا اور کسی نے آپؐ کے صحابہؓ کے قرب کی وجہ سے بقیع کو کسی کا خیال جدِّ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مدفن پر پہنچانے کا ہوا تو کسی کا وطنِ اصلی مکہ مکرمہ واپس لانے کا۔ غرض مختلف رائیں ہو رہی تھیں) کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جو مجھے خوب یاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں ان کا پسندیدہ دفن ہو اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے وصال ہی کی جگہ دفن کرنا چاہئے۔

ف :- چونکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی کے ہاتھ سے بہت امور انجام پانے مقدر ہو چکے تھے اس لئے اس نوع کے مسائل بھی خصوصیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی کو معلوم تھے۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں مختصر طور پر نقل کرتا ہوں۔

(۱) کسی نبی کی وفات اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ امت میں سے کسی کا مقتدی بن کر نماز نہ پڑھے۔

(۲) زکوٰۃ وصول کرنے کی حدیثیں اور اس کے نصاب۔

(۳) میرے گھر یعنی قبر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(۴) انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

(۵) حق تعالیٰ شانہٗ جب کسی نبی کو کوئی رزق عطا فرماتے ہیں تو اس کا متولی وہ شخص ہوتا ہے جو نبی کا خلیفہ ہو۔

(۶) جو شخص خلیفہ اور بادشاہ بنے اور لاپرواہی سے کسی کو نائب بنائے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔ لاپرواہی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی رعایت نہ کرے۔

(۷) حدِ زنا کی حدیث

(۸) جہاد میں مشورہ کی حدیث۔

(۹) دین کا مدار لا الٰہ الا اللہ پر ہے۔

(۱۰) خلافت کا قریش میں ہونا۔

(۱۱) انصار کے فضائل اور ان کے بارے میں خلیفہ کو خیر خواہی کی وصیت۔

(۱۲) چوری کی سزا۔

(۱۳) منصف متواضع بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔

(۱۴) جو یہ چاہے کہ جہنم کی سختی سے محفوظ رہے اور اللہ کے سایہ میں رہے تو مومنین پر سختی نہ کرے۔ ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے۔

(۱۵) جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے عذابِ عامہ میں مبتلا ہوتی ہے (تاریخ الخلفاء) ان کے علاوہ اور بھی ایسی روایات ہیں جن کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور وصال کے بعد کے انتظامات سے ہے۔

(۶) حدثنا محمد بن بشار وعباس العنبری وسوار بن عبد اللہ وغیر واحد قالوا حدثنا یحیی بن سعید عن سفیان الثوری عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس وعائشۃ رضی اللہ عنہم اَنَّ اَبَا بَکْرٍ قَبَّلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَامَاتَ۔

(۶) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تشریف لائے اور آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔

ف :- یہ حدیث مختصر ہے آئندہ اس کا مفصل قصہ آرہا ہے۔ یہ بوسہ دینا تبرک اور تیمن کا تھا۔ جیسا کہ شارحین حدیث نے لکھا ہے اور بندہ کے ناقص خیال میں الوداع کا تھا کہ محبوب کی دائمی مفارقت ہو رہی تھی۔

(۷) حدثنا نصر بن علی الجهضمی حدثنا مرحوم بن عبد العزیز العطار عن ابی عمران الجونی عن یزید بن بابنوس عن عائشۃ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِہٖ فَوَضَعَ فَمَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَوَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی سَاعِدَیْہِ وَقَالَ وَانَبِیَّاہُ وَاصَفِیَّاہُ وَاخَلِیْلَاہُ۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور آپ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر یہ فرمایا ہائے نبی ہائے صفی اور ہائے خلیل۔

ف :- یہ الفاظ نوحہ کے طور پر نہیں تھے۔ اس لئے کوئی اشکال نہیں ہے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کی طرف تشریف لائے اور چہرۂ انور پر سر جھکایا اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا وَاخَلِیْلَاہُ۔

(۸) حدثنا بشر بن هلال الصواف البصری حدثنا جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس قال لَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ دَخَلَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ

(۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز منور اور روشن بن گئی تھی اور جب انوار کی کثرت ہوتی ہے تو اس قسم کی روشنی

اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَا نَفَضْنَا اَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِيْ دَفْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا۔

محسوس بھی ہوجاتی ہے رمضان المبارک کی اندھیری راتوں میں بسا اوقات انوار کی کثرت سے روشنی سی ہو جاتی ہے اور جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک بن گئی تھی ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑنے پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا۔

ف:۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کا اعمال وعقائد میں تغیر ہوگیا تھا۔ بلکہ فیض صحبت اور مشاہدۂ ذات کے انوار جو ہر وقت مشاہدہ میں آتے تھے وہ حاصل نہ رہے تھے۔ چنانچہ اب بھی سالکین کو مشائخ کے یہاں کی حاضری اور غیبت میں انوار کا بیّن کا فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان انوار کے حاصل کرنے کے لئے اب مجاہدات ذکر کی کثرت اور مراقبہ کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور اس وقت کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی۔ جمال جہاں آرا کی زیارت ہی سینکڑوں جلوؤں سے زیادہ تھی اور ایمان واحسان کی اس انتہائی نسبت کو پیدا کرنے والی تھی جو سینکڑوں مجاہدوں سے بھی پیدا نہیں ہوتی کہ صحابی بننے کے بعد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں تن من جان ومال سب بے حقیقت چیزیں بن جاتی ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پوری زندگی اس کی شاہد عدل ہے۔

(۹) **حدثنا** محمد بن حاتم حدثنا عامر بن صالح عن هشام بن عروة عن ابيه **عن** عائشة قالت توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔

ف:۔ یہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ دوشنبہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہونا محدثین ومورخین کا اجماعی مسئلہ ہے۔

(۱۰) **حدثنا** محمد بن ابی عمر حدثنا سفين بن عيينة عن جعفر بن محمد **عن** ابيه قال قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱۰) امام باقرؒ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔ یہ روز اور سہ شنبہ کا روز انتظام میں گزرا اور منگل بدھ

يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ وَقَالَ سُفْيٰنُ وَقَالَ غَيْرُهٗ يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِيْ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ۔

کی درمیانی شب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں اتارا گیا۔ سفیانؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام باقرؒ کی حدیث میں تو یہی ہے جو گزرا لیکن اور روایت میں یہ بھی ہے کہ اخیر حصہ شب میں پھاوڑوں کی آواز آتی تھی۔

ف:۔ گویا اخیر حصہ شب میں قبر شریف کھودی گئی۔ اس حدیث میں یہ خلجان کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اس قدر تاخیر کیوں کی گئی حالانکہ دفن کی تعجیل میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر جس قدر مراحل درپیش تھے ان کے لحاظ سے یہ بھی کچھ تاخیر نہیں ہوئی بلکہ تعجیل ہی تھی کہ اول تو اس حادثۂ ہائلہ کی وجہ سے ہوش وحواس ہی ابوبکرؓ کے علاوہ کس کے رہ گئے تھے کوئی مدہوش تھا کوئی حیرت زدہ کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی کوئی صدمہ کی شدت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا یقین ہی نہ کرتا تھا حضرت عمرؓ جیسا بہادر استقلال وشجاعت کا مجسمہ بے قابو تھا۔ اس کے بعد جو مراحل انتظامیہ کو درپیش تھے وہ ایک سے ایک بڑھ کر۔ اس لئے کہ سب سے اہم کام اس وقت خلافت کا مسئلہ تھا کہ تجہیز وتکفین کے ہر ہر جزو میں اس کی ضرورت تھی۔ ہر جزو میں اختلاف ہو رہا تھا۔ نیز نبی ہونے کی وجہ سے ہر ہر جزو میں حکم معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ گذشتہ اختلاف سے معلوم ہوگیا کہ کوئی مکہ مکرمہ واپس لے جانے پر مصر تھا اور کوئی مدفن ابراہیمی پر لے جانا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی تجہیز وتکفین اور صلوٰۃ الجنازہ میں اشکالات تھے کہ عام لوگوں کی تجہیز وتکفین ہمیشہ دیکھنے میں آتی مگر کسی نبی کو اس سے قبل دفنانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ کس طرح غسل دیا جائے کس طرح نماز پڑھی جائے ہر مسئلہ میں احادیث کے معلوم کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ کپڑوں ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا اور بغیر جماعت کے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی گئی جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اور تمام مسلمانوں کو علیحدہ علیحدہ نماز کے لئے جتنا وقت چاہیئے تھا وہ بھی ظاہر ہے اس کے علاوہ انصار میں بیعت کا مسئلہ بحث میں آجانے سے یہ مہم اور بھی زیادہ سخت بن گئی تھی کہ اگر کوئی نااہل امیر بن گیا تو دین کا سنبھالنا مشکل پڑجائے گا اور اس کو امارت سے ہٹانا ایک مستقل فتنہ کا دروازہ ہوگا اس لئے اس وقت دین کا تحفظ صرف امارت ہی کے مسئلہ پر موقوف بن گیا تھا۔

چنانچہ شام تک بیعت کا مسئلہ طے ہوا۔ اور دوسرے دن بیعت عامہ ہو جانے کے بعد پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد کے موافق ہر ہر مرحلہ سہولت سے طے ہوتا گیا۔

(۱۱) **حدثنا** قتيبة بن سعيد حدثنا عبد العزيز بن محمد عن شريك بن عبد الله بن ابي نمر **عن** ابي سلمة بن عبد الرحمن بن عوف قال توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين ودفن يوم الثلثاء **قال** ابو عيسى هذا حديث غريب۔

(۱۱) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور سہ شنبہ کو دفن کیے گئے۔

ف: منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دفن فرمائے گئے جس کو عرفاً منگل کا دن بھی کہا جا سکتا ہے اور بدھ کا دن بھی اس لئے یہ روایت پہلی روایت کے کچھ خلاف نہیں بعض علماء نے یہ بھی کہا کہ خلافت کے مسئلہ سے فراغت کے بعد سہ شنبہ کے دن میں تجہیز و تکفین کی ابتداء ہوئی اور چہار شنبہ کی شب میں فراغت ہوئی۔

(۱۲) **حدثنا** نصر بن علي الجهضمي حدثنا عبد الله بن داود قال حدثنا سلمة بن نبيط اخبرنا عن نعيم بن ابي هند عن نبيط بن شريط **عن** سالم بن عبيد وكانت له صحبة قال أغمي على رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه فافاق فقال حضرت الصلوة فقالوا نعم فقال مروا بلالا فليؤذن ومروا ابا بكر فليصل للناس او قال بالناس ثم أغمي عليه فافاق فقال حضرت الصلوة فقالوا نعم فقال مروا بلالا فليؤذن ومروا ابا بكر فليصل بالناس فقالت عائشة ان ابي رجل اسيف اذا قام ذلك المقام بكى فلا

(۱۲) سالم بن عبیدؓ صحابی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الوفات میں بار بار غشی ہوتی تھی اور جب افاقہ ہوتا تو زبان سے یہ نکلتا کہ نماز کا وقت ہوگیا یا نہیں اور نماز کا وقت ہو جانے کا حال معلوم ہونے پر چونکہ مسجد تک تشریف لے جانے

يستطيع فلو امرت غيره قال ثم أغمي عليه فافاق فقال مروا بلالا فليؤذن ومروا ابا بكر فليصل بالناس فانكن صواحب او صواحبات يوسف قال فامر بلال فاذن واقام وامر ابو بكر فصلى بالناس ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وجد خفة فقال انظروا الى من اتكئ عليه فجاءت بريرة ورجل آخر فاتكأ عليهما فلما رآه ابو بكر ذهب لينكص فأومأ اليه ان يثبت مكانه حتى قضى ابو بكر صلوته ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض فقال عمر والله لا اسمع احدا يذكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض الا ضربته بسيفي هذا قال وكان الناس اميين لم يكن فيهم نبي قبله فامسك الناس فقالوا يا سالم انطلق الى صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم فادعه فاتيت ابا بكر وهو في المسجد فاتيته ابكي دهشا فلما رآني قال لي اقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت ان عمر يقول لا اسمع احدا يذكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض الا ضربته بسيفي هذا فقال لي انطلق فانطلقت

کی طاقت نہ تھی اس لئے ارشاد عالی ہوتا کہ بلالؓ سے کہو کہ نماز کی تیاری کریں اور صدیق اکبرؓ نماز پڑھائیں متعدد مرتبہ ایسا ہی ہوا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ طبعی طور پر نرم دل پیدا ہوئے تھے رقت اکثر طاری ہو جاتی تھی اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کا تعلق۔ ان کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی جانتی تھیں کہ میرے باپؓ سے آپؐ کی خالی جگہ نہ دیکھی جائے گی اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے درخواست کی کہ میرا باپ ابو بکرؓ رقیق القلب ہے جب حضور اکرم

مَعَهٗ فَجَاءَ هُوَ وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَفْرِجُوْا لِيْ فَفَرِجُوْا لَهٗ فَجَاءَ حَتّٰى اَكَبَّ عَلَيْهِ وَمَسَّهٗ فَقَالَ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ثُمَّ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ فَعَلِمُوْا اَنْ قَدْ صَدَقَ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا وَكَيْفَ قَالَ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَيُدْفَنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا اَيْنَ قَالَ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ قَبَضَ اللّٰهُ فِيْهِ رُوْحَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوْحَهٗ اِلَّا فِيْ مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوْا اَنْ قَدْ صَدَقَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يُّغَسِّلَهٗ بَنُوْ اَبِيْهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ فَقَالُوْا انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ نُدْخِلْهُمْ مَعَنَا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ لَّهٗ مِثْلُ

صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں گے تو رونے لگیں گے اور نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھیں گے اس لئے کسی اور کو فرما دیجئے کہ نماز پڑھائیں اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعدد مرتبہ سوال و جواب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام کے قصہ والی عورتیں بننا چاہتی ہو۔ ابو بکر

هٰذِهِ الثَّلٰثَ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مَنْ هُمَا قَالَ ثُمَّ بَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ وَبَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيْلَةً۔

رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

ف ۱۔ اس قول کی شرح میں تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ علماء کے چند اقوال ہیں اول یہ کہ تم سے مراد صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان عورتوں سے مراد صرف زلیخا ہیں اور جمع کا لفظ تعظیمی محاورہ کے اعتبار سے فرما دیا۔ اس قول کے موافق ؛

(الف) تشبیہ بے جا بات پر اصرار کرنے میں ہے کہ جیسا زلیخا نے ایک ناحق اور نامناسب بات پر حضرت یوسف پر بہت زیادہ اصرار کیا ایسے ہی تم بھی بے جا بات پر اصرار کر رہی ہو۔

(ب) یہ کہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جیسے زلیخا نے اپنی ملامت کرنے والیوں کو دعوت کے نام سے بلایا اور ظاہر یہ کیا ہے کہ دعوت مقصود ہے۔ لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر زلیخا کو معذور سمجھیں، ایسے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ظاہر تو یہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن دل میں یہ ہے جیسا کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری جگہ منقول ہے کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار مراجعت کرنے کا تقاضا اس وجہ سے ہو رہا تھا کہ میرے نزدیک لوگ اس شخص کو کبھی بھی پسند نہ کریں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑا ہوا اور اس کو منحوس سمجھیں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام والی عورتوں مراد وہ عورتیں ہیں جن کو زلیخا نے دعوت کے نام سے بلایا تھا اس قول کے موافق بھی۔

(الف) تشبیہ بے جا بات پر اصرار میں ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیجا بات پر اصرار فرما رہی تھیں۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس چیز پر اصرار کیا۔

(ب) یہ کہ تشبیہ وہی دل کے خلاف بات ظاہر کر کے اصرار میں ہے کہ رعائشہ کے ذہن میں تو یہ مضمون تھا کہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کھڑا ہوا دیکھیں گے تو نحوست کا وسوسہ کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی اپنی موافقت پر اصرار کرا لیا اور ان کے دل میں اپنے والد

کی بڑھوتری ہو کہ نبی کی نیابت کا حق ادا کرنے کا واہمہ ہو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ والیوں کے ساتھ تشبیہ دی کہ وہ ظاہر میں حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا کی موافقت کا اصرار کر رہی تھیں۔ لیکن درحقیقت ہر ایک اپنی طرف مائل کرنے کا انداز برت رہی تھی۔ بعض علماء نے وجوہ تشبیہ اور بھی بتلائی ہے چونکہ حدیث طویل تھی اس لئے اس فائدہ کو مختصر طور پر درمیان میں لکھ دیا آگے بقیہ حدیث کا ترجمہ آتا ہے اور کچھ فوائد بھی مختصر درمیان میں آگئے۔ بعض روایات میں اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ اللہ جل شانہٗ اور مسلمان حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کسی کو نہیں مانیں گے) امتثال حکم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی (اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک سترہ نمازیں ادا فرمائیں اس لئے کہ یہ قصہ جس کا ذکر اوپر سے ہو رہا ہے پنجشنبہ کی شام کا ہے کہ پنج شنبہ کے روز حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارک زیادہ ناساز رہی اور جمعہ کی شب میں عشاء کی نماز کے وقت کی یہ تمام گفتگو ہے اور عشاء کی نماز سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے نماز پڑھانی شروع کی اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس لئے کل سترہ نمازیں ہوئیں جو مسلسل حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت مرض کے ایام میں پڑھائیں۔ بندہ ناکارہ کے نزدیک چونکہ مرض کی ابتدا اس سے بہت پہلے سے تھی اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ان ایام میں بھی کبھی کبھی نماز پڑھائی) دوران مرض میں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا دیکھو کوئی سہارا دے کر مسجد تک لے جانے والا ہے اس ارشاد پر دو شخصوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سہارے مسجد تک تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ فرمایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے منع فرما دیا اور صدیق اکبرؓ نے نماز پوری کر دی بالآخر دوشنبہ کے روز (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اوپر یہ سخت وقت جس قدر بھی مشکل اور کٹھن تھا وہ ظاہر ہے منافقین اور مخالفین کے فتنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیئیس ۲۳ سالہ باغ کی حفاظت اور ان سب کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی قدسی ذات کی مفارقت اور اس محبوب کی

جدائی جس کی بدولت گھر بار خویش واقارب مال و متاع سب لٹا دیا تھا اور چونکہ آج صبح سے افاقہ کے آثار معلوم ہو رہے تھے جو درحقیقت سنبھالا تھا نہ کہ افاقہ۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر کا باوجود بہت جلد خبر مشہور ہو جانے کے بہت سے حضرات کو یقین نہیں آیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسے باعظمت اور قوی القلب آدمی بھی باایں فضل و کمال اور بدیں شجاعت و ہمت تحمل نہ فرما سکے اور از خود رفتہ ہو کر برہنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور) یہ فرمانے لگے کہ واللہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا) جو شخص یہ کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا چونکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسی نبی کی وفات کا پہلے سے تجربہ نہیں تھا کہ ان سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا تھا اور عام طور سے امی تھے کہ پہلے انبیاء کی کتب اور حالات بھی نہ پڑھ سکتے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے ارشاد پر سب ساکت ہو گئے کہ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ بعض صحابہ نے سالم سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر لاؤ۔ وہ ہی اس طغیانی کے وقت اس کشتی کو کنارہ لگائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ (افاقہ کی صورت دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گھر والوں کی خبر لینے کے لئے اپنے مکان پر تشریف لے گئے ہوئے تھے جو تقریباً ایک میل تھا۔) سالم کہتے ہیں کہ میں روتا ہوا متحیرانہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میری مضطربانہ حالت دیکھ کر دریافت فرمایا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ میں نے اطلاع کی اور یہ بھی عرض کیا کہ حضرت عمرؓ یہ کہتے ہیں کہ میں جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اس کی گردن اڑا دوں گا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ساتھ تشریف لائے اور مجمع کو ہٹا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر گہری نظر ڈال کر آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک تم بھی وفات پانے والے ہو اور سب دشمن بھی مرنے والے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا کہ اے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیق کیا آپؐ کی وفات ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ بے شک آپؐ دار البقاء کو روانہ ہو گئے ہیں اس وقت صحابہ کو یقین ہو گیا۔ پھر انہوں نے (آپ سے دیگر امور دریافت کئے اس لئے کہ ہر ہر جزو میں احتمال خصوصیت تھا اس لئے) اول نماز جنازہ کے متعلق پوچھا کہ حضور

اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا پڑھی جائیگی صحابہ نے پوچھا کہ کس طرح پڑھیں (تمام اہلِ مدینہ مشتاق ہیں) آپ نے فرمایا کہ ایک ایک جماعت حجرہ کے اندر جائے اور بلا جماعت نماز پڑھ کر چلی آوے اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں۔ پھر صحابہ نے پوچھا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دفن کئے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا یقیناً دفن کئے جائیں گے انہوں نے پوچھا کس جگہ قبر شریف بنائی جائے گی۔ آپ نے فرمایا جس جگہ آپؐ کا وصال ہوا ہے وہی جگہ مدفن ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آپؐ کا وصال اسی جگہ فرمایا ہے جو جگہ اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو ہر ہر بات پر اطمینان ہوتا رہا اور بے شک سچ فرمایا کہتے رہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ بیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو تجہیز و تکفین کے انتظام کا حکم فرمایا۔ (اور حفاظت اسلام اور رفع اختلاف کے لئے کسی شخص کو مدار رائے بنانے کی تجویز شروع ہوئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ جب تلوار سونتے ہوئے کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے اس مقولہ پر تنبیہ فرمائی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ تلاوت فرمائی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہوچکا لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا ہو تو اللہ جل جلالہٗ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ لوگ سب کے سب حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ کی آواز سن کر ممبر کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ دین کی حفاظت کے لئے ایک شخص کی ضرورت ہے جو اس کی نگرانی کرے اور اس کی حفاظت کرے تم لوگ اپنی اپنی رائے اس بارے میں بتاؤ (م) مہاجرین نے آپس میں مشورہ کیا پھر یہ تجویز ہوا کہ انصار کی شرکت بھی اس مشورہ میں ضروری ہے ان کی شرکت سے کوئی امر قرار پانا چاہیئے اس لئے ان کی مجلس میں یہ حضرات گئے وہاں مسئلہ پہلے سے چھڑا ہوا تھا انصار نے یہ تجویز پیش کی کہ انصار میں ایک امیر مستقل ہو اور مہاجرین میں علیحدہ امیر ہو اس پر حضرت ابوبکرؓ نے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ امیر قریش میں سے ہو نقل کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کون ہے وہ شخص جس کے لئے ایک ہی واقعہ میں تین فضیلتیں ہوں چہ جائیکہ اور فضائل اور پھر یہ تین بھی ایسی کہ جن میں ہر ایک کمال فضل پر دال ہو۔ اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحاد و ارتباط اور تنہائی کے وقت ساتھ دینا جس کو حق تعالیٰ شانہٗ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ الخ سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ دوسرے حق تعالیٰ شانہ ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی اور رفیق فرما رہے ہیں۔ تیسرے اللہ جل شانہٗ کی معیت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اللہ ہمارے ساتھ ہے فرمایا اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات وہاں تھے جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ فرمایا۔ تم ہی بتاؤ کہ وہ دو کون تھے۔ جن کا آیت میں ذکر ہے کس قدر بڑی ذات ہے ان دونوں حضرات کی (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے برابر کون سی ہستی ہوسکتی ہے اس کے علاوہ اور بھی گفتگو درمیان میں ہوتی رہی جو مختلف روایات میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت تمہیں معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصلّٰی پر کھڑا کیا اور بیماری کے زمانہ میں حکماً نماز پڑھوائی تم میں سے کون گوارا کرسکتا ہے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹائے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بنایا ہو انصار نے کہا اللہ کی پناہ ہم حضرت ابوبکر کے آگے نہیں بڑھ سکتے) اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیعت کے لئے ہاتھ پھیلا دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بیعت کی اس کے بعد سقیفہ کے سب لوگوں نے برضا و رغبت بیعت کی۔

ف ا۔ یہ ابتدائی بیعت تھی جو انصار کی مجلس میں ہوئی اس کے بعد دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی جس میں اوّل حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ جس میں حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بھی تھے اور دیگر امور ارشاد فرمایا اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں کبھی بھی خلیفہ بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ نہ مجھے کبھی اس کی ترغیب ہوئی نہ کبھی بھی پوشیدگی میں یا اعلانیہ اس کے حصول کی دعا کی۔ اپنے انکار پر

امت میں فتنہ پیدا ہو جانے کے ڈر سے میں نے اس کو قبول کیا ہے مجھے اس میں کوئی راحت نہیں ہے اور جو کام مجھ پر ڈال دیا گیا میری طاقت سے باہر ہے۔ اللہ ہی کی مدد سے کچھ کام چل سکتا ہے۔

(۱۳) **حدثنا** نصر بن علی حدثنا عبد اللہ بن الزبیر شیخ باھلی قدیم بصری حدثنا ثابت البنانی **عن** انس بن مالک قال لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ کَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ وَاکَرْبَاہُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا کَرْبَ عَلٰی اَبِیْکِ بَعْدَ الْیَوْمِ اِنَّہٗ قَدْ حَضَرَ مِنْ اَبِیْکِ مَا لَیْسَ بِتَارِکٍ مِنْہُ اَحَدًا اِلَی الْوَفَاۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفات کی سخت تکلیف برداشت فرما رہے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ہائے ابا کی تکلیف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد تیرے باپ پر کچھ تکلیف نہیں رہے گی بے شک آج تیرے باپ پر وہ اٹل چیز اتری ہے یعنی موت جو قیامت تک کبھی کسی سے ٹلنے والی نہیں۔

ف ۱۔ ہائے کا لفظ عربی میں اظہار افسوس کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مقصود رنج کا اظہار ہے۔

(۱۴) **حدثنا** ابو الخطاب زیاد بن یحییٰ البصری ونصر بن علی قالا حدثنا عبد ربہ بن بارق الحنفی قال سمعت جدی ابا امی سماک بن ولید یحدث انہ سمع ابن عباس یحدث اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھِمَا الْجَنَّۃَ فَقَالَتْ لَہٗ عَائِشَۃُ فَمَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِکَ قَالَ وَلِمَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطٌ یَا مُوَفَّقَۃُ قَالَتْ فَمَنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِکَ قَالَ فَاَنَا فَرَطٌ لِاُمَّتِیْ لَنْ یُصَابُوْا بِمِثْلِیْ۔

(۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے ذخیرۂ آخرت بن جائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ ان کی بدولت اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا ایک ہی بچہ ذخیرہ بنا ہو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ جس کا ایک ہی بچہ چل دیا ہو وہ بھی بخش دیا جائے گا حضرت عائشہ رضی نے پوچھا جس کا ایک بھی بچہ نہ مرا ہو تو آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے میں ذخیرۂ آخرت بنوں گا اس لئے کہ میری وفات کا رنج آل و اولاد سب سے زیادہ ہوگا۔

ف ۱۔ یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی ایسی ہی چیز ہے کہ ماں باپ اعزہ احباب

بیوی، اولاد ہر شخص کی جدائی اور موت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور وفات کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اس لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرے۔ یعنی یہ سوچے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کو صبر کر لیا تو اس کے مقابلہ میں یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ مِیْرَاثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ۵۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا ذکر

ف ۱۔ اس باب میں مصنف نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں سب کا حاصل یہی ہے کہ آپ کا جملہ متروکہ مال صدقہ ہے وہ وارثوں پر تقسیم نہیں ہوگا۔ یہ علماء کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی عالم کا بھی اہل سنت والجماعت میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں وراثت نہ تھی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا یا تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حکم ہے جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ تمام انبیاء کا یہی حکم ہے کہ ان کے متروکہ مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اسکی وجوہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں اور متعدد وجوہ ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے مختصراً چند وجوہ لکھی جاتی ہیں۔

(۱) انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی ملک باقی رہتی ہے اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں سے کسی کے نکاح کرنے کی قرآن پاک میں صاف لفظوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

(۲) نبی کی کوئی چیز زندگی میں بھی ملک نہیں ہوتی وہ متولیانہ تصرف کرتے ہیں صوفیہ میں بھی یہی مقولہ مشہور ہے الصوفی لا یملک صوفی مالک کسی چیز کا نہیں ہوتا۔ یہ مطلب نہیں کہ شرعاً مالک نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان ناپائیدار چیزوں کو اپنی نہیں سمجھتا۔

(۳) دنیا کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے اور نبی اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرف کرتا ہے۔

۴۔ اگر انبیاء کے مال میں میراث جاری ہو تو احتمال ہے کہ کوئی بدنصیب وارث مال کی

طمع میں نبی کی ہلاکت کا ذریعہ بنے یا تمنا کرے اور دونوں چیزیں اس کی بربادی کا سبب ہوں گی۔

(۵) لوگوں کو یہ واہمہ نہ گزرے کہ نبوت کا دعویٰ مال جمع کرنے کے واسطے اور اپنے اہل وعیال کو مالدار چھوڑ کر جانے کے واسطے ہے۔

(۶) مال کے زنگ اور میل کچیل سے ان کی قدسی ذات کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے ہے۔

(۷) نبی تمام امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے لہٰذا اس کا مال تمام اولاد کا مال ہے وغیرہ وغیرہ اللہ کے احکامات کی حکمتیں بے نہایت ہوتی ہیں، آدمی اپنی اپنی سمجھ کے موافق حکمتوں کا بیان کرتے ہیں ان کے علاوہ نہ معلوم کتنی حکمتیں اللہ کے علم میں ہیں۔

(۱) **حدثنا** احمد بن منیع حدثنا حسین بن محمد حدثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن عمرو بن الحارث اخی جویریۃ لہ صحبۃ قال مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سِلَاحَهٗ وَبَغْلَتَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

(۱) عمرو بن الحارث جو ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں صرف ہتھیار اور اپنی سواری کا خچر اور کچھ حصہ زمین کا چھوڑا تھا اور انکو بھی صدقہ فرما گئے تھے۔

ف:- چونکہ یہ چیزیں صدقہ کے حدود میں داخل ہو گئی تھیں اس لئے ان میں میراث جاری نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمالی کپڑوں کا ذکر معمولی چیز ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔

(۲) **حدثنا** محمد بن المثنی حدثنا ابو الولید حدثنا حماد بن سلمۃ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال جَاءَتْ فَاطِمَةُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَتْ مَنْ يَّرِثُكَ فَقَالَ اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ فَقَالَتْ مَا لِيْ لَا اَرِثُ اَبِيْ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ وَلٰكِنِّيْ اَعُوْلُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْلُهٗ وَاُنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور دریافت فرمایا کہ تمہارا کون وارث ہو گا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔ پھر میں اپنے والد کے متروکہ کی وارث کیوں نہیں بنی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ (میں وقف کا متولی ہونے کی وجہ سے) جن لوگوں کا روزینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما رکھا تھا اس کو میں بھی ادا کروں گا اور جن لوگوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ ان پر میں بھی خرچ کروں گا۔

ف:- بظاہر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ خیال فرماتی تھیں کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کو ترکہ میراثی قرار نہیں دیا گیا۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا بھی کوئی وارث ہو گا یا نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرعی مسئلہ کے موافق جواب مرحمت فرما دیا ورنہ ان کی اپنی وصیت کے موافق جس میں انہوں نے فرمایا کہ اس مال کو بیت المال میں واپس کر دینا اس کے موافق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی کوئی وارث نہیں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا مشہور حدیث ہے جو مختلف الفاظ سے نقل کی گئی۔ بعض روایات میں اتنا ہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوّٰی میں لکھا ہے یہ مضمون کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں ہے دس صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ حضرات سے منقول ہے۔

(۳) **حدثنا** محمد بن المثنی حدثنا یحییٰ بن کثیر العنبری ابو غسان حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی البختری اَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا اِلٰى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَنْتَ كَذَا اَنْتَ كَذَا فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدٍ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ اِلَّا مَا اَطْعَمَهٗ اِنَّا لَا نُوْرَثُ وَفِيْ

(۳) ابو البختری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کے پاس تشریف لائے ہر ایک دوسرے پر اعتراض کر رہا تھا اور اس کو انتظام کے ناقابل بتا رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکابر صحابہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص ان سب حضرات کو متوجہ فرما کر یہ فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم سب نے

اُحَدِّثُ قِصَّۃٌ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ نبی کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے بجز اس کے جو وہ اپنے اہل کو کھلائے ہم انبیاؑ کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

ف ۱۔ امام ترمذی کا مقصود صرف میراث نہ ہونے کا ذکر تھا وہ حاصل ہو گیا تھا اس لئے پورا قصہ طویل ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد نے اس کو ذرا تفصیل سے ذکر فرمایا اور تھوڑا سا ذکر کرنے کے بعد مالک بن اوسؓ کی حدیث پر، جو نمبر ۶ پر آرہی ہے حوالہ کر دیا اس لئے کہ مالک بن اوسؓ کی روایت مشہور تھی۔ حدیث کی سب کتابوں میں کثرت سے ذکر کی گئی۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور خود ابوداؤد شریف میں مفصل مذکور تھی اس لئے ایک قصہ کو پورا کا پورا ہر جگہ ذکر کرنا تطویل کا سبب تھا۔ ابوداؤد شریف کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو البختریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ایک حدیث سنی جو کہ مجھے بہت پسند آئی میں نے ان سے درخواست کی یہ حدیث مجھے لکھ دیجئے تو وہ نہایت پختہ تحریر لائے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص غالباً مالک بن اوسؓ ہی ہیں اس تحریر میں یہ لکھا تھا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے پاس اس وقت حضرت طلحہ حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پہلے موجود تھے وہ دونوں حضرات یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپس میں جھگڑ رہے تھے یعنی ایک دوسرے کو بدنظمی کا الزام دے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلحہؓ وغیرہ چاروں حضرات کو مخاطب بنا کر یہ دریافت فرمایا کیا تم لوگ یہ نہیں جانتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے مگر وہ مال جو وہ اپنے اہل و عیال کو کھلائے یا پہنائے اس لئے کہ ہم لوگوں کا (یعنی انبیاءؑ کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ان چاروں حضرات نے اقرار کیا کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس میں سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے رہے اور جو بچ جاتا تھا اس کو صدقہ کرتے رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے اور اپنی دو سالہ زندگی میں وہی عملدرآمد کرتے رہے۔ جو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ اس کے بعد امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ مالک بن اوسؓ کی حدیث کے قریب قریب آگے سارا قصہ ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حدثنا صفوان بن عیسٰی عن اسامۃ بن زید عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا فَھُوَ صَدَقَۃٌ۔

(۴) حضرت عائشہ سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم انبیاؑ کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔

ف ۱۔ یعنی صدقات کے مواقع میں خرچ کیا جاتا ہے

(۵) حَدَّثَنَا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مھدی حدثنا سفیٰن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقْتَسِمُ وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا مَا تَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَۃِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَۃِ عَامِلِیْ فَھُوَ صَدَقَۃٌ۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے ورثہ دینار اور درہم تقسیم نہ کریں۔ میرے ترکہ سے اہل و عیال کا نفقہ اور میرے عامل کا نفقہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے۔ وہ صدقہ ہے۔

ف ۱۔ عامل سے مراد وہ شخص بھی تبلایا ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ وقت ہونے والا ہو۔ اور وہ بھی کہا گیا ہے۔ جو زمینوں کی پیداوار جمع کر کے لانے والا ہو۔ یعنی ان زمینوں کا منتظم اور نگران ہو۔ دونوں محتمل ہیں۔ کہ خلیفہ کی تنخواہ بھی بیت المال کے ذمہ ہے اور ہر وقت کے نگران اور منتظم کو اس وقف سے حق الخدمت لینے کا حق ہے دینار و درہم کی تخصیص مقصود نہیں ہے۔ تمثیل کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ یہ کہہ دیا جائے۔ کہ روپیہ پیسہ تقسیم نہ کریں۔ کہ اور چیزیں بطریق اولیٰ داخل ہو گئیں۔ یا یہ کہا جائے۔ کہ تقسیم ہمیشہ قیمت لگا کر ہوتی ہے۔ جو روپیہ پیسہ ہی کی طرف لوٹ آتے۔

(۶) حَدَّثَنَا الحسن بن علی الخلال حدثنا بشر بن عمر قال سمعت مالک بن انسؓ عن الزھری عن مالک بن اوس بن الحدثان

(۶) مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے پاس عبدالرحمٰن بن عوف اور طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ

قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَیْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَطَلْحَةُ وَسَعْدٌ وَجَآءَ عَلِیٌّ وَالْعَبَّاسُ یَخْتَصِمَانِ فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ اَنْشُدُکُمْ بِالَّذِیْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ وَفِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ طَوِیْلَةٌ۔

بھی تشریف لائے (اس کے تھوڑی دیر بعد) حضرت عباس رضؓ اور حضرت علی رضؓ جھگڑتے ہوئے تشریف لائے عمر رضی اللہ تعالیٰ نے ان سب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس ذاتِ پاک کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ کیا تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا علم ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے ان سب حضرات نے فرمایا کہ بے شک یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔

ف ۱۔ یہ وہی قصہ ہے جس کی طرف ع۳ پر ابوالبختری کی روایت میں بھی اشارہ گزرا ہے قصہ طویل ہے اور حدیث کی تقریباً سب کتب میں مختصر یا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث سے اس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اور توضیح کے طور پر فتح الباری وغیرہ سے دوسری روایت میں جو اضافے ہیں وہ بھی بقدرِ ضرورت ساتھ ہی ذکر کئے جا رہے ہیں۔ مالک بن اوس رضؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں تھا۔ دن کچھ چڑھ گیا تھا۔ کہ حضرت عمر رضؓ کا قاصد مجھے بلانے آیا میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت عمر رضؓ اپنے ایک بورئیے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جس پر کوئی اور کپڑا بچھا ہوا نہ تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کے کچھ ضرورتمند لوگ آئے تھے میں نے ان کو کچھ دینے کو کہہ دیا ہے اور تم اس کو لے جا کر ان پر تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ تقسیم کے لئے کسی اور کو تجویز فرما دیتے تو اچھا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم ہی تقسیم کر دو۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ آپ کے خادم جن کا نام یرفا تھا۔ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت عثمان رضؓ، عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ، زبیر رضؓ سعد بن ابی وقاص رضؓ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت طلحہؓ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے حاضری کی اجازت دے دی۔ یہ حضرات تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یرفا دوبارہ آئے اور عرض کیا کہ حضرت عباس رضؓ اور حضرت علی رضؓ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے اجازت فرما دی وہ دونوں حضرات تشریف لائے اور سلام

کر کے بیٹھ گئے اور حضرت عباس رضؓ نے فرمایا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان میں فیصلہ کر دیجئے۔ حضرت عباس رضؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم کے علاوہ اور بھی کچھ سخت لفظ کہے۔ دونوں حضرات میں آپس میں سخت کلامی ہو گئی۔ حضرت عثمان وغیرہ حضرات جو پہلے سے بیٹھے تھے انہوں نے ان کی تائید اور سفارش کی۔ کہ آپ ان کا فیصلہ ضرور کر دیجئے اور ایک دوسرے سے نجات دیجئے۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے مالک بن اوس رضؓ کہتے ہیں کہ مجھے ان کی سفارش اور تائید کے انداز سے یہ خیال ہوا کہ ان دونوں حضرات نے ان سب حضرات کو اپنی تائید ہی کے لئے آگے بھیجا تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو اس کے بعد اس جماعت کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم کو اس پاک ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے اس جماعت نے اقرار کیا کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضؓ ان دونوں حضرات عباس رضؓ اور علی رضؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح ان سے بھی قسم دے کر دریافت فرمایا۔ ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ غور سے سنو۔ اللہ جل شانہٗ نے یہ فئے کا مال (باغ وغیرہ) مخصوص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کہ دوسرے کی اس میں شرکت نہ تھی۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے لئے مخصوص نہیں فرمایا۔ بلکہ تم لوگوں پر تقسیم فرمایا اور بہت تھوڑا سا حصہ زمین کا اپنے اور اپنے عیال کے لئے گزران کے لئے رکھا اور اس میں بھی گھروں میں تھوڑا سا دینے کے بعد جو بچتا وہ اللہ کے راستے میں خرچ فرما دیتے تھے میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا ایسے ہی تھا۔ یا نہیں۔ اوّل ان پانچوں حضرات کو قسم دے کر ان سے تصدیق کرائی اس کے بعد ان دونوں حضرات سے قسم دے کر تصدیق کرائی پھر عمر رضؓ نے فرمایا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر خلیفہ بنے اور انہوں نے اس سب پیداوار میں اسی طرز کو جاری رکھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا اور اللہ پاک کی قسم ابوبکر رضؓ اپنے اس رویہ میں نیکی پر تھے راہ راست پر تھے حق کا اتباع کرنے والے تھے لیکن تم لوگوں نے اس کو چناں چنیں سمجھا۔ تم حضرت عباس اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی میراث طلب کرنے آئے اور تم (حضرت علی) اپنی بیوی کے حصہ کا مطالبہ

کرنے آئے ۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا بتایا تم نے ان کی بات کو صحیح نہ سمجھا ۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی اور میں خلیفہ بنا ۔ اور اپنی خلافت کے ابتدائی دو سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ کے موافق اس میں عمل کرتا رہا ۔ اور جل شانہٗ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے اس طرزِ عمل میں سچا ہوں نیکی پر عمل کرنے والا ہوں ۔ حق کا اتباع کرنے والا ہوں ۔ اس کے بعد تم دونوں میرے پاس آئے ۔ اور وہی ایک کلمہ ایک بات بھتیجے کی میراث کا مطالبہ اور بیوی کا حصہ ، میں نے تم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ۔ سنا دیا اس کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ بطورِ تولیت کے تمہارے حوالے کر دوں ۔ تو میں نے تم سے عہد و پیمان لیا کہ تم اس میں اسی طرح عمل در آمد کرو گے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق نے عمل کیا اور دو برس تک میں خود عمل کرتا رہا ہوں ۔ تم نے اس کو قبول کیا ۔ اور اس طرح میں نے اس کو تمہارے حوالہ کیا ۔ تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں ۔ کیا میں نے اسی طرح حوالہ نہیں کیا تھا ۔ تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں ۔ کیا میں نے اسی طرح حوالہ نہیں کیا تھا ۔ اس جماعت نے بھی اس کا اقرار کیا ۔ اور ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا ۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب تم اس کے خلاف فیصلہ کرانا چاہتے ہو ۔ اس ذات کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں اس کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ کروں گا ۔ اگر تم اس کے انتظام سے عاجز ہو ۔ تو مجھے واپس کر دو ۔ میں خود انتظام کر لوں گا ۔ یہ ہے وہ طویل قصہ جس کی طرف سے امام ترمذیؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں طویل قصہ ہے ۔ اس میں چند امور قابلِ لحاظ ہیں ۔

(۱) حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا ۔ اور دونوں حضرات میں سخت کلامی ہوئی ۔ یہ چیز بظاہر مستبعد معلوم ہوتی ہے مگر ایک تو حضرت عباسؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چچا ہیں ۔ اس حیثیت سے ان کو تنبیہ کا حق ہے ۔ دوسرے جب وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ناحق پر سمجھ رہے ہیں ۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے ۔ تو ان کے فعل کو ظلم سمجھنا ہی چاہیئے ۔

(۲) یہ کہ جب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو یہ حدیث معلوم تھی ۔ جیسا کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے سوال پر اقرار کیا تو پھر کیوں حضرت ابو بکرؓ سے مطالبہ کیا اور کیوں حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پہلے سے معلوم نہ تھی ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے سے معلوم

ہوئی ۔ تو پھر جب حضرت ابو بکرؓ اس حدیث کی وجہ سے انکار فرما چکے تھے ۔ تو پھر حضرت عمرؓ سے دوبارہ کیوں سوال کیا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تو یقیناً ان کو معلوم تھی مگر بظاہر اس حدیث کو وہ مخصوص سمجھتے تھے ۔ مثلاً درہم اور دینار ہی کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہوں ۔ جیسا کہ پہلے ایک حدیث میں ان دونوں کا ذکر آ چکا ہے ۔ لیکن اور سب حضرات کے نزدیک سب چیزوں کو شامل ہے ۔ جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں جو کچھ میں چھوڑوں وہ صدقہ ہے کا لفظ آیا ہے ۔ اس صورت میں حضرت ابو بکرؓ سے اولاً سوال پہلے اس خیال کے موافق ہو کہ یہ حضرات اس کو خصوصیت پر سمجھتے تھے اور اس کے بعد دوبارہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان سے سوال اس خیال سے ہو کہ شاید حضرت عمرؓ کی رائے ان دونوں حضرات کے موافق ہو ۔ یعنی حضرت عمرؓ بھی اس کو مخصوص خیال فرماتے ہیں لیکن مطالبہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے بھی وہی ہے ۔ جو اور سب حضرات کی ہے اور حدیث کے الفاظ کا ظاہر بھی یہی ہے کہ یہ ارشاد سب چیزوں کو شامل ہے ۔ کسی چیز کی تخصیص نہیں یہاں ایک اہم ضروری چیز ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جب حضرات شیخین کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی وجہ سے میراث تقسیم کرنے سے معذور و مجبور تھے ۔ اور باوجود ان حضرات کے اصرار کے تقسیم نہ فرمایا وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان اکابر کی شان میں کسی قسم کا سوءِ ظن کرنا کہ جب مال کی وجہ سے بار بار اصرار کرتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صاف اور صریح ارشاد کے خلاف عمل چاہتے تھے انتہائی بے ادبی ہے ۔ ان کا اصرار اس وجہ سے تھا کہ یہ حضرات اس کو ایک شرعی حق سمجھتے تھے ۔ اسی وجہ سے اپنی تحقیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مخالفت کرنے والوں پر انکار کرتے تھے ۔ جس کو حضرت عمرؓ نے اپنے اس کلام سے ظاہر کیا کہ تم نے حضرت ابو بکرؓ کو چناں چنیں سمجھا ۔

(۳) یہ کہ جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار پر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا ان دونوں حضرات نے متفقہ طور پر اپنی ولایت میں لے لیا تھا ۔ تو اب آپس میں جھگڑا پیدا ہونے کی کیا وجہ ہے ۔ جس کی وجہ سے آپس میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اب تقسیم کی استدعا کس وجہ سے تھی ۔ جب کہ پہلے ہی سے تقسیم کا انکار ہوتا چلا آیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز تو متحقق ہو گئی تھی ۔ کہ اس میں میراث جاری نہیں ہوتی ۔ اسی وجہ سے

حضرات شیخین نے بھی انکار کر دیا تھا اور ان حضرات نے قبول بھی کر لیا تھا اس کے باوجود پھر ان دونوں حضرات کا آپس میں تقسیم کے مطالبہ کی وجہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وجہ ارشاد فرمائی تھی، کہ کیفیت خرچ میں دونوں حضرات میں کثرت سے اختلاف ہوتا تھا۔ حضرت عباسؓ نہایت منتظم اور مدبر تھے۔ دوراندیش تھے وہ ہر مال کو نہایت احتیاط سے خرچ فرمانا چاہتے تھے اور ضرورت کے مواقع کے لئے پس انداز اور ذخیرہ فراہم رکھنا چاہتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت فیاض سخی زاہد اور متوکل تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز کے موافق جو آیا۔ فوراً تقسیم کرا دینا چاہتے تھے کہ ایک درہم بھی باقی نہ بچے۔ اس وجہ سے دونوں حضرات میں ہر وقت کشاکشی پیش آتی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دارقطنی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کا آپس کا اختلاف میراث کے بارے میں نہیں تھا۔ بلکہ تولیت اور مصارف کے بارے میں تھا کہ اس پیداوار کو کس طرح صرف کیا جائے۔ امام ابوداؤد نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کی درخواست یہ تھی کہ اس مال کو دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے۔ نہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد اب میراث کا مطالبہ تھا۔

(۴) یہ کہ جب یہ حضرات تولیت علیحدہ کرنا چاہتے تھے۔ میراث نہیں چاہتے تھے۔ تو پھر حضرت عمرؓ کو کیا مانع تھا اس میں بظاہر کوئی اشکال نہ تھا کہ ہر ایک کا تولیت نامہ علیحدہ ہوتا۔ وہ اپنی رائے سے اپنی پیداوار کو جلد یا بدیر تقسیم کرتا۔ اس کی وجہ علماء نے لکھی ہے کہ اس صورت میں بعد میں میراث بن جانے کا احتمال تھا۔ اور اس پر استدلال کی گنجائش ملتی۔ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے پہلے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔ اس لئے کہ دونوں میں نصف نصف تقسیم میراث کی تقسیم تھی۔ کہ آدھا بیٹی کا حصہ ہے اور آدھا عصبہ ہونے کی وجہ سے چچا کا۔ اس لئے اگر یہ فیصلہ حضرت عمرؓ منظور فرما لیتے۔ تو بعد میں آنے والوں کو اس جائداد کے میراث ہونے کے لئے حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ ہی دلیل اور حجت بن جاتا۔

(۵) یہ کہ ابتداءً ان حضرات اہل بیت کا خیال اگرچہ یہی تھا۔ کہ یہ میراث ہے۔ اور اسی لئے اس کا حضرات شیخین سے مطالبہ ہوا مگر اخیر میں ان حضرات کی رائے بھی شیخین کی رائے کے موافق ہو گئی تھی۔ اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کو اسی طرح باقی رکھا ورنہ اگر وہ میراث سمجھتے تو اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کی تقسیم کر دیتے۔ ابتداء میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی مشترک تولیت رہی۔ حضرت عثمانؓ کے

زمانہ خلافت میں حضرت عباسؓ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ تنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبضہ میں رہی۔ پھر حضرت حسنؓ کے۔ پھر حضرت حسینؓ کے پھر علی بن حسین کے۔ (فتح الباری)

یہ چند ضروری ابحاث مختصر طور پر اس قصہ کے متعلق ذکر کر دی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ابحاث اس میں ہیں۔ جن کو اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔

(۷) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفيان بن عاصم بن بهدلة عن ذر بن حبيش عن عائشة قالت مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا شَاةً وَّلَا بَعِيْرًا قَالَ وَاَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے غلام اور باندی کے ذکر میں شک ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ نہ غلام نہ باندی یا نہیں فرمایا۔

ف:۔ کسی نقل کرنے والے کو اس روایت میں تردد ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے اس پر متنبہ کر دیا۔ دوسری روایات میں اس تصریح ہے کہ نہ غلام نہ باندی۔

باب ماجاء فی رؤیة رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فی المنام

باب۵۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا تذکرہ!

ف:۔ خواب کی حقیقت کیا ہے اور یہ واقعی چیز ہے یا مجرد خیالات ہیں۔ طویل بحثیں ہیں جو اس جگہ کے مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اطباء کا خیال ہے کہ آدمی کے مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے اس کے مناسبات خیال میں آتے ہیں جیسے کسی کا مزاج بلغمی ہو تو پانی اور اس کے متعلقات دریا، سمندر، پانی میں تیرنا وغیرہ دیکھے گا اور جس کے اندر صفراء کا غلبہ ہو وہ آگ اور اس کے متعلقات دیکھے گا یا ہوا میں اڑنا وغیرہ اسی طرح دوسرے اخلاط دم اور سودا کا حال ہے فلاسفہ کے نزدیک جو واقعات عالم میں رونما ہوتے ہیں ان کی صورت مثالیہ فوٹو کی طرح عالم بالا میں منقوش ہے اس لئے نفس کے سامنے ان میں سے کوئی چیز آتی ہے تو اس کا انعکاس ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اقوال مختلفہ

ہیں۔ اہلِ سنت کے نزدیک، یہ تصورات ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کے دل میں پیدا کرتے ہیں جو کبھی بواسطہ فرشتے کے پیدا کئے جاتے ہیں اور کبھی شیطان کے ذریعہ سے علماء نے لکھا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو اس فرشتہ کے تصرف سے ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہے یہ حق ہوتا ہے اور دوسرا شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ شیطان اپنے تصرف سے کچھ مثالیں اور تصویریں دکھاتا ہے۔ تیسرے نفسانی خطرات بھی اس کے سبب ہوتے ہیں کہ جس قسم کے خیالات جاگتے میں آتے ہیں وہی سوتے ہوئے دل میں گزرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ذکر کیا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک رویائے صالح یعنی مبارک خواب، یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ دوسرا ڈراؤنی خواب جو شیطان کی طرف سے رنج پہنچانا ہوتا ہے تیسرا وہ خواب جو آدمی کے اپنے خیالات اور وساوس ہوتے ہیں۔ علماء تعبیر نے لکھا ہے کہ جو فرشتہ خواب دکھانے پر متعین ہے اس کا نام صدیقون ہے جو مثالوں سے آدمیوں کو خواب کی شکل میں سمجھاتا ہے یہ عام خواب کے متعلق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اگر خواب میں ہو تو وہ تصرفات شیطانی سے خالی ہوتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد متعدد احادیث میں آرہا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھی کو خواب میں دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ میری صورت بنا لے اس کے باوجود اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ایسی طرح کرے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ مثلاً جو حلیہ شریف آپ کا شروع کتاب میں گزرا ہے اس کے خلاف دیکھے یا کوئی اور ایسی بات دیکھے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری یا پریشانی وغیرہ کو ظاہر کرے یا کسی ایسے کام کا حکم کرتے یا منع کرتے ہوئے دیکھے جو خلافِ شرع ہو یا شانِ نبوت کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کی غلطی کوتاہی اور قصور کی بناء پر ہوتا ہے اس کو شراح و مشائخ آئینہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں کہ ایک شے کو اگر سرخ آئینہ میں دیکھو تو سرخ نظر آتی ہے اور سبز میں سبز ایسے ہی سیاہ سفید اور لمبی چوڑی۔ غرض مختلف الانواع نظر آتی ہے اسی طرح خواب میں ذات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نظر آتی ہے لیکن اس ذاتِ اقدس کے ساتھ جو احوال اور اوصاف نظر آتے ہیں وہ خواب دیکھنے والے کے تخیل اور ادراک کا اثر ہے کہ جس قسم کے احوال دیکھنے والے ہوں گے ویسے ہی صفات کے ساتھ

زیارت نصیب ہوگی۔ مثلاً بعض صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دنیا کمانے کی ترغیب دے رہے ہیں تو اس میں دیکھنے والے کی عظمت کا شمول ہے کہ وہ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب میں بلا ارادہ مبتلا ہے مصنف نے اس باب میں سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیٰن عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ۔

(۱) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا ہے اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

(۲) حدثنا محمد بن بشار و محمد بن المثنی قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی هریرة رض قال قال رسول اللهِ صلی الله علیه وسلم مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَصَوَّرُ اَوْ قَالَ لَا یَتَشَبَّهُ بِیْ۔

(۲) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا ہے اس لئے شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

ف:۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے جیسا کہ عالمِ حیات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا ایسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ کی صورت بنا سکے۔ یہ امر طے شدہ ہے اس کے بعد یہ بحث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ بعینہٖ نظر آتی ہے۔ یعنی یہ کہ دیکھنے والے میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذات اقدس اپنی جگہ پر کرے یا صورت مثالی کی زیارت ہوتی ہے جیسے کوئی شخص آڑ میں بیٹھ کر اپنے سامنے ذرا فصل سے ایک بڑا آئینہ رکھ لے اور دوسرا شخص جو اس آڑ کے پیچھے ہے جو اس آئینہ کو دیکھے تو اس آئینہ میں اس بیٹھنے والے شخص کی مثال ہوگی بعینہٖ اس کی ذات آئینہ میں نہیں آرہی ہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ دونوں طرح زیارت ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کو بعینہ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے اور بعض کو آئینہ کی طرح مثال کی یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ دوسرے لوگوں کی صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے کہ گویا وہ آئینہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا۔

(۳) حدثنا قتیبة حدثنا خلف بن خلیفة عن ابی مالك الاشجعی عن ابیه قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِىْ فِى الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِىْ قال ابوعیسٰی وابومالك هٰذا هو سعد بن طارق بن اشیم وطارق بن اشیم هو من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وقد روی عن النبی صلی الله علیه وسلم احادیث وسمعت علی بن حجر یقول قال خلف بن خلیفة رایت عمرو بن حریث صاحب النبی صلی الله علیه وآله وسلم وانا غلام صغیر۔

(۳) طارق بن اشیم سے بھی یہ ارشاد نبوی منقول ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتہً مجھی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

ف:۔ ان روایات پر یہ اشکال کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں مختلف شہروں میں، مختلف ملکوں میں مختلف لوگ زیارت کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت کہاں کہاں تشریف لے جا سکتے ہیں کچھ وقعت نہیں رکھتا اس لئے کہ مختلف لوگوں کی زیارت کے لئے ضروری نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب جگہ تشریف لے جائیں بلکہ ایک ہی جگہ سے سب کو زیارت ہو سکتی ہے کہ آفتاب اپنی جگہ قائم ہے اور مختلف لوگ دور دور کے شہروں سے اس کو دیکھتے ہیں اور پھر جس قسم کی عینک سبز، سرخ، سیاہ لگا کر دیکھیں گے۔ آفتاب ویسا ہی نظر آئے گا۔ حالانکہ آفتاب ایک ہی صورت پر ہے۔

(۴) حدثنا قتیبة هو ابن سعید حدثنا عبدالواحد بن زیاد عن عاصم بن کلیب حدثنی ابی انه سمع ابا هریرة یقول قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِىْ فِى الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِىْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَمَثَّلُنِىْ قَالَ اَبِىْ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ قَدْ رَاَيْتُهٗ فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِىٍّ فَقُلْتُ شَبَّهْتُهٗ بِهٖ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ كَانَ يُشْبِهُهٗ۔

(۴) کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سنایا کہ جو مجھے خواب میں

دیکھتے وہ حقیقتہً مجھی کو خواب میں دیکھتا ہے اس لئے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا۔ کلیبؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارت اقدس میسر ہوئی اس وقت مجھے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آیا میں نے حضرت ابن عباس رضؓ سے کہا کہ میں نے اس خواب کی صورت کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت کے بہت مشابہ پایا اس پر حضرت ابن عباس رضؓ نے اس کی تصدیق فرمائی کہ واقعی حضرت حسنؓ آپ کے بہت مشابہ تھے۔

ف:۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ سینہ اور اس کے اوپر کا حصہ بدن کا تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا اور بدن کے نیچے کا حصہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھا۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابن ابی عدی ومحمد بن جعفر قالا حدثنا عوف بن ابی جمیلة عن یزید الفارسی وکان یکتب المصاحف قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّىْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى النَّوْمِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّتَشَبَّهَ بِىْ فَمَنْ رَاٰنِىْ فِى النَّوْمِ فَقَدْ رَاٰنِىْ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَنْعَتَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِىْ رَاَيْتَهٗ فِى النَّوْمِ قَالَ نَعَمْ اَنْعَتُ لَكَ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ جِسْمُهٗ

(۵) یزید فارسی کلام اللہ شریف لکھا کرتے تھے ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت ابن عباسؓ اس وقت حیات تھے ان سے خواب عرض کیا انہوں نے اول ارشاد نبویؐ سنایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھتا ہے وہ حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھتا ہے اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ یہ ارشاد سنا کر پوچھا کیا خواب کی دیکھی ہوئی صورت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کا بدن اور آپ کا قامت دونوں چیزیں معتدل اور درمیانی (یعنی جسم مبارک نہ زیادہ موٹا اور نہ زیادہ دبلا ایسے قد نہ زیادہ لمبا نہ زیادہ کوتاہ بلکہ معتدل)

وَلَحْمُهُ اَسْمَرُ اِلَى الْبَيَاضِ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ حَسَنُ الضَّحِكِ جَمِيْلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ قَدْ مَلَاءَتْ لِحْيَتُهُ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ قَدْ مَلَاءَتْ نَحْرَهٗ قَالَ عَوْفٌ وَلَا اَدْرِيْ مَا كَانَ مَعَ هٰذَا النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَاَيْتَهٗ فِي الْيَقْظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ اَنْ تَنْعَتَهٗ فَوْقَ هٰذَا **قال** ابوعیسی ویزید الفارسی ھو یزید بن ھرمز وھو اقدم من یزید الرقاشی وروی یزید الفارسی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما احادیث ویزید الرقاشی لم یدرک ابن عباس وھو یزید بن ابان الرقاشی وھو یروی عن انس بن مالک ویزید الفارسی ویزید الرقاشی کلاھما من اھل البصرۃ و عوف بن ابی جمیلۃ ھو عوف الاعرابی **حدثنا** ابوداؤد سلیمان بن سلم البلخی حدثنا النضر بن شمیل قال قال عوف الاعرابی انا اکبر من قتادۃ۔

آپ کا رنگ گندمی مائل بسفیدی، آنکھیں سرگیں خندہ دہن، خوب صورت گول چہرہ داڑھی نہایت گنجان جو پورے چہرۂ انور کا احاطہ کئے ہوئے تھی اور سینہ کے ابتدائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ عوف رضؓ جو اس روایت کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میرے استاد یزید نے جو اس خواب کے دیکھنے والے ہیں ان کو مذکورہ صفات کے ساتھ اور کیا کیا صفتیں بیان فرمائی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم حیات میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ اقدس نہ بتا سکتے گویا بالکل ہی صحیح حلیہ بیان کر دیا۔

ف :۔ چنانچہ اس کتابِ شمائل کے سب سے پہلے باب میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک نقل کیا گیا ہے وہ ان ہی صفات کے ساتھ ذکر کیا گیا جیسا کہ مفصل گزر چکا۔

(٦) **حدثنا** عبد اللہ بن ابی زیاد حدثنا یعقوب بن ابراھیم بن سعد حدثنا ابن اخی ابن شھاب الزھری عن عمہ قال قال ابو سلمۃ **قال** ابوقتادۃ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِيْ يَعْنِيْ فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ۔

(٦) ابو قتادہ رضؓ سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی امر دیکھا۔

ف :۔ یعنی حقیقۃً مجھی کو دیکھا یہ نہیں کہ شیطان کسی اور چیز کو دکھائے اور مجھے بتائے بعض علماء نے اس کا یہ مطلب لکھا ہے کہ یہ سچا خواب ہے خیالات کا مجموعہ نہیں ہے۔

(٧) **حدثنا** عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا معلی بن اسد حدثنا عبد العزیز بن المختار حدثنا ثابت **عن** انس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَخَيَّلُ بِيْ قَالَ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ۔

(٧) حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مومن کا وہ خواب (جو فرشتہ کے اثر سے ہوتا ہے) نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔

ف :۔ علماء نے اس کے مطلب میں مختلف عنوانات اختیار فرمائے ہیں۔ بالخصوص حافظ حدیث ابن حجر رحؒ نے شرح بخاری میں بہت تفصیل سے اس کے متعلق علماء کے اقوال کو ذکر کیا ہے اور صاحب تبریز نے بھی بہت زیادہ تفصیل اس کی ذکر کی ہے لیکن ملا علی قاری وغیرہ حضرات نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ چونکہ اس کو علم نبوت کا ایک جزو فرمایا ہے اور علوم نبوی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اس لئے اس کو بھی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص سمجھنا چاہیئے مجملاً اتنا معلوم ہونا کافی ہے کہ مبارک اور اچھا خواب ایک بڑی بشارت ہے جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اتنا ہی اس شرافت اور عظمت و برکت کے لئے کافی ہے باقی نبوت کے چھیالیس جزو نبی ہی صحیح طور معلوم کر سکتے ہیں اس لئے وہی اس جزو کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چھیالیسواں جزو کیسے ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں دیکھنے کا ذکر ختم ہو چکا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو دو اثروں پر ختم کیا ہے جو حقیقت میں دو نصیحتیں ہیں اور مہتم بالشان تنبیہیں ہیں اول یہ کہ کسی چیز پر حکم لگانا اٹکل سے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ دین کا مدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر ہے لہٰذا ہر فیصلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ ہر کس و ناکس کی بات نہ سننی چاہئے بلکہ دین دار شخص کی بات

ماننا چاہیے بے دین قابلِ اتباع نہیں ہے در حقیقت ہر دو نصیحتیں اہم ہیں۔

(۱) **حدثنا** محمد بن علی قال سمعت ابی **یقول قال** عبد اللہ ابن المبارک اِذَا ابْتُلِيْتَ بِالْقَضَآءِ فَعَلَيْكَ بِالْاَثَرِ۔

(۱) عبد اللہ بن مبارک بڑے ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ فقہا اور صوفیہ میں بھی ان کا شمار ہے بڑے شیخ عابد زاہد تھے اور حدیث کے حافظوں میں گنے جاتے ہیں تاریخ کی کتابوں میں بڑے فضائل ان کے لکھے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی قاضی اور فیصل کنندہ بننے کی نوبت آئے تو منقولات کا اتباع کیجیو۔

ف :۔ مقصود یہ کہ خود رائی اور اپنی عقل پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اکابر کے کلام، احادیث اور اقوال صحابہ کا اتباع کرنا چاہیے۔ یہ امام ابنِ مبارک کی نصیحت ہے جو عام ہے ہر فیصلہ کے متعلق یہی بات ہے خواہ وہ فیصلہ قضا کے قبیل سے ہو یا کوئی اور فیصلہ ہو۔ جیسا کہ ابھی گزرا امام ترمذیؒ نے ان کا یہ ارشاد نصیحت عامہ کے قبیل سے ذکر کیا ہے جیسا کہ عام شراح شمائل کی رائے ہے بندہ کے نزدیک اس باب سے بھی اس کو ایک خاص مناسبت ہو سکتی ہے وہ یہ کہ خواب کی تعبیر بھی ایک فیصلہ ہے اسلئے اس میں بھی اپنی رائے سے عنز بود نہ کرنا چاہیے بلکہ اسلاف کی تعبیروں کو دیکھنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ سے بکثرت خوابوں کی تعبیریں نقل کی گئی ہیں۔ فنِ تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والا شخص ضروری ہے کہ سمجھ دار متقی پرہیزگار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا واقف ہو۔ عرب کے لغات اور زبان زد مثالوں کو جانتا ہو وغیرہ وغیرہ بہت سے شرائط اور آدابِ علم تعبیر کی کتابوں میں لکھی ہیں۔

(۲) **حدثنا** محمد بن علی حدثنا النضر اخبرنا ابن عون **عن** ابن سیرین قال هٰذَا الْحَدِيْثُ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔

(۲) ابنِ سیرین کہتے ہیں کہ علم حدیث (اور ایسے ہی اور دینی علوم سب) دین میں داخل ہیں۔ لہٰذا علم حاصل کرنے سے قبل یہ دیکھو کہ اس دین کو کس شخص سے حاصل کر رہے ہو۔

ف :۔ ابن سیرین بھی اپنے وقت کے امام اور مشہور بڑے تابعی ہیں بہت سے صحابہ کرام سے علوم حاصل کیے فنِ تعبیر کے بھی امام ہیں خواب کی تعبیر میں ان کے ارشادات حجت ہیں ان کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ جس سے دین حاصل کرو اس کی دیانت تقویٰ مذہب مسلک اچھی طرح تحقیق کر لو۔

ایسا نہ کرو کہ ہر شخص کے کہنے پر عمل کر لو خواہ وہ کیسا ہی بے دین ہو۔ اس لئے کہ اس کی بد دینی اثر کئے بغیر نہیں رہے گی۔ بعض روایات میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے یہ نصیحت عامہ ہے جیسا کہ پہلے نمبر پر گزر چکا ہے اور اس باب کے ساتھ بھی مناسبت ہو سکتی ہے کہ علم تعبیر بھی ایک اہم علم ہے جب کہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے تو اس کی تعبیر جتنی بھی مہتم بالشان ہو ظاہر ہے اس لئے بغور دیکھا کرو کہ کس سے تعبیر لے رہے ہو وہ اس کا اہل ہے یا کہ نہیں اسی مناسبت سے گویا امام ترمذی نے اس کو ذکر کیا لیکن ابن سیرینؒ کا کلام اور احادیث کا مضمون خواب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر علم کو شامل ہے اور جتنا مہتم بالشان علم ہوگا اتنے ہی زیادہ واقف سے معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی اس ہمارے زمانہ میں جو قیامت کے بہت ہی قریب ہے ایک یہ بھی سخت خطرہ کی بات ہو گئی ہے کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی جاہل، کتنا ہی بد دین ہو تھوڑی سے صفائی تقریر و تحریر سے علامہ اور مولانا بن جاتا ہے اور رنگین کپڑوں سے صوفی اور مقتدا بن جاتا ہے عام ابتداءً ایک عام غلط فہمی کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پھر اپنی ناواقفیت سے ان کا شکار بن جاتے ہیں وہ غلط فہمی یہ ہے کہ عام قلوب میں یہ سما گیا ہے کہ انظروا الی ما قال ولا تنظروا الی من قال (آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا کہا یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ کس نے کہا) حالانکہ یہ مضمون فی نفسہٖ اگرچہ صحیح ہے لیکن اس شخص کے لئے جو سمجھ سکتا ہو کہ کیا کہا جو کہا وہ حق کہا یا باطل اور غلط کہا۔ لیکن جو لوگ اپنی ناواقفیت دینی کی وجہ سے کھرے کھوٹے صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکتے ہوں ان کو ہر شخص کی بات سننا مناسب نہیں کہ اس کا نتیجہ مآل کار مضرت و نقصان ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دعویدار اگر ولایت امامت نبوت رسالت حتیٰ کہ خدائی تک کا بھی نعوذ باللہ دعویٰ کرے تو ایک گروہ فوراً اس کا تابع بن جاتا ہے والی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

الحمد للہ والمنۃ کہ ۸ر جمادی الاخری ۱۳۴۴ھ شب جمعہ میں اس ترجمہ سے فراغت ہوئی۔ فقط

زکریا عفی عنہ کاندھلوی

(مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

چونکہ اس ناکارہ کو اپنی ناقابلیت کا اعتراف ہے اس لئے اس ترجمہ کو نظر ثانی کے لئے اپنے محترم بزرگ الفاضل العلامہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے

حوالہ کیا مولانا نے اپنے مشاغل علمیہ اور عدیم الفرصتی کے باوجود اس کی بالاستیعاب نظر ثانی فرما کر اکثر جگہ اصلاح بھی فرمائی۔ فجزاهم اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء۔ اور آخر میں یہ عبارت بھی تحریر فرمائی
"الحمد للہ یہ عاجز بھی ۲۷ رجب ۱۳۴۴ھ بروز پنجشنبہ کو اس کے دیکھنے سے فارغ ہوا۔"

مکرر آنکہ یہ ترجمہ ابتداءً ۱۳۴۴ھ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ عبارت مندرجہ بالا سے معلوم ہوا اس کے بعد متعدد مرتبہ اس کے طبع ہونے کی نوبت آئی اور ہر مرتبہ طباعت کی غلطیوں میں اضافہ ہوتا رہا اب بھی عرصہ سے کمیاب ہونے کی وجہ سے طباعت کا تقاضہ ہوا میرے چند مخلص دوستوں نے کثرت اغلاط طباعت کی وجہ سے اس کی نظر ثانی پر اصرار کیا میں ایک سال تک اپنی مشغولی کے عذر سے انکار کرتا رہا مگر وجہ اصرار قوی تھی کہ واقعی طباعت میں بعض غلطیاں فحش واقع ہو گئی تھیں اس لئے نظر ثانی شروع کی۔ مصنف کی نظر ثانی میں بلا قصد بھی کمی زیادتی ہو جایا کرتی ہے اس لئے کہیں کہیں کمی اور اکثر جگہ زیادتی ہوتی رہی ہر چند اختصار کی کوشش کی مگر پھر بھی بہت سی جگہ اضافہ ہو ہی گیا فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ شب دوشنبہ میں اس نظر ثانی سے فراغت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے حبیب کے اخلاق کا کچھ حصہ اس سیہ کار کو بھی ان احادیث کے طفیل نصیب فرمائے تو اس کے کرم اور لطف سے بعید نہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ونبینا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ط

کتابت:۔ محمد جاوید اقبال ثاقب
خوشنویس

"شمائل ترمذی" امام المحدثین حافظ محمد بن عیسی ترمذی کی مقبول اور مشہور ومعروف تالیف ہے جس میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کے مبارک سراپا کی تصویر کشی کی ہے اور ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جس میں حضور ﷺ کے خدوخال، بناوٹ، قدوقامت، لباس، مہرِ نبوت، گفتار وکلام نشست گاہ، ماکولات ومشروبات کی کیفیت، مزاج وخوش طبعی، قیام اللیل، نوافل، ادعیہ وقراءت کی کیفیت، گریہ وزاری، اخلاق، سادگی وغیرہ کا ذکر ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ اردو زبان میں شمائل ترمذی کا مطلب خیز ترجمہ اور جامع مختصر شرح ہے ترجمہ سے زائد امور بطور فائدہ ذکر کیے گئے ہیں، احادیث کا ظاہری تعارض ختم کیا گیا، مذہب حنفی کے ذکر کے ساتھ اس کی دلیل بھی حسبِ ضرورت مختصر ذکر کی گئی، اگر کسی قصہ یا غزوہ کی طرف حدیث میں اشارہ تھا اسے مختصر ذکر کر دیا گیا اور جہاں کہیں حدیث کی باب سے مناسبت خفی تھی اسے واضح کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم ﷺ سے محبت اور آپ کی سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

شمائل ترمذی

DIU-02608

Email: ishaat@cyber.net.pk